مخدوم

جہانیاں جہاں گشتؒ

محمد ایوب قادری

ادارہ تحقیق و تصنیف

۱۴۱/۱ وحید آباد کراچی ۱۸

سلسلۂ مطبوعات "ادارہ تحقیق و تصنیف"، کراچی

(۱)

مخدوم جہانیاں جہاں گشت

محمد ایوب قادری

"ادارہ تحقیق وتصنیف کراچی"

مفصل حالات و سوانح حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری اچی المتوفی ۷۸۵ھ / ۱۳۸۳ء

محمد ایوب قادری ایم۔اے

لکچرار اردو، اردو کالج کراچی

ادارہ تحقیق و تصنیف

۱/۱۴۱ وحید آباد، کراچی ۱۸

بار اوّل ــــــ ایک ہزار

سنہ طباعت ــــــ سنہ ۱۹۶۳ء

قیمت ــــــ ۶ روپے

مطبوعہ ــــــ ایجوکیشنل پریس کراچی

ملنے کے پتے :-

پاکستان میں :-

پاک اکیڈمی ۱۴۱/۱ وحید آباد کراچی ۱۸

مولوی شمس الدین تاجر کتب بیلم مسجد ۔ انار کلی لاہور

بھارت میں :-

کتب خانہ انجمن ترقی اردو اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

فہرست مضامین

۱۔ انتساب
۲۔ ابتدائیہ .... محمد ایوب قادری مؤلف
۳۔ تعارف ...... مولانا محمد ناظم ندوی، شیخ الجامعۃ العباسیہ، بہاولپور
۴۔ دیباچہ .... ڈاکٹر سید معین الحق سکریٹری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی
۵۔ پیش لفظ .. ڈاکٹر محمد عطاء الرحیم پرنسپل اردو کالج کراچی
۶۔ مقدمہ .... جناب محترم ثناء الحق صاحب۔ ایم اے

باب اول

ہندپاکستان میں اسلام کا داخلہ ۳۳
محمد بن قاسم کی حکومت ۳۳
تبلیغ اسلام ۳۶
علمی ترقی ۴۰
محمود غزنوی ۴۲
مسعود غزنوی ۴۲
اسلامی معاشرہ ۴۵
غلام خاندان ۴۶
خلجی خاندان ۵۲
تغلق خاندان ۵۵
صوفیاء کی تبلیغی کوششیں ۵۸

باب دوم

سہروردی سلسلہ ۶۲
بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ۶۸
صدرالدین عارفؒ ۷۰
شیخ رکن الدین ابو الفتحؒ ۷۱
اوچ۔ مرکز علم و عرفان ۷۳
حضرت جلال الدین بخاریؒ ۷۷
احمد کبیر سہروردیؒ ۸۲
شیخ جمال خنداں روؒ ۸۵

صفحہ

باب سوم

مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ ۸۸
پیدائش ۸۸
اسم و لقب ۸۹
عہد طفلی ۹۰
تعلیم و تربیت ۹۱
ملتان میں تحصیل علم ۹۲
حرمین شریفین میں استفادہ علمی ۹۴
علوم میں جامعیت و کمال ۹۷
بیعت و خلافت سہروردی سلسلہ ۹۹
چشتیہ سلسلہ ۱۰۵
شیخ جیلانیؒ سے عقیدت ۱۰۷

باب چہارم

سیر و سیاحت ۱۰۹
مکہ ۱۱۸
مدینہ ۱۱۸
یمن و عدن ۱۱۸
دمشق و لبنان ۱۱۹
مدائن ۱۱۹

صفحہ

شوکارہ ۱۱۹
بصرہ و کوفہ ۱۲۰
شیراز ۱۲۰
تبریز ۱۲۱
خراسان و بلخ و نیشاپور ۱۲۱
سمرقند ۱۲۱
گازرون ۱۲۱
لحسہ ۱۲۳
بحرین و قطیف ۱۲۳
غزنین ۱۲۴
ملتان ۱۲۵
بھکر و الور ۱۲۵
ٹھٹھہ ۱۲۶
دہلی ۱۲۶

باب پنجم

تقرر بحیثیت شیخ الاسلام ۱۲۸
ملوک و ولاۃ کے متعلق نقطۂ نظر ۱۳۰
فیروز شاہ تغلق سے تعلقات ۱۳۵
سندھ کے حالات ۱۳۷

	صفحہ
ہم کھٹہ	۱۳۹
حضرت مخدوم کی دہلی تشریف آوری	۱۴۵
امراء و وزراء سے ملاقاتیں	۱۴۶
دہلی میں عیدالاضحیٰ	۱۴۹
سلطان فیروز شاہ تغلق	۱۵۱
فیروز شاہ کی اصلاحات پر ایک نظر	۱۵۵

باب ششم

رشد و ہدایت	۱۵۸
دیار و امصار سے طالبین کی آمد	۱۶۲
پیروی شریعت و اتباع سنت	۱۶۴
سماع	۱۶۸
شریعت و طریقت	۱۶۹
شیخ کامل	۱۷۱
سالک	۱۷۳
صفات مرید	۱۷۹
سرزمین ہند پاکستان	۱۸۰
عمل کے بغیر نسب بیکار ہے	۱۸۱
فضیلت صحابہ	۱۸۳
ارشادات حضرت مخدوم	۱۸۶

باب ہفتم

	صفحہ
درس و تدریس	۱۹۱
کتب خانہ	۱۹۴
حضرت مخدوم کے عہد میں اردو زبان	۱۹۶
تبلیغ اسلام	۲۰۳
قدم شریف	۲۱۰
ابن بطوطہ حضرت مخدوم کی خدمت میں	۲۲۴
حضرت مخدوم اور خواجہ گیسو دراز کے تعلقات	۲۲۴
حضرت مخدوم اور شرف الدین احمد یحییٰ منیری	۲۲۵
اخلاق و عادات	۲۲۷
وصال	۲۲۹
صدرالدین راجو قتال رح	۲۳۱

باب ہشتم

آثار و ملفوظات	۲۳۷
الدر المنظوم	۲۳۷
سراج الہدایہ	۲۴۰
مقرر نامہ	۲۴۳
خزانۂ جلالی	۲۴۹

	صفحہ		صفحہ
جواہر جلالی	۲۵۳	حضرت مخدوم کی ازدواجی زندگی اور	
مظہر جلالی	۲۵۶	اولاد	۲۶۴
مناقب مخدوم جہانیاں	۲۵۸	خانقاہ بخاری کے سجادہ نشین	۲۶۷
ترجمہ فارسی رسالہ مکیہ	۲۵۹	حضرت مخدوم کے مریدین و خلفاء	۲۷۱
اربعین صوفیہ	۲۶۱	کتابیات	۲۰۹
حضرت مخدوم سے منسوب ترجمہ قرآن کریم	۲۶۲	اشاریہ	۲۹۴

چودھری حاجی شمس الدین صاحب

انتساب

اس سرزمین اور وہاں کے مخلص اعزاء،
احباب اور باشندوں کے نام
جہاں
میں نے اپنی نوجوانی کے کم و بیش ساڑھے
چار سال (اکتوبر ۱۹۴۵ء تا اپریل ۱۹۵۰ء)
بسلسلۂ تعلیم گزارے اور میری مرحومہ پھوپی[1]
اور پھوپا چودھری حاجی شمس الدین رئیس و
زمیندار قصبہ اوجھیانی (ضلع بدایوں) کی محبتیں
اور شفقتیں مثل اولاد کے میرے شامل حال رہیں

محمد ایوب قادری

---

[1] پھوپی غفور النساء کا انتقال ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۶۲ء بروز جمعرات ہوا (غفر اللہ لہا)

ابتدائیہ

محمد ایوب قادری (مؤلف)

مارچ ۱۹۵۸ء میں ملتان کے ایک خانقاہی ماہنامہ کی طرف سے مجھے ایک خط موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ اس رسالے کا خاص شمارہ "مشائخ سہروردیہ نمبر" نکل رہا ہے اور اس کے لئے مجھ سے بھی مضمون طلب کیا گیا تھا، میں نے اپنی مصروفیت اور بے بضاعتی کا اظہار کر دیا اسی درمیان میں میرے بزرگ پروفیسر ضیاء احمد بدایونی (علی گڑھ) اور محترم دوست ڈاکٹر لطیف حسین ادیب (بریلی) کے خطوط ملے جن میں تحریر تھا کہ میں اس نمبر کے لئے مضمون ضرور لکھوں، مدیر رسالہ نے ان سے رجوع کیا تھا، ناچار ان حضرات کی تعمیل ارشاد میں میں نے مضمون لکھنا طے کر لیا، مدیر نے عنوان بھی متعین کر دیا کہ "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" پر مضمون لکھا جائے، چھ ماہ کے طویل عرصہ میں حضرت مخدوم پر ایک مقالہ تیار ہو گیا، جس کی تیاری میں دیگر کتابوں کے علاوہ حضرت مخدوم کے مطبوعہ ملفوظات "الدر المنظوم" خاص طور سے پیش نظر تھے، مقالہ ملتان بھیج دیا گیا، مگر اس رسالہ کا خاص نمبر شائع نہیں ہوا، مدیر رسالہ سے ایک طویل خط و کتابت کے بعد وہ مقالہ مجھے واپس ملا مقالہ کی تیاری کے سلسلہ میں جو مواد پڑھنے کا اتفاق ہوا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم آٹھویں صدی ہجری یعنی چودھویں صدی عیسوی کی مغربی پاکستان کی نہایت

فعال اور باعظمت شخصیت ہیں، ۷۰۷ھ میں اوچ میں پیدا ہوئے اور ۷۸۵ھ میں وصال ہوا، انکی سرگرمیوں سے تمام ہند پاکستان متاثر ہوا بلکہ ان کے تبلیغی و علمی اثرات بیرون ہند بھی پہنچے خیال ہوا کہ حضرت مخدوم پر ایک مفصل کتاب لکھی جائے۔

بعض احباب نے جب یہ مقالہ دیکھا تو پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور کتابی شکل میں منتقل کرنے کی تائید کی اس سلسلہ میں مخدوم پیر حسام الدین راشدی کا اسم گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہے چنانچہ میں نے اس موضوع پہ مزید مواد جمع کرنا شروع کر دیا جولائی ۱۹۶۰ء میں علی گڑھ، بدایوں اور بریلی کے سفر کا اتفاق ہوا، علی گڑھ میں اس موضوع سے متعلق دو نئی کتابیں مقرر نامہ (مخدوم کے مکتوبات) اور سراج الہدایہ (ملفوظات کا مجموعہ) ملیں جو بالکل نیا مسالہ تھا۔

جنوری ۱۹۶۲ء میں کراچی کے بعض مخلص احباب نے "ادارہ تحقیق و تصنیف کراچی" کے نام سے ایک علمی ادارہ کی بنیاد رکھی اور اس میں طے کیا کہ "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" کے مقالہ کو کتابی شکل دیدی جائے، چنانچہ میں نے از سر نو کام کا آغاز کر دیا، بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کے بعد یہ کتاب تکمیل پذیر ہوئی۔

اس کتاب کی تیاری میں حضرت مخدوم کے ملفوظات کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے، حضرت کے ملفوظات کا ایک مجموعہ جامع العلوم کے نام سے ان کے مرید علاء الدین علی نے مرتب کیا ہے جو حضرت مخدوم کے دہلی کے دہ ماہہ قیام کی تفصیلی روئداد ہے اس کتاب کا اردو ترجمہ "الدر المنظوم" کے نام سے مولوی نور الحسن بن نواب صدیق حسن قنوجی کی فرمائش پر دہلی سے ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں شائع ہو چکا ہے، ترجمہ کے فرائض مشہور عالم مولوی ذوالفقار احمد سارنگ پوری نے انجام دئے ہیں، اس کتاب کا اصل فارسی نسخہ بھی ہمیں مقابلہ کے لئے مل گیا، مقرر نامہ اور سراج الہدایہ کے نسخے علی گڑھ میں ملے مگر حضرت مخدوم کے

دوسرے ملفوظات خزانۂ جلالی، جواہر جلالی اور مظہر جلالی وغیرہ کا حصول سخت دشوار تھا دسمبر ۱۹۶۲ء میں خاص اس مقصد کے لئے بہاولپور، ملتان اور اوچ کا سفر اختیار کیا، اوچ میں گیلانی اور بخاری دو خانقاہیں ہیں بخاری خانقاہ میں بالکل مقصد برآری نہ ہوئی بلکہ وہاں کے کوائف و حالات سے سخت مایوسی ہوئی، مگر اس سفر میں ایک ذی علم نوجوان عبیداللہ بن مولوی فقیر اللہ خاں صاحب سے تعارف ہو گیا، جو بعد کو ہمارے لئے خضرِ راہ ثابت ہوئے اپریل ۱۹۶۳ء میں پھر اوچ حاضر ہوا یہ سفر اس اعتبار سے بہت کامیاب رہا کہ کم و بیش ایک ہفتے کے قیام میں حضرت مخدوم کے تمام ملفوظات نیز حضرت سے متعلق دوسرا قلمی مواد دیکھنے کو مل گیا، جس کی روداد مندرجہ ذیل ہے:۔

۱۔ گیلانی خانقاہ سے متعلق ایک کتب خانہ ہے جس میں بیشتر مواد قلمی ہے، اس کتب خانہ کی ایک فہرست بھی ڈاکٹر غلام سرور صدر شعبہ فارسی کراچی یونیورسٹی کی تیار کردہ شائع ہو چکی ہے، اس میں خزانۂ جلالی کا ایک نسخہ ملا اس نسخہ کے حصول میں ہمارے دوست عبیداللہ خاں صاحب کی مساعی جمیلہ کو پورا پورا دخل رہا۔

۲۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خانقاہ کے مجاوروں کے دو قدیم خاندان اوچ میں موجود ہیں جو خلیفہ کہلاتے ہیں، ان میں سے ایک بزرگ خلیفہ اللہ داد خاں کی خدمت میں ہم حاضر ہوئے اول تو انہوں نے کتابیں دکھانے سے صاف انکار کر دیا مگر دوران گفتگو میں ان کے صاحبزادے غلام شبیر صاحب کو معلوم ہوا کہ میرا قدیمی وطن آنولہ ضلع بریلی (روہیل کھنڈ) یو۔پی ہے، وہ وہاں کے مشہور عالم مفتی عبدالحفیظ حقانی (ف ۱۹۵۸ء) کے دورۂ حدیث میں شریک ہوئے تھے، جس زمانہ میں مفتی صاحب مدرسہ انوار العلوم ملتان میں شیخ الحدیث رہے تھے، اس تعلق کے معلوم ہونے کے بعد وہ اپنا تمام ذخیرہ کتب دکھانے کے لئے تیار ہو گئے۔

خلیفہ اللہ داد خاں صاحب کے ذخیرے میں خلاصہ خزانہ جلالی، خلاصہ جواہر جلالی خلاصہ مظہر جلالی، مناقب الولایت، رسالہ مع حالات صفی الدین گازرونی، سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (فارسی) وغیرہ کتب اور بعض دوسرے کاغذات، مسودات اور دستاویز ملے جو بڑے کار آمد ثابت ہوئے، اس خاندان میں خلیفہ غلام محمد اور خلیفہ محمد رمضان وغیرہ صاحب علم بزرگ گزرے ہیں، سادات بخاری (اوچ) پر کئی مسودے اور کتابیں نظر سے گزریں جن کا ذکر اولاد و احفاد کے ضمن میں آٹھویں باب میں کیا گیا ہے۔

۳۔ مجاوروں کا دوسرا خاندان خلیفہ غلام محمد کا ہے، ان سے جب ملاقات ہوئی اور عرض مطلب کیا تو انہوں نے ایک کتاب "مناقب الاصفیاء" (قلمی) فوراً پیش کر دی، مگر جیسے ہی ہم نے اخذ و اقتباس کا آغاز کیا تو فوراً ہاتھ پکڑ لیا اور نقل سے مانع ہوئے بمشکل اس کتاب سے بعض اقتباسات لئے جا سکے۔

۴۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے موروثی سجادہ نشین نوبہار شاہ ہیں دسمبر ۱۹۶۲ء میں ان کے یہاں سے ناکام واپس آیا تھا، اب کی مرتبہ پھر کوشش کی کئی دفعہ کی حاضری کے بعد سجادہ نشین اور ان کے صاحبزادوں نے خاندانی اسناد و فرامین وغیرہ دکھائے جو تمام تر معاملات جائداد یا ان کی دنیاوی حیثیت سے متعلق تھے ان میں بہت سے سرکاری افسروں کے رسمی دعوت نامے فریم کئے ہوئے تھے، ایک شجرہ مرحمت فرمایا گیا کہ اس کو شامل کتاب کر لیا جائے، مگر جب اصل ملفوظات کی بات آئی تو حسب عادت ٹال مٹول کرنے لگے، بات قریب ختم تھی کہ منشی بہادر علی نمبردار اور غلام شبیر صاحب کی موجودگی اور تائید نے ہماری مشکل حل کر دی، سجادہ نشین صاحب نے بہت مشکل سے خزانہ جلالی جواہر جلالی، مظہر جلالی اور جامع العلوم کے نسخے دکھائے مگر حضرت مخدوم کا کتابت کردہ قرآن کریم پھر بھی رہ گیا، یہ کتابیں حضرت مخدوم کے حالات کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں

ان کتابوں کا ہم نے تفصیلی تعارف کرایا ہے۔

یہ تو اوچ کی داستان رہی، ملفوظات کے بعض نسخے علی گڑھ، رام پور اور کلکتہ سے ملے ان کا ذکر بھی ضروری ہے۔

۵۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ کی لائبریری میں حضرت مخدوم کے ملفوظات کا ایک مجموعہ "مناقب المخدومؒ" کے نام سے ہے، اس کتاب کے تفصیلی اقتباسات ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب (کراچی) کے پاس محفوظ تھے ڈاکٹر صاحب نے وہ تمام اقتباسات مجھے مرحمت فرمادئے، اس عنایت کے لئے میں ڈاکٹر صاحب موصوف کا شکر گذار ہوں۔

۶۔ علی گڑھ میں پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب سے حضرت مخدوم کے ملفوظات سراج الہدایہ کا نسخہ ملا اور مقرنامہ کا نسخہ سبحان اللہ کلیکشن مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ سے دستیاب ہوا۔ مقرنامہ حضرت مخدوم کے مکتوبات کا قابل قدر مجموعہ ہے۔

۷۔ رضا لائبریری رام پور میں جامع العلوم کے دو نسخے ملے اس کتاب کا ایک نسخہ سجادہ نشین اوچ کے پاس دستیاب ہوا۔ رام پور میں "شجرہ سہروردیہ" اور "مجموعہ تکبیرات راجو قتال" بھی اس موضوع پر نئی کتابیں دستیاب ہوئیں، شجرہ سہروردیہ شیخ سماء الدین دہلوی کے حالات میں اہم رسالہ ہے۔

حضرت مخدوم کے حالات کے سلسلہ میں ان کے ملفوظات جامع العلوم، خزانہ جلالی جواہر جلالی، مظہر جلالی، مقرنامہ، مناقب المخدوم وغیرہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ مقام مسرت ہے کہ مجھے یہ تمام مواد ہمدست ہو گیا اور اس مواد کی روشنی میں حضرت مخدوم کے حالات سمجھنے میں بہت مدد ملی، اس کے علاوہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

لائبریری (کراچی) اسٹیٹ لائبریری بہاولپور، رضا لائبریری رام پور، مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ، کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، کتب خانہ پیر حسام الدین راشدی سے بھی استفادہ کیا ہے، جس کا اعتراف ضروری ہے۔

میں نے حضرت مخدوم کو بحیثیت ایک انسان، عالم اور درویش کے پیش کیا ہے اور ان سے متعلق بعض چیزوں کو من و عن قبول نہیں کیا۔ میری رائے میں حضرت مخدوم سے منسوب سفرنامہ جعلی اور وضعی ہے اسی طرح فیروز شاہ کے عہد میں قدم شریف لانے کا قصہ محض بے بنیاد ہے، میں نے جون جولائی ۱۹۶۳ء میں دہلی، لاہور، رام پور، آنولہ اور دیوبند میں بچشم خود مختلف قدم شریف دیکھے اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سب مجاوروں اور قبر پرستوں کی ایجاد و اختراع ہے، ان دونوں مباحث کو چوتھے اور ساتویں باب میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ نفس کتاب سے متعلق مندرجہ ذیل امور بھی قابل ذکر ہیں۔

۱۔ اس کتاب کے پہلے دو باب مسلم ہندپاکستان کے سیاسی و ثقافتی پس منظر پر مشتمل ہیں میں نے اس حصہ کو مختصر لکھا تھا مگر میرے بزرگ پروفیسر محمد حامی الدین خاں اور برادر عزیز شاہ الحق صاحب کی رائے ہوئی کہ اس حصہ کو ذرا تفصیل سے لکھا جائے تاکہ ہماری علمی و ثقافتی تاریخ صحیح طور سے اجاگر ہو سکے اور حضرت مخدوم سے قبل اور مخدوم کے دور کے تاریخی اور سیاسی حالات منظر عام پر آسکیں نیز ان کی شخصیت اور ان کا کردار پوری طرح واضح ہو جائے۔

(۲) غیر منقسم ہندوستان کو ہر جگہ ہندپاکستان لکھا گیا ہے اب یہی نام زیادہ صحیح ہے چنانچہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۳) ہجری سنین کی عیسوی سنین سے مطابقت کر دی گئی ہے۔

۴۔ کتاب کے آخر میں کتابیات اور اشاریہ بھی شامل ہے۔

۵۔ اوچ کا املا مختلف زبانوں میں مختلف طریقے سے لکھا ہوا ملتا ہے مگر ہم نے اوچ لکھا ہے، یہی آج کل وہاں کے سرکاری کاغذات وغیرہ میں لکھا جاتا ہے۔

جن بزرگوں اور احباب نے اس کتاب کی تیاری میں دلچسپی لی میں ان سب کا ممنت پذیر ہوں، برادر عزیز مولوی ثناء الحق ایم اے، مولوی حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری (دفتری دواخانہ لاہور) نے اس کتاب کا پورا مسودہ پڑھا اور مفید مشوروں سے نوازا جن کو میں نے بطیب خاطر قبول کیا، مولانا محمد ناظم ندوی، شیخ الجامعۃ العباسیہ بہاولپور ڈاکٹر سید معین الحق، جنرل سکریٹری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی اور لفٹیننٹ کرنل محمد عطاء الرحیم، پرنسپل اردو کالج کراچی نے اس کتاب پر تعارف، پیش لفظ اور دیباچہ لکھکر میری ہمت افزائی فرمائی میں ان حضرات کی خدمت میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں مولوی اعجاز الحق قدوسی، جمیل جالبی، حکیم محمود احمد برکاتی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی ہمت افزائی میرے شامل حال رہی۔

کراچی، ۳۰ ستمبر ۱۹۶۳ء محمد ایوب قادری

تعارف

مولانا محمد ناظم ندوی
شیخ الجامعۃ العباسیہ بہاولپور (پاکستان)
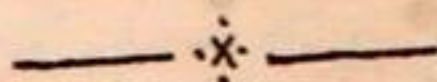
برصغیر پاک و ہند میں صوفیاء کرام اور حنا ترس تاجروں کے ذریعہ اسلام پھیلا ہے، انہیں کے انفاس قدسیہ کے نور سے ظلمت کدہ ہند بقعہ نور بنا، اور صدیوں کے بعد آج بھی اللہ اللہ کرنے والے جو کہیں کہیں خال خال نظر آتے ہیں وہ انہیں صوفیاء کرامؒ کے طفیل ہے، اپنے وطن سے ہزاروں میل دور مرشدوں کی ہدایت پہ چل پڑتے اور صنم کدوں کو توحید کی آواز سے مسجد بنا دیتے۔

حضرت جلال الدین بخاری المعروف بجہانیاں جہاں گشت آٹھویں صدی کے مشہور بزرگ گزرے ہیں، جن کے قدم سے مغربی پاکستان میں اسلام پھیلا ہے اور جن کے فیوض وبرکات سے ایک عالم مستفیض ہوا ہے۔ زیر نظر مسودہ کے سرسری نظر سے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف جناب محمد ایوب قادری نے بڑی محنت وکاوش اور تحقیق جستجو سے مواد فراہم کیا ہے، اللہ تعالےٰ مؤلف کی سعی مشکور فرمائے، کیا عجب ہے کہ اس دور ظلمت میں ان صوفیاء کرام کی سوانح سے دل کی سرد انگیٹھی پھر گرم ہونے لگے اور دل کی اجڑی ہوئی ویران دنیا پھر آباد ہونے لگے اور مسلمانوں کو تعمیر سیرت اور اصلاح اخلاق کیطرف توجہ ہو

خاکسار
محمد ناظم ندوی

دیباچہ

ڈاکٹر سید معین الحق
جنرل سیکریٹری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی

مسلمانان ہند پاکستان کی تاریخ کے اہم ابواب میں سے ایک صوفیا کا کارنامہ ہے، اب تک ان کی زندگی کے صرف ایک پہلو پر زور دیا گیا ہے، یعنی دنیا سے بے تعلقی یا ان سے عقیدت رکھنے والوں نے ان کی کرامات کے قصوں سے تذکروں کے صفحات رنگ دئے ہیں، اس بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ ان واقعات میں حقیقت کس قدر ہے یہ امر قابل توجہ ہے کہ کسی صوفی شیخ کی کرامت نہ اس کے لئے قابل فخر سمجھی جا سکتی ہے، اور نہ تہذیب و تمدن کی تاریخ میں اس کو کوئی مقام حاصل ہے، اس کے علاوہ تذکروں میں اس قسم کے واقعات اور قصوں کے شامل ہو جانے سے ان کے مطالعہ میں بہت سی دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ یوں ہی ہمارے ان رہنماؤں کے حالات کے لئے ماخذ بہت محدود ہیں، اکثر تذکرے بعد میں لکھے گئے ہیں اور معاصر شہادت کی حیثیت

نہیں رکھتے۔ مشائخ کے ملفوظات میں بھی اضافے وغیرہ ہو گئے ہیں جن مورخوں نے تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں انہوں نے معاشرتی مسائل کی طرف بہت کم توجہ کی ہے، ان ساری باتوں کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ دور جدید کے مورخوں نے اس باب کی طرف بہت کم توجہ کی، یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ برصغیر میں تاریخ نویسی کی روایات استعمار پسند انگریز مصنفوں نے قائم کیں، ان کے پیش نظر چند مقاصد تھے چنانچہ وہ تاریخ کے ان ہی پہلوؤں پر زور دیتے تھے جن سے ان مقاصد کے حصول میں کسی قسم کی مدد ملتی تھی۔

پاکستانی مورخوں کا یہ بہت ضروری اور اہم فرض ہے کہ اپنی تاریخ کے ان ابواب کی صحیح تصویر اور حقیقی پس منظر پیش کریں جو اس وقت محتاج توجہ رہے ہیں، ان ہی ابواب میں سے ایک صوفیاء کے حالات اور ان کے کارنامے ہیں، بعض وجوہات کی بناء پر ایک زبردست غلط فہمی جس کے ہم میں سے اکثر شکار ہیں، یہ نظریہ ہے کہ صوفیاء رہبانیت کی زندگی بسر کرتے تھے، یہ ایک حد تک قابل افسوس امر ہے کہ بعض وہ مورخ بھی جنہوں نے اس مسئلہ کا وسیع مطالعہ کیا ہے، صوفیاء کی سیاست سے کنارہ کشی اور زندگی کے ہنگاموں سے اپنے دامن کو محفوظ کرنے کی کوشش پر زور دیتے وقت حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں، ان کے بیانات سے کچھ ایسا اندازہ ہونے لگتا ہے کہ وہ صوفیاء کو ایک ایسا طبقہ سمجھتے ہیں جو اسلامی معاشرہ سے خود کو علیحدہ رکھنا چاہتا ہے، حالانکہ یہ قطعاً غلط اور گمراہ کن نظریہ ہے، ہاں یہ صحیح ہے کہ

جہاں تک خود ان کی نجی زندگی کا تعلق تھا وہ حکومت کی سرپرستی اور ملازمت سے احتراز کرتے تھے، جس طرح علماء کبار درس و تدریس کی کوئی اجرت نہیں لیتے تھے بلکہ احباب، عقیدت مند اور دوسرے مسلمانوں کے پیش کردہ "فتوحات" پہ گذر کرتے تھے، اسی طرح خانقاہ نشین اپنے لئے ذرائع آمدنی پیدا کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے، جو کچھ کوئی دے جاتا اس کو قبول کر کے خدا کا شکر ادا کرتے ورنہ فاقہ کرتے، شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی جن کی خانقاہ میں بہت بڑی تعداد میں لوگ رہتے تھے اور لنگر کا کھانا کھاتے تھے، ابتدائی زمانہ میں کئی کئی روز تک فاقہ کرتے، لیکن کسی سے کچھ طلب کرنا شان فقیری کے خلاف سمجھتے، بلکہ اپنی والدہ محترمہ کے بتلائے ہوئے اصول پہ عمل کرتے ہوئے فاقہ کے دن یہی کہتے تھے کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں، علماء اور مشائخ اس طریقِ کار کو توکل کہتے، اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ معاشرہ سے بے تعلقی کی زندگی بسر کرتے تھے حقائق کو نظر انداز کرنا ہے، واقعہ تو یہ ہے کہ خدمت خلق کو وہ اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ کسی دوسرے طبقہ کی زندگی میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے، طاعت خدا و رسول کے ان کی نظر میں دو پہلو تھے، لازمی و متعدی، لازمی کے تحت وہ عبادات تھیں جن سے شریعت نے انسان کو مکلف کیا ہے، مثلاً نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ ان کا اثر انسان کی اپنی ذات تک محدود ہے، متعدی میں وہ امور شامل ہیں جن کے نتائج اپنی ذات کے علاوہ دوسروں پر اثر انداز ہوتے ہیں، یہی جذبہ تھا جس کی بدولت عظیم المرتبت مشائخ

معاشرہ کی اصلاح کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرتے تھے ان میں سے اکثر کو ہم دیکھتے ہیں کہ نہ امراء و سلاطین سے تعلق کو بھی ضروری سمجھتے ہیں، اس لئے نہیں کہ ان کے ذریعہ دنیوی جاہ و ثروت حاصل کریں بلکہ اس مقصد سے کہ ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش میں سہولت ہو۔

مغربی پاکستان میں مشائخ کی ان اصلاحی کوششوں کے دو اہم مراکز ملتان اور اوچ رہے ہیں، آخر الذکر کی اہمیت زیادہ تر مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور ان کے سلسلہ کی وجہ سے ہے، وہ محمد بن تغلق اور اس کے جانشین فیروز شاہ کے ہمعصر تھے اور دونوں کو ان سے عقیدت تھی ان کا تعلق سلسلہ سہروردیہ اور چشتیہ نظامیہ سے ہے، چودھویں صدی عیسوی کی تمدنی تاریخ میں انہوں نے نمایاں عمل ادا کیا ہے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ ان کے حالات پر ایک مفصل اور مستند کتاب کی سخت ضرورت تھی، محمد ایوب قادری صاحب کی کتاب نے اس ضرورت کو پورا کیا ہے، انہوں نے اس کی تیاری میں کس قدر کاوش کی ہے اس کا اندازہ کتاب پڑھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے، یہ کتاب تاریخ اور اردو ادب دونوں میں ایک مفید اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔

سید معین الحق

۱۲ر جون ۱۹۶۳ء

پیش لفظ

جناب لفٹیننٹ کرنل محمد عطاء الرحیم صاحب

پرنسپل اردو کالج کراچی

صوفیائے کرام کی مقدس جماعت نے برصغیر ہند پاکستان میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کی جو شاندار خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ ہند پاکستان کا روشن باب ہیں اور ان ہی نفوس قدسیہ کی تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ آج برصغیر میں کم و بیش دس گیارہ کروڑ مسلمان موجود ہیں، اکابر صوفیاء میں داتا گنج بخش ہجویریؒ، خواجہ معین الدین اجمیریؒ، خواجہ بختیار کاکیؒ۔ بابا فرید الدین گنج شکرؒ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، قاضی حمید الدین ناگوریؒ وغیرہ آسمان معرفت و سلوک کے وہ روشن اور تابندہ ستارے ہیں جن کی ضیا باریوں سے سرزمین ہند پاکستان ہمیشہ روشن و تاباں رہے گی، قول کے بجائے یہ حضرات اسلام کی تعلیم عمل سے دیا کرتے تھے اور ان کی زندگی گویا اسلامی تعلیمات کی عملی تفسیر ہوتی تھی، ان کی بے ہمہ و باہمہ زندگی اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتی تھی۔ ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ کا بیان ہے کہ جب

حضرت خواجہ اجمیریؒ دہلی سے اجمیر کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں سات سو اشخاص مشرف بہ اسلام ہوئے، ان ہی صوفیائے کرام کا یہ فیض ہے کہ ہند پاکستان میں ایک مستحکم مسلم معاشرہ وجود میں آیا، یہ حضرات رنگ و نسل، زبان و بیان اور ملک و قوم کے امتیاز کو ایک دم ختم کرکے صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگ دیتے تھے، حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفاء کی ایک کثیر تعداد ہے، اس میں بلخ و بخارا کے آئے ہوئے مسلمان بھی ہیں، اور اودھ، پنجاب و دکن اور بنگال کے مسلمان بھی ہیں اور یہ سب اپنے شیخ کے اتباع میں رشد و ہدایت کے فرائض اپنے اپنے مقام پر انجام دے رہے ہیں، ان میں صوبائی عصبیت نسب و نسل کا افتخار یا زبان کی برتری کا کوئی احساس نہیں ہے وہ "انما المومنون اخوۃ" کا درس دیتے ہیں اور مسلم معاشرہ کو بنیان مرصوص کی طرح مستحکم بنا دیتے ہیں، صوفیاء کی اس مقدس جماعت نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مقامی ہند پاکستانیوں سے ربط و ضبط قائم کیا اور ظاہر ہے ان روابط کے لئے مقامی زبانوں کا سہارا لینا پڑا ہوگا، اس طرح ان حضرات کے ذریعہ ایک نئی زبان پروان چڑھی جو بعد میں اردو زبان کے نام سے موسوم ہوئی، بابائے اردو مولوی عبدالحق، حکیم مولوی شمس اللہ قادری اور پروفیسر محمود خاں شیرانی نے صوفیاء کرام کے جملوں، کہاوتوں اور اشعار کو تلاش کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو کی نشو و نما میں ان حضرات کا معتد بہ حصہ ہے۔ صوفیاء کی جماعت بازار، مدرسہ، خانقاہ اور

دوبارہ ہر جگہ تلقین و ارشاد کا کام انجام دیتی ہے، سہروردی سلسلہ کے مشائخ نے بادشاہوں سے تعلقات قائم کرکے بادشاہوں کی مطلق العنانی اور اسلام کی خلاف ورزی کو روکا اور مشائخ چشت نے بادشاہوں سے علیحدہ رہ کر ان کے دل پر اپنی عظمت کا نقش بٹھا دیا۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی سلسلہ کے نامور صوفی بزرگ تھے وہ ۷۰۷ھ میں مغربی پاکستان کے مشہور مقام اوچ میں پیدا ہوئے اور ۷۸۵ھ میں ان کا وصال ہوا۔ وہ ملتان کے مشہور صوفی شیخ حضرت رکن الدین کے مرید و خلیفہ تھے، چشتیہ سلسلہ میں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے خلافت یافتہ تھے، فیروز شاہ تغلق سے حضرت مخدوم کے تعلقات بہت اچھے تھے وہ اکثر دہلی تشریف لیجاتے تھے، بادشاہ کو مشورے دیتے تھے، مہم ٹھٹھہ کے موقعہ پر حضرت مخدوم نے سلطنت دہلی کی خاص خدمات انجام دیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مغربی پاکستان میں ان کا کس قدر اثر و رسوخ تھا، حضرت مخدوم اور ان کے خاندان کے ذریعہ سے مغربی پاکستان میں خاص طور سے اسلام کی اشاعت ہوئی بہت سے راجپوت قبیلے مسلمان ہوئے، حضرت مخدوم اسلامی علوم کے بہت بڑے فاضل اور بحر معرفت کے بہت بڑے غواص تھے۔ تمام زندگی تعلیم و تدریس اور تلقین و ارشاد سے عبارت رہی دور دور سے لوگ تعلیم و تلقین کے لئے حاضر خدمت ہوتے تھے، اور حضرت مخدوم کی خدمت میں رہ کر اپنی دلی مراد کو پہنچتے تھے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے حالات نہایت محنت اور تحقیق سے محمد ایوب قادری صاحب نے تحریر کئے ہیں اور اس طرح انہوں نے علم و ادب کی ایک گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ ایوب قادری صاحب نے حضرت مخدوم کے ملفوظات تک رسائی حاصل کی جو بڑا دقت طلب کام تھا کیونکہ ان میں سے تقریباً تمام ملفوظات زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کو علی گڑھ، رام پور، اوچ، بہاولپور، ملتان اور لاہور کے سفر کرنے پڑے کتاب کے مطالعہ سے ناظرین کو قادری صاحب کی محنت کا خود اندازہ ہو جائے گا۔

ایوب صاحب اردو کالج کے اساتذہ میں شامل ہیں اس لئے مجھے اور زیادہ مسرت ہے کہ انہوں نے تحقیق و تجسس کا کام اتنے سلیقہ سے انجام دیا ہے۔

اردو کالج — محمد عطاءالرحیم

کراچی — ۸ر جون ۱۹۶۳ء

مقدمہ

برصغیر ہند پاکستان کے بعض حصوں میں مسلمانوں کا داخلہ خلافت راشدہ کے دور میں ہی ہو چکا تھا، لیکن اسلامی فتوحات کا صحیح طور پہ آغاز محمد بن قاسم کے حملہ سے ہوا، اسی وقت سے یہاں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہوا اور اسی زمانہ سے اس سرزمین میں تبلیغی کوششیں شروع ہوئیں، محمد بن قاسم کے حملہ کے تقریباً تین سو سال بعد محمود غزنوی نے ایک دوسرے راستہ سے برصغیر میں داخل ہو کر اسلامی اثرات کو زیادہ وسیع کیا، اس کے اخلاف نے بعض حالات کی بناء پر اپنا مستقر سلطنت غزنین سے اٹھا کر پنجاب میں قائم کیا اور اس طرح اسلامی روایات کو اس قدیم صنم کدہ میں پھلنے پھولنے کے زیادہ مواقع میسر آئے، اس زمانہ میں بعض اولیاء اللہ نے تبلیغی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا اور آفتاب اسلام کی شعاعیں مقامی لوگوں کے قلوب میں نفوذ کرنے لگیں، اس دور کے اولیاء میں حضرت داتا گنج بخشؒ کا نام بہت نمایاں ہے، یہ وہ مقدس ہستی ہے جس کو ہند پاکستان میں چشتیہ سلسلہ کی بزرگ ترین شخصیت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے بھی خراج عقیدت پیش کیا ہے اور جس کے بارے میں یہ شعر ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے ؎

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما

حضرت داتا صاحب نے دورِ غزنوی میں لاہور میں آکر قیام فرمایا اور دین کی تبلیغ کا فریضہ

انجام دیا۔ محمد غوری کی پرتھوی راج پر فتح حاصل کرنے سے پہلے ہی خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اس سرزمین میں قدم رنجہ فرمایا اور اجمیر جیسے مرکز کفر و شرک کو توحید کے نور سے جگمگایا آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد اس خانوادے کے دیگر بزرگوں مثلاً خواجہ بختیار کاکیؒ بابا فرید گنج شکرؒ، شیخ نظام الدین اولیاؒ، مخدوم علاء الدین صابر کلیریؒ، نصیر الدین چراغ دہلیؒ، خواجہ گیسو درازؒ وغیرہ نے اشاعت اسلام کے سلسلہ میں جو مساعی کیں اور دین متین کو جس طرح برصغیر کے مختلف گوشوں میں پہنچایا اس کی تفصیل بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں۔

دہلی میں مسلمانوں کو حکومت کرتے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ صوفیہ کے دوسرے اہم خانوادے سہروردیہ کے بزرگ تبلیغ دین میں ساعی ہوئے اور انہوں نے اشاعت دین کا مرکز ملتان کو بنایا، وہیں حضرت شہاب الدین سہروردی کے اجل خلیفہ حضرت بہاء الدین زکریا نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا اور ان کے بیٹے صدر الدین عارفؒ اور پوتے رکن الدین ابو الفتحؒ نے اپنے فیوض و برکات سے اس نواح کے لوگوں کی حالت کو بدل دیا۔

ملتان کے قریب ہی اس خانوادے کی تبلیغی کوششوں کا دوسرا مرکز اوچ میں قائم ہوا، آج کا یہ اجڑا دیار اس زمانہ میں سیاسی اہمیت کا بھی حامل تھا، چنانچہ کچھ ہی عرصہ پہلے سلطان التمش کے حریف مقابل ناصر الدین قباچہ کا دار الحکومت رہ چکا تھا اور اس وقت بھی سلطنت دہلی کے مغربی صوبہ کا ایک اہم مقام تھا، اس جگہ جلال سرخ بخاریؒ، جمال خندہ روؒ، احمد کبیرؒ۔ جلال الدین جہانیاں جہاں گشتؒ اور ان کے برادر خورد راجو قتالؒ جیسے مقدس بزرگوں نے تبلیغ دین اور رشد و ہدایت کا کام انجام دیا۔ اوچ میں سلسلہ قادریہ کے بھی ایک بزرگ شیخ محمد غوث جیلانیؒ نے نزول اجلال فرمایا اور تبلیغ و اشاعت دین کا کام کیا لیکن سہروردی

سلسلہ کے بزرگوں کے کارناموں کی درخشانی میں ان کی مساعی کی روشنی کسی قدر ماند نظر آنے لگی۔

سلسلہ قادریہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی کوششوں کے ثمرات از عنہ مابعد میں ظاہر ہوئے، حضرت غوث گوالیاریؒ سے سلسلہ قادریہ اور حضرت باقی باللہ اور ان کے اجل خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے سلسلہ نقشبندیہ کو کافی تقویت و شہرت حاصل ہوئی، اور ان دونوں خانوادوں کے بزرگوں نے رشد وہدایت اور تبلیغ واشاعت دین کا کام اسی شد ومد سے انجام دیا جس شدت سے مذکور الصدر دو سلسلوں کے اکابر دے چکے تھے یا دے رہے تھے۔

تبلیغ دین کے سلسلہ میں اولیاء اللہ کے جو کارنامے ہیں ان کا ایک مجمل خاکہ بھی کافی تفصیل چاہتا ہے، ان سے صرف نظر کرکے یہاں اس قدر بتا دینا کافی ہوگا کہ مغربی پاکستان میں یوں تو تمام خانوادوں کے بزرگوں کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں، تاہم سلسلہ سہروردیہ کا اثر سب سے زیادہ نمایاں رہا، اس کا سبب ظاہر وباہر ہے، اس سلسلہ کے بزرگوں نے شروع ہی سے اپنے لئے اس علاقہ کو منتخب کرلیا تھا، چنانچہ جتنی مقتدر ہستیاں ہوئیں ان کے اثرات اگرچہ برصغیر کے اور گوشوں میں بھی پہنچے لیکن ان کے فیوض وبرکات سے یہی علاقہ زیادہ متاثر و متمتع ہوا، یہاں کے باشندے قدرتی طور پر جسمانی قرب کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ کے بزرگوں سے روحانی طور پر بھی قریب رہے اور عرصہ دراز تک یہ پورا علاقہ ان نفوس قدسی کے فیض وکرم کا زلہ ربا رہا۔

سہروردی سلسلہ کے بزرگوں کا مقصد دیگر سلاسل کے اکابر کی طرح یہی تھا کہ لوگوں کی اصلاح حال پر توجہ مرکوز کی جائے، ان کے قلوب کو آلودگیوں سے پاک کرکے ان میں توحید کا نور داخل کیا جائے اور معاشرے کی پوری طرح تطہیر کی جائے لیکن ان بزرگوں کے

یہاں ایک ایسی چیز نہایت نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے جو چشتیہ سلسلہ کے مشائخ میں تقریباً مفقود ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بزرگ سیاسی معاملات کو دنیوی باتیں سمجھ کر ان سے کبھی روگرداں نہیں رہے بلکہ انہوں نے معاملات ملکی اور امور سلطنت میں کافی حصہ لیا اور اپنی کوششوں سے مطلق العنان بادشاہوں کو جادۂ اعتدال سے بھٹکنے نہیں دیا، بعض حضرات ان بے لوث ہستیوں کی مقدس زندگیوں کے اس پہلو کو دیکھ کر سوئے ظن میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ان کا بادشاہوں سے میل جول رکھنا اور دربار شاہی میں رسوخ حاصل کرنا محض اس لئے تھا کہ دین کے پردے میں دنیا کمائی جائے اور دولت و مرتبہ کے حصول کی کوشش کی جائے، لیکن ان کا یہ نظریہ قطعاً باطل ثابت ہوتا ہے، جب ان بزرگوں کی زندگیوں کا امعان نظر سے جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس نوع کے کام نفس پرستی اور جاہ طلبی پر مبنی نہیں تھے، بلکہ ان کا مقصد حکومت کے کاموں میں اسلامی روح داخل کرنا تھا، اپنے اس طریق کار میں وہ بعض ان صحابہؓ اور تابعین کے پیروکار تھے جنہوں نے سیاست مدن کو دین کا ایک حصہ سمجھ کر اس میں دلچسپی لی اور حکمرانوں کو صحیح مشورے دیکر عوام کو بدعنوانیوں اور بے اعتدالیوں کا ہدف بننے سے بچایا، اگرچہ بعض خیرہ چشم لوگ ان صحابہ اور تابعین کو بھی مطعون کرنے سے نہیں چوکے جنہوں نے حکومت کے کاموں کو شجر ممنوعہ سمجھ کر ان سے اپنا دامن نہیں بچایا۔ تاہم جن حضرات کے دماغوں میں اتنی کجی نہیں ہے وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان مقدس روحوں کا امور ملکی میں دخل دینا دین کے منافی تھا یا دین کے عین موافق اور جن اولیاء اللہ نے ان کا اتباع کیا وہ جاہ پرست و دنیا دار تھے یا معاشرہ کی اصلاح کے خواہاں اور ملت کے بہی خواہ تھے۔

بہر حال سہروردی سلسلہ کے بزرگوں نے برصغیر ہند پاکستان کے مختلف حصوں کے ساتھ عموماً اور مغربی پاکستان کے علاقہ کے ساتھ خصوصاً جو اعتنا برتا اور یہاں دین کی

تبلیغ واشاعت کی جو کوششیں کیں وہ ہرگز قابل فراموش نہیں، ان نفوس قدسی کے ان کارناموں کو دیکھتے ہوئے ازبس ضروری تھا کہ ان کے حالات زندگی اور ان کی جملہ مساعی کو کسی قدر تفصیل سے لکھا جائے تاکہ ہماری تاریخ کے سنہری ابواب میں ان کے درخشاں کارنامے پوری طرح اجاگر ہو کر سامنے آئیں اور ان کی صحیح حیثیت متعین کی جاسکے ملتان کے تین بزرگوں بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، صدرالدین عارفؒ اور رکن الدین ابوالفتحؒ کے تفصیلی حالات شائع ہو چکے ہیں، اوچ جو سہروردی سلسلہ کا دوسرا اہم مرکز تھا اس کے اہم ترین بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے حالات اور کارنامے ابھی تک پوری طرح منظر عام پر نہیں آئے تھے اور اس عظیم شخصیت کو وہ خراج عقیدت پیش نہیں کیا گیا تھا جس کی وہ مستحق تھی۔ غالباً اس وقت تک زمانہ "مردے از غیب بروں آید وکارے بکند" کی عملی تفسیر کا منتظر تھا، چنانچہ محمد ایوب قادری صاحب کے ہاتھوں یہ کام سرانجام کو پہنچا، اور انہوں نے نہایت کوشش وکاوش سے اس بلند پایہ ہستی کے حالات اور کارناموں کی چھان بین کر کے ان کو قلم بند کیا، اور زیر نظر کتاب کی شکل میں اردو داں طبقوں کے ہاتھوں میں پہنچایا۔

انبیاء اور صوفیہ کے حالات میں بعض قارئین معجزات اور کشف وکرامات کو خصوصیت سے تلاش کرتے ہیں، ان کے نزدیک ان معصوم اور مقدس ہستیوں کی معراج یہی ہے کہ وہ فوق الفطرت باتیں دکھا کر دنیا کو محو حیرت کرتے رہیں، اگر کسی نبی یا ولی کا ذکر کیا جائے اور اس میں معجزوں اور کرامتوں سے صرف نظر کر لیا جائے تو ایسے لوگوں کے نزدیک وہ ذکر نہ صرف روکھا پھیکا ہوگا بلکہ ان بزرگ ہستیوں کی ایک گونہ توہین متصور ہوگا، انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں برحق لیکن غور کیا جائے تو یہ چیزیں ان کا منتہائے کمال نہیں ہو سکتیں، ان کی پاک زندگیوں کا مقصد سچائی کو دنیا میں پھیلانا اور خود کو انسانیت کا اعلیٰ نمونہ بنا کر پیش کرنا

ہے، تاکہ بنی نوع انسان ہدایت پائے اور ان کے نقوش قدم پر چل کر مقصد حیات تک پہنچنے کی کوشش کرے، لہٰذا ان مقدس روحوں کو خراج عقیدت اسی طرح پیش کیا جاسکتا ہے کہ ان کی زندگیوں کے صحیح خدوخال دنیا کے سامنے لائے جائیں اور یہ بتایا جائے کہ زندگی کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر کیا تھا۔

ایوب صاحب نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے سوانح لکھتے وقت ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھا ہے، جو لوگ ان کے کشف و کرامات جاننے کے متمنی ہیں وہ یقیناً ان حالات کو پڑھ کر مایوس ہوں گے، لیکن جن لوگوں نے صوفیہ اور اولیا کی زندگی کے مقصد کو سمجھ لیا ہے وہ یقیناً مولف کی اس پیشکش سے ایک گونہ خوشی محسوس کریں گے، قابل مولف نے اس مقدس ہستی کو گوشت پوست کا ایک مجسمہ بنا کر پیش کیا ہے، مادی دنیا سے اس کے تعلقات کو واضح کرنے کے لئے اس دور کے جس میں رہ کر اس نے اپنی قابل تقلید زندگی گزاری سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کا ایک واضح خاکہ پیش کیا ہے، اس کے ماضی اور حال کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، پھر اس کی حیات دنیوی کے تمام گوشوں کو ایک ایک کرکے دکھایا ہے، پیدائش، بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے حوائج و ضروریات کو بتایا ہے، یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اس نے طریقت کے تقاضوں کو کس طرح پورا کیا۔ دین متین کی کیا خدمات انجام دیں، سلوک کی راہوں کو کیسے طے کیا، دنیا سے تعلق رکھنے کے باوجود آلائش دنیوی سے اپنے دامن کو کس طرح بچائے رکھا اور اپنے عمل سے دنیا کو بتا دیا کہ "جام و سنداں باختن" کی صحیح تفسیر ہے، مولف کے قلم معجز رقم نے بعض غلط فہمیوں کا بھی نہایت کامیابی سے ازالہ کیا ہے، مثلاً سفرنامہ کا حضرت مخدوم سے انتساب یا قدم شریف کا ایک تاریخی چیز ہونا۔

کتاب جس نہج پر لکھی گئی ہے اور اس کی تالیف میں جو کاوش و کوشش کی گئی ہے

اس نے اس کو ایک اہم تحقیقی تصنیف بنا دیا ہے اور اس میں جو مواد شامل ہے اس کی بنا پر یہ ایک ایسی گرانقدر شے بن گئی ہے جو ہر طبقہ کے لئے دلچسپ اور مفید ہے مولف نے مواد کی فراہمی میں جس قدر محنت کی ہے اس کا ایک معمولی سا اندازہ کتابیات سے لگایا جاسکتا ہے، لیکن ان کے کام کی صحیح قدر و قیمت صرف کتابوں کی طویل فہرست میں مضمر نہیں ہے بلکہ انہوں نے مختلف شہروں کا سفر کرکے مشاہدہ اور مطالعہ کے ذریعہ جو مواد جمع کیا ہے وہ ان کی تحقیق پسند طبیعت کا آئینہ دار ہے، ممکن ہے آئندہ اس موضوع پر کوئی صاحب اس سے زیادہ وقیع چیز پیش کرسکیں لیکن بحالت موجودہ بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ تالیف اس اہم موضوع کے لئے منفرد ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ ادارہ تحقیق و تصنیف کی پہلی ہی پیشکش ایک عظیم المرتبت ہستی کے کوائف و حالات کا جامع مرقع اور ایک ایسے جواں سال و جواں ہمت اہل قلم کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے جو کئی موقعوں پر داد تحقیق دے چکا ہے، اللہ تعالیٰ اس تالیف کو حسن قبول عطا فرمائے اور ادارہ کے لئے اس کو مبارک کرے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب۔

کراچی ۵ اکتوبر ۱۹۶۳ء — ثناء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

باب اوّل

ہند پاکستان میں اسلام کا داخلہ

ساتویں صدی عیسوی میں جب اسلام کا مہر منوّر فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا تو اس نے ایک صدی کے اندر ہی اندر تمام متمدّن دنیا کو اپنے آغوش میں لے لیا اور اپنی ضیا باریوں سے کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو ختم کر دیا، بڑی بڑی قدیم اور باجبروت سلطنتیں اور مطلق العنان حکومتیں دم کے دم میں فنا ہو گئیں۔ قیصر و کسریٰ کا اقتدار خاک میں مل گیا۔ سنہ ۹۳ھ (۷۱۲ء) میں محمد بن قاسم سترہ سالہ مسلم سپہ سالار نے سندھ کو فتح کیا اور راجہ داہر کا راج ختم کر کے مہران کی وادی میں اسلامی حکومت کا سنگ بنیاد رکھا۔ بیشتر آبادی کو انسانیت کے حقوق ملے جو صدیوں سے راجاؤں، مذہبی پروہتوں، برہمنوں اور جاگیرداروں کے جبر و استبداد کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی رعایا نے نئے حاکم اور نئے نظام کو لبیک کہا۔

محمد بن قاسم کی حکومت

محمد بن قاسم نے نئے ملک اور نئے حالات کا بغور مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہاں

کے دفتری نظام کو بڑی حد تک برقرار رکھنا چاہئے، چنانچہ حسب ضرورت اس میں اصلاح کی اور راجہ داہر کے وزیر کا مشورہ مانتے ہوئے مالی اور دفتری نظام برہمنوں ہی کے ہاتھ میں رکھا[1] مسلمان فوج و سپاہ کی ذمہ داری کو پورا کرتے تھے، ہندؤں کے مقدمات ان کی پنچایتوں میں طے ہوتے تھے، ان کو ذمیوں کے حقوق اور پوری مذہبی آزادی دی گئی ان کی عبادت گاہوں اور پجاریوں کا احترام باقی رکھا گیا، محمد بن قاسم کے ایک استفسار کے جواب میں حجاج بن یوسف (ف ۹۵ھ / ۷۱۴ء) نے واضح طور سے ہدایات بھیجیں[2]۔

چون ذمی شدند در خون و مال ایشان دست تصرف ما مطلق نباشد و اجازت کردہ شد تا معبود خود را عبادت کنند و ہیچ کس را از کنیش خود منع و زجر نکنند تا بخانہائے خود برائے خود زندگانی کنند

چونکہ ذمی ہو گئے ہیں اس لئے ان کے جان و مال کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنا چاہئے اور ان کو اجازت دی گئی کہ اپنے معبود کی عبادت کریں اور کوئی شخص ان کو ان کے مذہب سے منع نہ کرے تاکہ وہ اپنے گھروں میں اطمینان سے زندگی بسر کریں ۔

اس طرح محمد بن قاسم نے رعایا کے دل میں اپنی رواداری اور انصاف پسندی کی بدولت ایک خاص مقام حاصل کرلیا، اکثر شہروں اور قصبات کے فتح کرنے پر وہاں

---

[1] چچ نامہ از علی بن حامد کوفی مرتبہ ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ ص ۲۱۱ مجلس مخطوطات فارسیہ، حیدر آباد دکن ۱۹۳۹ء

[2] چچ نامہ ص ۲۱۳

کے عوام الناس تاجروں اور دستکاروں کو عام معافی دی اور اس طرح ان کے قلوب کو مسخر کر لیا، چچ نامہ میں اس قسم کے اکثر حوالے ملتے ہیں [۱]۔

مردمان صناع و تجار و عوام الناس را امان داد و بندیان الیشان را بگزاشت	صنعت کاروں، تاجروں اور عوام الناس کو امان دی اور ان کے قیدیوں کو رہا کر دیا

چنانچہ جب محمد بن قاسم کو قید کر کے عراق بھیجا تو ہند پاکستان کے لوگ روتے تھے اور ایک روایت کے مطابق باشندگان کیرج نے تو اس کی تصویر بھی بنائی تھی، بلاذری (ف ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) فتوح البلدان میں لکھتا ہے [۲]:۔

فبکی اھل الھند علی محمد وصورہ بالکیرج۔	اہل ہند نے محمد بن قاسم کے غم میں گریہ وزاری کی اور کیرج کے لوگوں نے اس کی ایک تصویر بنائی۔

سندھ میں اموی حکمرانوں کا اقتدار کم و بیش نصف صدی رہا۔ ۱۳۲ھ / ۷۴۹ء میں خلافت اسلامیہ عباسیوں کے قبضے میں آئی اور اس طرح سندھ پر بھی ان کا قبضہ و اقتدار ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ فتح سندھ کے ساٹھ ستر سال بعد تک مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا لیکن جب ان میں یمنی و حجازی قبائلی جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے تو مسلم حکومت کا انحطاط اور زوال شروع ہو گیا اور مقامی باشندوں نے سر اٹھایا جن میں سر فہرست جاٹ اور میڈ قبائل تھے، ملک کے بعض حصے خود

---

[۱] چچ نامہ ص ۲۰۷ و ص ۲۰۹

[۲] فتوح البلدان از احمد بن یحیٰی بن جابر بلاذری ص ۶۱۸ (دار النشر للجامعین بیروت ۱۹۵۷ء)

مختار ہو گئے، آخر میں خلافت بغداد کا اس دور افتادہ علاقے سے برائے نام تعلق رہ گیا، یہاں ۲۴۰ھ/۸۵۴ء میں ہباری خاندان کی حکومت شروع ہو گئی اور ۲۹۰ھ/۹۰۲ء میں ملتان کے بنو سامہ نے خود مختاری کا اعلان کردیا، اس وقت سے سندھ کے مسلم مقبوضات ملتان اور منصورہ کی خود مختار ریاستوں میں منقسم ہو گئے۔

ابو جعفر منصور خلیفہ عباسی نے عمر بن حفص کو والی سندھ بنا کر بھیجا تھا۔ اسی کے زمانے میں ۱۴۲ھ/۷۵۹ء کے لگ بھگ سندھ میں شیعیت کا داخلہ ہوا اور عبداللہ الاشتر علوی تبلیغ کی غرض سے یہاں پہنچے[1] اور ۲۷۰ھ/۸۸۳ء میں پہلا اسماعیلی داعی ہیثم سندھ میں آیا اور یہاں پہنچکر اس نے اپنے عقائد کی تبلیغ کی اور فاطمیوں کی بیعت کی تلقین کی۔[2] یہاں تک کہ ایک صدی کے اندر ہی اندر ۳۷۳ھ/۹۸۳ء میں اسماعیلی ملتان پر قابض ہو گئے اور جلم بن شیبان[3] پہلا فاطمی حاکم مقرر ہوا۔[4]

تبلیغ اسلام

محمد بن قاسم نے ملک گیری اور قیام حکومت کے ساتھ تبلیغ اسلام کے فرائض بھی باحسن وجوہ انجام دئے اور تربیتی ادارے، مساجد اور مدارس قائم کئے بلکہ حجاج بن یوسف کی محمد بن قاسم کو واضح ہدایات تھیں کہ تبلیغ اسلام پر پوری توجہ دی جائے وہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتا ہے۔[5]

---

[1] تاریخ سندھ از مولانا ابوظفر ندوی ص ۱۴۹۔۱۵۰ (دار المصنفین اعظم گڈھ ۱۹۴۷ء)

[2] تاریخ سندھ ص ۲۵۶ [3] ایضاً۔

[4] احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم میں ہے کہ ملتان کے لوگ شیعہ ہیں اذان میں حی علیٰ خیر العمل اور اقامت میں دو بار کلمات ادا کرتے ہیں (ہندوستان عربوں کی نظر میں ص ۳۹۱ دار المصنفین اعظم گڈھ ۱۹۶۰ء) ملتان میں شمس الدین سبزواری بھی باطنی داعی اپنے عقائد کی تبلیغ کے لئے آیا جس کی قبر زیارت گاہ بنی ہوئی ہے (تاریخ ملتان از جیلانی شاہ ص ۱۹۲ مطبوعہ لاہور ۱۹۳۶ء) [5] چچ نامہ ص ۱۳۶۔۱۳۷

ہریک را بکلمہ اسلام استدعا کنید وہر کہ بعز اسلام مشرف گردد او را تربیت کنید۔	ہر ایک کو کلمۂ اسلام کی دعوت دی جائے جو اسلام سے مشرف ہو جائے اس کی (اسلامی اصولوں پر) تربیت کریں۔

اور اس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوا، دیبل کی فتح کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی گئی اور مسلمانوں کی آبادی کا انتظام کیا گیا[1] دیبل کے بعض اعیان و اکابر مشرف باسلام ہوئے چچ نامہ میں دو حضرات قبلہ بن جہتر اور مولائے دیبلی کے نام ملتے ہیں۔ قبلہ بڑا عاقل، ادیب اور منشی تھا، اسلام لانے کے بعد دیبل کی حکومت اسی کو سپرد کردی گئی چچ نامہ کے الفاظ یہ ہیں۔[2]

او مردے عاقل و داہی بود و ادیب ہند و نویسندہ ماہر و نیکو داں بود ..... محمد بن قاسم اسلام بروے عرض کرد و قبلہ را بعز اسلام مشرف گردانید و بہ شہادت مقر گشت و دیوانے را کہ در دیبل نصب کردہ بود در او بوے سپرد و حمید بن وادع البجدی بہ الیشاں شحنہ فرمود و حالت آں ولایت کلی وجزوی بر سبیل امارت بوے مفوض فرمود۔	وہ (قبلہ) دانشمند اور فرزانہ شخص تھا۔ ہند پاکستان کا ادیب، ماہر اور اچھا منشی تھا..... محمد بن قاسم نے اس پر اسلام پیش کیا۔ قبلہ اسلام سے مشرف ہوا اور کلمۂ شہادت کا اقرار کیا اور دیبل میں جو دفتر قائم ہوا تھا وہ اس کے سپرد کیا اور حمید بن وداع البجدی کو وہاں کا کوتوال بنایا اور وہاں کی ولایت کلی وجزوی طور سے سپرد کرکے وہاں کی امارت اس (قبلہ) کے سپرد کی۔

[1] فتوح البلدان ص ۶۱۴

[2] چچ نامہ ص ۱۰۸-۱۰۹

اور مولائے دیبلی قبول اسلام کے بعد محمد بن قاسم کی طرف سے سفیر بن کر داہر کے دربار میں گئے اور ایک مسلمان کا کردار پیش کیا۔[1] محمد بن قاسم جس شہر یا قصبہ کو فتح کرتا وہاں سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھتا تھا۔ دیبل کے متعلق حوالہ گذر چکا ہے۔ نیرون کے متعلق ہے کہ[2]

محمد شحنہ را درون حصار نصب کرد۔۔۔ ۔۔۔ مسجدے بنا نمود و بانگ نماز و امام تعین فرمود۔

محمد بن قاسم نے قلعہ کے اندر کوتوال مقرر کر دیا۔۔۔ مسجد کی بنیاد رکھی نماز کے لئے (موذن) اور امام مقرر کیا۔

الرور کی فتح کے بعد وہاں کے باشندوں پر اخراج مقرر کر دیا اور مسجد کی تعمیر کی۔[3]

وضع علیهم الخراج بالرور وبنی مسجداً۔

الرور کے لوگوں پر خراج مقرر کیا اور مسجد کی بنیاد رکھی۔

ملتان کے متعلق ملتا ہے کہ[4]:

چوں بر اکابر و اعیانِ شہر ملتان عہد وثیق بکرد مسجد جامع و منارہ بنا کرد و امیر داؤد بن نصر بن ولید عمانی با مارت نصب کرد۔

جب ملتان کے اکابر و اعیان سے عہد پختہ ہو گیا تو جامع مسجد اور منارہ تعمیر کرایا اور امیر داؤد بن نصر بن ولید عمانی کو امیر مقرر کیا۔

ان حوالوں کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ محمد بن قاسم نے پوری ذمہ داری کے ساتھ تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیا اور مساجد و مدارس قائم کر کے مسلم معاشرہ کو

---

[1] چچ نامہ ص ۱۳۶۔ ۱۳۷

[2] چچ نامہ ص ۱۱۸

[3] فتوح البلدان ص ۶۱۷

[4] چچ نامہ ص ۲۴۱

استحکام بخشا، اس نے خاص کام یہ کیا کہ سندھ کے بڑے بڑے زمینداروں اور ٹھاکروں کو تبلیغ کے دعوت نامے بھیجے اور واضح طور سے یہ لکھا کہ اسلام قبول کرنے کی صورت میں خراج معاف کر دیا جائے گا، ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا اور بعض نے خراج دینے پر آمادگی ظاہر کی۔[1] محمد بن قاسم کے بعد کے حکمرانوں نے بھی حتی الوسع بتلیغ اسلام کے فرائض انجام دئے، بلکہ کبھی کبھی تو براہ راست دربار خلافت سے ہند پاکستان کے راجاؤں اور زمینداروں کو تبلیغی خطوط پہنچتے تھے اور ان کا خاطر خواہ اثر ہوتا تھا سنہ ۹۹ھ/۷۱۷ء میں جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اکثر راجاؤں کو تبلیغی خطوط لکھے، بعض نے اسلام قبول بھی کیا۔[2] اسی طرح جب سنہ ۱۵۸ھ/۷۷۴ء میں مہدی سریر آرائے خلافت ہوا تو اس کے تبلیغی خطوط کے جواب میں ہندو راجاؤں نے اسلام قبول کیا۔[3] پھر تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض راجاؤں کو خود اسلام کے عقائد تعلیمات کی تحقیق اور معلومات کا شوق ہوا، بزرگ بن شہریار نے عجائب الہند میں لکھا ہے کہ کشمیر بالا اور کشمیر زیرین کے علاقے کے ایک راجا مہروک بن رائق (یا رائک) نے منصورہ کے حاکم عبد اللہ بن عمر کو سنہ ۲۷۰ھ/۸۸۳ء میں ایک خط لکھا کہ ہندی زبان میں اسلام کے احکام اور قوانین کی تشریح کی جائے چنانچہ اس نے اس مقصد کے لئے ایک عراقی نژاد نوجوان کو بھیجا جو عربی کے سوا مقامی زبانوں کا ماہر تھا اس نے راجا کی شان میں قصیدہ کہا اور قرآن کی تفسیر لکھی اور خیال ہے کہ وہ راجا مسلمان ہو گیا تھا۔[4] اور ہند پاکستانی زبان میں قرآن کی یہ پہلی تفسیر تھی۔

---

[1] چچ نامہ ص ۲۰۹ [2] فتوح البلدان ص ۲۰۶ [3] تاریخ سندھ ص ۱۶۱
[4] ہندوستان عربوں کی نظر میں ص ۱۹۳ - ۱۹۵

علمی ترقی

محمد بن قاسم کے ہمراہیوں میں قُرّاء[1] اور حدیث کے بعض عالم بھی تھے ان ہی میں موسیٰ بن یعقوب ثقفی تھے، جو ایک ممتاز عالم اور حدیث کے امام تھے وہ الرور کے قاضی بھی مقرر ہوئے تھے بعد کو ان کا خاندان اوچ میں مقیم ہو گیا تھا اور ایک مدت تک یہ خاندان علم و فضل کے لئے مشہور رہا[2] سرزمین ہند پاکستان پر دو تبع تابعی[3] ابو موسیٰ اسرائیل اور ربیع بن صبیح[4] بصری بھی پہنچے یہ دونوں مشہور تابعی حسن بصری کے شاگرد تھے، اول الذکر صحیح بخاری کے رواۃ میں ہیں اور ثانی الذکر علم حدیث کے اجل امام ہیں۔

سندھ میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد دیبل، منصورہ، قصدار اور ملتان وہ مرکزی مقامات تھے[6] جو مسلم تہذیب و تمدن اور اسلامی علوم و فنون کا مرکز بن گئے منصورہ کے متعلق بشاری مقدسی احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم میں لکھتا ہے[7]

---

[1] چچ نامہ ص ۱۰۱ [2] انڈیاز کنٹری بیوشن ٹو دی اسٹڈی آف حدیث لٹریچر از ڈاکٹر محمد اسحٰق ص ۲۳ (ڈھاکہ یونیورسٹی، ڈھاکہ ۱۹۵۵ء) آئندہ اس کا حوالہ "حدیث لٹریچر" سے دیا جائے گا۔ نزہۃ الخواطر از مولوی عبدالحی جلد اول ص ۴۴-۴۵ (دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۹۴۳ء) و تاریخ سندھ ص ۳۵۶۔ [3] ہند پاکستان میں دو تابعی یزید بن ابی کبشہ (ف ۹۷ھ/ ۷۱۵ء) اور مفضل بن مہلب (ف ۱۰۲ھ/ ۷۲۱ء) بھی آئے لیکن ان کا قیام بہت کم رہا ملاحظہ ہو حدیث لٹریچر ص ۲۳-۲۵۔ [4] حدیث لٹریچر ص ۲۵-۲۶ نزہۃ الخواطر جلد اول ص ۴۴-۴۵ [5] حدیث لٹریچر ص ۲۶-۲۸ تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) مرتبہ و مترجمہ محمد ایوب قادری ص ۲۳۳-۲۴۷ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء) امام ربیع بن صبیح بصری سندی از قاضی اطہر مبارکپوری معارف اعظم گڑھ جنوری تا مارچ ۱۹۶۰ء [6] ڈاکٹر محمد اسحٰق نے دیبل کے نو[9]، منصورہ کے تین[3] اور قصدار کے دو[2] محدثین کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کیا ہے ملاحظہ ہو "حدیث لٹریچر" ص ۲۸-۴۴۔ [7] ہندوستان عربوں کی نظر میں

"منصورہ سندھ کا سب سے بڑا شہر اور پایہ تخت ہے اس کی حیثیت دمشق کی طرح ہے، جامع مسجد اینٹ اور پتھر سے بنی ہوئی ہے، باشندے نرم خو اور بامروت ہیں اسلام ان کے یہاں زندہ اور ترو تازہ ہے۔ یہاں علم اور علماء کی کثرت ہے"

مذہبی اور علمی حالت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہی مصنف لکھتا ہے[1]:-

"منصورہ میں اکثر اہل حدیث ہیں اور میں نے یہاں قاضی ابو محمد منصوری داؤدی کو دیکھا جو اپنے مذہب کے امام اور صاحب درس و تدریس ہیں۔ اور انہوں نے متعدد اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں"

پھر سندھ کی عام مذہبی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے[2]:-

"سندھ کا کوئی بڑا شہر حنفی مذہب کے فقہاء اور علماء سے خالی نہیں مگر مالکیہ معتزلہ اور حنابلہ بالکل نہیں ہیں یہ لوگ سیدھے راستے اور صحیح مسالک پر ہیں، نیک، پاکباز اور ان کے خصائل پسندیدہ ہیں"

اسلامی علوم و فنون کی ترقی اور اشاعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہند پاکستانی باشندے بھی ان علوم و فنون میں ماہر و کامل ہو گئے، ان میں ابو معشر سندھی (ف ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء) ان کے فرزند ابو عبدالملک (ف ۲۴۴ھ / ۸۵۸ء) حافظ ابو محمد خلف بن سالم (ف ۲۳۱ھ / ۸۴۵ء) اور ابو نصر سندھی بڑے بڑے محدث، فقیہہ اور اپنے فن کے امام گزرے ہیں[3] جنہوں نے بغداد جیسے اسلامی مرکز میں علم و فضل کی مسند کو زینت بخشی اور شہرت و ناموری حاصل کی اسی طرح شعر و ادب کی دنیا میں ابوالعطاء سندھی[4]، اسحاق (ف ۲۳۵ھ / ۸۴۹ء) ابو ضلع سندھی، منصور ہندی

---

[1] و [2] ہندوستان عربوں کی نظر میں ۳۴۴، ۳۸۵ [3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ سندھ ص ۳۵۲-۳۶۰ [4] ابوالعطاء سندھی کا دیوان ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اور علامہ عبدالعزیز میمن کے حواشی و مقدمہ کے ساتھ سندھی ادبی بورڈ نے شائع کیا ہے۔

سندھی بن صدقہ، کشاجم سندھی اور ہارون عبداللہ ملتانی وغیرہ کے اسمائے گرامی بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں[1] ان میں سے اکثر حضرات صاحب تصنیف و تالیف ہیں[2]

غرض کہ مسلمانوں نے ہند پاکستان میں اپنے اولین دور حکومت میں پوری تندہی اور کوشش سے اپنے تربیتی ادارے قائم کئے اور علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا تبلیغ اسلام میں پوری پوری کوشش کی اسی کا نتیجہ ہے کہ آج مغربی پاکستان میں مسلمان اکثریت میں ہیں، یہاں یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ محمد بن قاسم اور اس کے بعد کے ولاۃ و حکام کے ہمراہ اکثر محدثین اور علماء کرام آئے اور اسی مقدس جماعت نے اس علاقہ میں اسلام کی تبلیغ کے فرائض انجام دئے۔

عہد محمود غزنوی

ہند پاکستان میں مسلمانوں کا دوسرا دور حکومت شاہان غزنویہ کی فتوحات سے ہوا ۳۶۹ھ / ۹۷۹ء کے قریب امیر سبکتگین نے ہند پاکستان کی شمالی مغربی سرحد کے بعض اہم فوجی مقامات فتح کر کے پنجاب کے راجا جے پال کی قوت کو کمزور کر دیا اس کے بعد جے پال سے اس کی بدعہدی کی وجہ سے دو مرتبہ بڑے سخت معرکے ہوئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۸۰ھ / ۹۹۰ء میں کابل اور پشاور کا تمام علاقہ راجا کے قبضہ سے نکل کر امیر سبکتگین کی حکومت میں پہنچ گیا۔

سبکتگین نے ۳۸۷ھ / ۹۹۷ء میں وفات پائی اس کے بعد اس کا فرزند محمود غزنوی تخت نشین ہوا جس کی کشور کشائی، ملک گیری، حوصلہ مندی، رعایا پروری، عدل و انصاف اور معارف نوازی مشہور زمانہ ہیں۔ محمود نے ہند پاکستان کے راجاؤں پر پیہم حملے کر کے اپنی بہادری اور کشور کشائی کا سکہ بٹھا دیا، اور آخر میں لاہور کے علاقہ کا غزنین کی حکومت

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ سندھ ص ۳۶۰-۳۶۲

[2] ایضاً والفہرست از ابن ندیم ص ۲۰۶ (مکتبہ تجاریہ کبریٰ قاہرہ)

سے باقاعدہ الحاق کر دیا۔ محمود غزنوی نے ۴۲۱ھ (۱۰۳۰ء) میں وفات پائی۔

محمود نہایت بالغ نظر، غیر متعصب اور علم پرور حکمراں تھا، اس کی فوج کے کئی ہندو عہدیدار سوبندرائے، تلک اور ناتھ وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔[1]

الفنسٹن لکھتا ہے کہ محمود نہایت دیندار اور سنّی مسلمان تھا، وہ ہر لڑائی میں سربسجود ہو کر خدا تعالےٰ سے دعا مانگتا تھا۔ ایک مثال بھی ایسی سننے میں نہیں آئی کہ اس نے کسی ہندو کو جبراً مسلمان کیا ہو اور ایک شہادت بھی ایسی نہیں ملتی کہ جنگ یا قلعہ گیری کے موقعہ کے سوا کسی ہندو کو قتل کیا ہو۔[2] سلطان محمود علم و ادب کا بڑا سرپرست تھا اس کے دربار میں اپنے عہد کے منتخب علماء و فضلاء اور شعراء و حکماء جمع تھے۔ فردوسی (ف ۴۱۱ھ/۱۰۲۰ء) عنصری (ف ۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء) وغیرہ خاص طور سے مشہور ہیں۔[3] محمود غزنوی نے غزنین میں سنگ مرمر اور سنگ رخام کی ایک شاندار اور وسیع و عریض مسجد تعمیر کرائی جس کو "عروس فلک" کہا جاتا تھا۔[4] اس کے قریب ایک دارالعلوم بنوایا جس سے متعلق ایک عالی شان کتب خانہ تھا، جس میں قیمتی کتابیں اور مطلاء و مذہب قلمی نسخے تھے۔[5] محمود غزنوی کے امراء و اعیان حکومت بھی علوم و فنون اور رفاہ خلق کے کاموں میں پورا پورا حصہ لیتے تھے۔ فرشتہ لکھتا ہے:-[6]

---

[1] سوبندرائے کا نام سوبندر، سوندھرائے اور سندر بھی لکھا گیا ہے (مآثر لاہور از ہاشمی فرید آبادی، ص ۳۷، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۵۶ء) ہمارا خیال ہے کہ تلک اور ناتھ بھی پورے نام نہیں ہیں بلکہ اصل ناموں کے آخری اجزاء ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے عربی و فارسی تاریخوں میں اصل نام اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہ رہ سکے۔ [2] دی ہسٹری آف انڈیا از الفنسٹن ص ۳۴۴ (لندن ۱۸۸۹ء) [3] تاریخ فرشتہ ص ۷۵، ۷۸ (بمبئی ۱۸۳۲ء) [4] تاریخ فرشتہ ص ۵۱ [5] ایضاً و تاریخ یمینی اردو ترجمہ مولوی وکیل احمد سکندرپوری ص ۱۳۵ (کانپور ۱۳۰۵ھ)
[6] تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۵۱

ہر یکے از امراء و اعیان دولت بہ بنائے مسجد و مدارس و رباطات و خوانق مبادرت نمودہ، در اندک فرصت آں مقدار عمارات عالیہ باتمام رسید کہ از حیز شمار بیرون گشت۔

ہر ایک امیر اور رکن حکومت نے مسجد مدرسے، سرائیں اور خانقاہیں بنوائیں اور تھوڑی ہی مدت میں اس قدر شاندار عمارتیں بن گئیں کہ وہ احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔

مسعود غزنوی

محمود غزنوی کے بعد اس کا بیٹا مسعود تخت نشین ہوا، لاہور میں اس کا نائب نیال تگین تھا۔ نیال تگین کے بعد مجدود بمعیت ایاز لاہور کا نائب ہوا۔ ایاز ۴۴۹ھ ۱۰۵۷ء میں فوت ہو گیا لاہور میں شاہ عالمی دروازے کے باہر اس کی قبر موجود ہے۔ مسعود بھی بڑا علم دوست حکمراں تھا مشہور فاضل ابو ریحان بیرونی نے "قانون مسعودی" اسی سلطان کے نام معنون کی ہے۔ بیرونی نے ہند پاکستان اور یہاں کے علوم و افکار پر مشہور تصنیف "کتاب الہند" لکھی ہے جس کی بدولت علمی دنیا میں اس کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔

مسعود کی علم دوستی کے متعلق فرشتہ کا بیان ہے:[1]

در اوائل سلطنت او در ممالک محروسہ چنداں مدارس و مساجد بنیاد نہادند کہ زبان بیان از تعداد آں عاجز و قاصر است۔

اس کے آغاز حکومت ہی میں ملک کے اندر اس قدر مدرسے اور مسجدیں تعمیر ہوئیں کہ ان کی تعداد سے زبان بیان عاجز و قاصر ہے۔

مسعود کے بعد کئی حکمراں تخت نشین ہوئے جن میں بہرام شاہ اپنی علم دوستی اور معارف پروری کی بدولت مشہور ہے[2]۔ بہرام شاہ کا بیٹا خسرو علاؤ الدین غوری کے

---

[1] تاریخ فرشتہ ص ۵۲ [2] ملاحظہ ہو ہسٹری آف بہرام شاہ آف غزنین از ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں ص ۴۷۔ ۸۰ (لاہور ۱۹۵۵ء)

ہاتھوں شکست کھا کر ہند پاکستان پہنچا اور غزنوی خاندان کے آخری تین بادشاہوں کا ملجا و ماویٰ مغربی پاکستان اور دارالحکومت لاہور رہا ۵۸۲ھ/۱۱۸۶ء میں خسرو ملک کو سلطان محمد غوری نے شکست دے کر لاہور پر قبضہ کر لیا اور غزنوی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

اسلامی معاشرہ

غزنوی خاندان کی حکومت کم و بیش دو سو سال رہی اور مغربی پاکستان کے اکثر علاقے اس کے زیر نگین تھے جس کے نتیجہ میں جلد ہی اسلامی معاشرے کو تقویت حاصل ہوئی جگہ جگہ صدہا مساجد و مدارس تعمیر ہوئے۔ عربی و فارسی کی نشر و اشاعت ہوئی اور لاہور جلد ہی ایک اسلامی شہر بن گیا۔ عوفی نے اپنے تذکرے لباب الالباب میں ایک خاص باب "فضلائے غزنین و لاہور" پر لکھا ہے[۱]۔ ان شعراء میں ابوالفرج رونی (ف ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء)۔ اور مسعود سعد سلیمان (ف ۴۹۱ھ/۱۰۹۷ء) مشہور شاعر ہیں اور آخر الذکر نے تو عربی و فارسی کے علاوہ ایک ہندی دیوان بھی اپنی یادگار چھوڑا جس کا ملا عبدالقادر بدایونی (ف ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء) نے اس طرح ذکر کیا ہے گویا اس کے زمانے میں دیوان موجود تھا[۲]۔ اسی زمانے میں لاہور میں شیخ حسین زنجانی[۳]، حضرت داتا گنج بخش ہجویری صاحب کشف المحجوب، شیخ اسماعیل محدث[۴]

---

[۱] لباب الالباب از محمد عوفی (مرتبہ سعید نفیسی) ص ۵۳۹-۵۵۰ (طبع ایران سنہ ۱۳۳۳ خورشیدی)

[۲] ملاحظہ ہو منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی (اردو ترجمہ از مولوی احتشام الدین مراد آبادی) ص ۴۴ (نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۸۸۷ء)

[۳] ملاحظہ ہو مآثر لاہور از محمد الدین فوق (مشمولہ نقوش لاہور نمبر سنہ ۱۹۶۲ء) و نزہۃ الخواطر جلد اول ص ۸۲

[۴] شیخ اسماعیل (ف ۴۴۸ھ/۱۰۵۷ء) سب سے پہلے دور کے محدث اور عالم بیان کئے جاتے ہیں اور ان کے متعلق تحریر ہے کہ ہزارہا آدمی ان کی مجلس وعظ میں شرف باسلام ہوتے تھے (ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند رحمٰن علی مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری ص ۱۱۱، کراچی سنہ ۱۹۶۱ء و خزینۃ الاصفیا از مفتی غلام سرور لاہوری جلد دوم

ملتان میں شاہ یوسف گردیزی[1] اچ میں صفی الدین گازرونی[2] شاہ کوٹ میں سلطان سخی سرور[3] مشہور صوفیاء گزرے ہیں۔ جنہوں نے تذکیر و تبلیغ کے فرائض انجام دے کر ان علاقوں میں اسلام کو سربلند کیا۔ اور ان صوفیہ کی کوششوں سے مختلف قومیں اور قبیلے مشرف باسلام ہوئے۔

غلام خاندان

سلطان معز الدین محمد غوری کی فتوحات سے ہندپاکستان میں مسلمانوں کا تیسرا دور شروع ہوا اور اسی دور میں برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کی باقاعدہ بنیاد قائم ہوئی۔ دہلی اور اجمیر کی فتح کے بعد تمام دوآبہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ ۳ شعبان ۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء کو اس غازی، عادل اور فیاض بادشاہ کو ایک باطنی نے غزنین جاتے ہوئے شہید کر دیا[4]۔

اس کے بعد معز الدین محمد غوری کا جانشین قطب الدین ایبک ہندپاکستان کا پہلا مسلمان بادشاہ ہوا جس کی تاجپوشی کا باقاعدہ جشن بروز منگل بتاریخ ۱۸ ذیقعد ۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء لاہور میں منایا گیا[5] اور وہیں اس کی آخری آرام گاہ بنی[6]۔ یہ سلطان

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں یوسف گردیزی کو شیخ بہاؤالدین زکریا کا ہمعصر بیان کیا ہے، لیکن شیخ محمد اکرام مقامی روایات کی بناء پر ملتان میں ان کی آمد بہرام شاہ کے زمانے میں قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ انتقال ۵۴۷ھ/۱۱۵۲ء میں ہوا ملاحظہ ہو آب کوثر ص ۸۳ (لاہور ۱۹۵۲ء) [2] صفی الدین گازرونی (ف ۳۹۵ھ/۱۰۰۴ء) ملاحظہ ہو تاریخ اچ از مولوی حفیظ الرحمٰن ص ۲-۱۴۰ (دہلی ۱۹۳۱ء) و آب کوثر ص ۸۱-۸۳ [3] سلطان سخی سرور (ف ۵۷۷ھ/۱۱۸۱ء) ملاحظہ ہو خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۴۵-۲۴۹ و آب کوثر ص ۹۱-۹۴

[4] طبقات ناصری از منہاج سراج (بہ تصحیح ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی) ص ۳۹۴ (لاہور ۱۹۵۲ء)

[5] طبقات ناصری ص ۵۴۴، فخر مدبر نے تخت نشینی کی تاریخ ۱۷ ذیقعد لکھی ہے ملاحظہ ہو تاریخ فخر الدین مبارک شاہ (مرتبہ ای ڈینیسن روس) ص ۳۲ (لندن ۱۹۲۷ء) [6] ۶۰۷ھ میں قطب الدین

بڑا عادل، شجاع اور سخی تھا۔[1]

قطب الدین ایبک کے زمانے میں اسلام کو خوب ترقی ہوئی۔ مساجد، مدارس، اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں، ہزاروں کی تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے[2] خود سلطان شریعت کا بڑا پابند تھا اور شعائر اسلامی پورے طور سے رونق پذیر تھے تاج المآثر کا مولف لکھتا ہے[3]۔

شعار الشرائع اسلام بہ غایت ظہور انجامید و مناہج و شعائر مسلمانی بکمال وضوح پیوست	اسلامی شریعت کے کاموں کو پوری طرح انجام دیا اور اسلامی شعائر اور طور طریقوں کو مکمل طور پر ظاہر کیا۔

قطب الدین ایبک کا زیادہ وقت ملکی فتوحات اور جنگی مہمات میں گزرا لہٰذا اس کے عہد میں علمی سرگرمیاں محدود پیمانے پر رہیں مگر پھر بھی بہاؤ الدین اوشی بحث ۶۲۰ھ (۱۲۲۱ء) جمال الدین محمد اور حمید الدین وغیرہ فضلاء و شعراء اس کے دامن دولت سے وابستہ رہے[4] اور اس کے عہد کا نامور مورخ حسن نظامی نیشاپوری صاحب تاج المآثر[5] ہند پاکستان کا پہلا مسلم مورخ ہے قطب الدین ایبک کے دور کا ایک دوسرا نامور مصنف مبارک شاہ معروف بہ

---

[1] ملاحظہ ہو طبقات ناصری ص ۵۲ و منتخب التواریخ ص ۲۱

[2] تاریخ فخر الدین مبارک شاہ ص ۲۶ [3] تاج المآثر بحوالہ بزم مملوکیہ از صباح الدین عبدالرحمٰن ص ۷ دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۴ء) [4] بزم مملوکیہ ص ۱۱-۱۲

[5] قطب الدین ایبک اور شمس الدین التمش کے حالات پر یہ پہلی ہمعصر تاریخ ہے اور اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہے، اگر کوئی علمی ادارہ اس کتاب کو شائع کر دے تو تاریخ و ادب کی بڑی خدمت ہوگی۔

-x-

فخر مدبر ہے، جس نے بحر الانساب کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھ کر قطب الدین ایبک کے حضور میں پیش کی۔[1] اس کتاب کے ابتدائی حصے کو اڈورڈ ڈینیسن روس نے "تاریخ فخر الدین مبارک شاہ مرورودی" کے عنوان سے ۱۹۲۷ء میں لندن سے شائع کرادیا ہے۔[2]

قطب الدین ایبک کے بعد اس کا صحیح جانشین شمس الدین التتمش ہوا جو اس سے قبل بدایوں کا صوبیدار رہ چکا تھا۔[3] التتمش نے ۲۶ سال حکومت کی اور ۶۳۳ھ ۱۲۳۶ء میں انتقال

---

[1] تاریخ فخر الدین مبارک شاہ ص ۷، فخر مدبر نے ایک دوسری کتاب آداب الحرب و الشجاعت کے نام سے لکھی ہے جو شمس الدین التتمش کے نام معنون کی ہے۔ [2] اڈورڈ ڈینیسن روس نے غلطی سے اس مصنف کا نام فخر الدین محمد ابن منصور المرورودی الصدیقی لکھا ہے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۲۷-۲۸-

[3] بدایوں شمالی ہند کا مشہور شہر ہے، اسے قطب الدین ایبک نے ۵۹۱ھ میں فتح کیا۔ اس کے صوبیداروں میں شمس الدین التتمش اور رکن الدین بھی رہے ہیں جو بعد کو تخت دہلی پر متمکن ہوئے۔ بدایوں فتح کے بعد ہی سے مسلمانوں کا مرکزی شہر بن گیا۔ اور اس زمانے میں وہاں ایک مدرسہ معزیہ، ایک عظیم الشان جامع مسجد اور عیدگاہ وغیرہ تعمیر ہوئیں، آخر الذکر دونوں عمارتیں آج بھی مسلمانوں کے گزشتہ عظمت و اقتدار کی توجہ خواں ہیں۔ بغرض اسی زمانہ میں بیرون ہند سے بہت سے علماء و صلحاء بدایوں آکر سکونت پذیر ہوئے جن میں خواجہ عرب بخاری (شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی کے نانا) خواجہ حسن رسن تاب (مرید قاضی حمید الدین ناگوریؒ) خواجہ بدر الدین موئے تاب (برادر خواجہ رسن تاب) شیخ حسام الدین ملتانیؒ (خلیفہ صدر الدین عارف ملتانیؒ) خواجہ علاء الدین اصولی (استاد شیخ نظام الدین بدایونی) جیسے اکابر صوفیاء اور رضی الدین حسن صغانی صاحب مشارق الانوار (ف ۶۵۰ھ) شہاب الدین مہمرہ (مشہور شاعر) اور خواجہ زین الدین دانشمند جیسے علماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں (ملاحظہ ہو تذکرۃ الواصلین از مولوی رضی الدین بسمل ص ۹، ۲۹، ۲۳، ۳۲، ۲۷، ۹۰، ۷۶، ۹۶، ۹۳ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء)

کیا۔ یہ بادشاہ بڑا دیندار، عابد، زاہد اور درویش دوست تھا۔[1] نماز مسجد میں باجماعت ادا کرتا تھا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (ف ۶۳۲ھ/۱۲۳۵ء) کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا تھا اور ان سے بیعت عقیدت رکھتا تھا۔ التمتش کے زمانے میں دہلی میں علماء و فضلاء اور صوفیاء و مشائخ کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا اور بڑی تعداد میں لوگ ترکستان، ایران اور ماوراء النہر سے ترک وطن کر کے ہند پاکستان پہنچے کیونکہ اس زمانہ میں کفار مغول نے تباہی مچا رکھی تھی، ان علاقوں میں لوگوں کا جان و مال بالکل محفوظ نہ تھا اور ان کے لئے ہند پاکستان ہی سب سے بڑا ملجاء و ماوی تھا اور پھر التمتش ان پناہ گزینوں کی بڑی مدد اور قدردانی فرماتا تھا۔[2] اور یہ لوگ بھی حضرت دہلی کی علمی و ثقافتی زندگی کو خوب رونق اور آراستگی بخشتے۔ عصامی لکھتا ہے[3]

در آں شہر یک رونقے شد پدید	بلے لذتے باشد اندر جدید
بسے سیدانِ صحیح النسب	رسیدند در وے ز ملک عرب
بسے کاسبانِ خراسان زمیں	بسے نقشبندانِ اقلیم چیں
بسے عالمانِ بخارا نژاد	بسے زاہد و عابد از ہر بلاد
ز ہر ملک و ہر جنس صنعت گراں	ز ہر شہر و ہر اصل سیمیں براں
بسے ناقدان جواہر شناس	جواہر فروشاں بروں از قیاس
حکیمان یوناں طبیبانِ روم	بسے اہل دانش ز ہر مرز و بوم
در آں شہر فرخندہ جمع آمدند	چو پروانہ بر نور شمع آمدند

---

[1] اخبار الاخیار از شیخ عبد الحق دہلوی ص ۲۶ از مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۳۲ھ

[2] طبقات ناصری ص ۸،

[3] فتوح السلاطین از عصامی (مرتبہ محمد یوشع) ص ۱۱۴-۱۱۵ (مدراس سنہ ۱۹۴۸ء)

التتمش کی فیاضی و قدردانی نے دہلی کو علماء و فضلاء اور صوفیاء و مشائخ کا مرکز بنا دیا۔ تاج الدین سنگریزہ، امیر روحانی، ناصری اور بہاؤ الدین علی[۱] جیسے شعراء قاضی حمید الدین ناگوری (ف ۶۴۱ھ[۲] ۱۲۰۴ء) حاجی مجد الدین[۳]، فخر الملک عطائی[۴]، قاضی منہاج سراج[۵]، مولانا جمال الدین بسطامی[۶]، نور الدین مبارک غزنوی[۷] جیسے علماء و فضلاء موجود تھے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، شیخ جلال الدین تبریزیؒ، شیخ بدر الدینؒ غزنوی اور قاضی قطب الدین کاشانیؒ جیسے صوفیاء و مشائخ رشد و ہدایت کے ہنگامے گرم کئے ہوئے تھے[۸]، علماء و فضلاء کے قیام کی وجہ سے ہند پاکستان کے بعض مرکزی شہر اوچ[۹] دہلی[۱۰]، بدایوں[۱۱] اور لکھنوتی[۱۲] وغیرہ میں مرکزی مدارس قائم ہو گئے تھے۔ جہاں علماء تدریس

---

[۱] ان شعراء کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۹۰-۱۳۱ و آب کوثر ص ۱۳۷، ۱۴۰۔ [۲] ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۳۷ تا ۴۴ [۳] شیخ شہاب الدین کے مرید و خلیفہ تھے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۳۵ [۴] فتوح السلاطین ص ۱۲۲ [۵] قاضی منہاج سراج صاحب طبقات ناصری [۶] ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۸۳ [۷] ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۸۳ تا ۸۸

[۸] ان مشائخ کے تعلقات و حالات کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۷۰ تا ۷۹ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات از خلیق احمد نظامی ۱۰۹ تا ۱۴۲ (ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۸ء)

[۹] اوچ کے مرکزی دار العلوم اور علمی ترقیوں کا ذکر تفصیل سے اگلے باب میں آئے گا۔

[۱۰] دہلی کے دو مرکزی مدرسے مدرسہ معزیہ اور مدرسہ ناصریہ قابل ذکر ہیں [۱۱] بدایوں میں قطب الدین ایبک یا شمس الدین التتمش نے مدرسہ معزیہ قائم کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ مدرسہ جامع مسجد شمسی کے عقب میں تھا (ملاحظہ ہو کنز التاریخ از مولوی رضی الدین بسمل ص ۲۷-۸۰ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۰۷ء و تاریخ بدایوں حافظ فضل اکرم بدایونی ص ۱۳-۷۳ مطبوعہ وکٹوریہ پریس بدایوں ۱۹۰۹ء

کے فرائض بڑی ذمہ داری سے انجام دیتے تھے۔ ان مدارس کے قیام میں سلطان التمتش نیز دوسرے امراء کی سرپرستی اور معارف پروری شامل تھی۔ سلطان التمتش کے عہد میں بدایوں[۱] اور منڈاور ضلع (بجنور[۲]) میں عالیشان مسجدیں، عیدگاہیں اور حوض تعمیر ہوئے جو آج تک اس کی دینداری اور اسلام دوستی کی گواہی دے رہے ہیں۔

شمس الدین التمتش کے بعد اس کا منجھلا بیٹا رکن الدین تخت نشین ہوا اگرچہ اس کی حکومت چند ماہ سے زیادہ نہ رہی مگر اس کی معارف پروری اور شعراء نوازی نے اس کو بقائے دوام بخش دیا۔ تاج الدین ریزہ اور شہاب الدین مہمرہ اس کے دامن دولت سے وابستہ رہے اور انعام و اکرام سے مستفیض ہوئے[۳] اس کے بعد اس خاندان میں ناصر الدین محمود (ف ۶۶۴ھ / ۱۲۶۵ء) اور غیاث الدین بلبن (ف ۶۸۶ھ / ۱۲۸۷ء) قابل ذکر حکمراں گزرے

صہ ۱۹۱۵ء وگزیٹیر بدایوں ص مطبوعہ الہ آباد ۱۹۰۷ء۔ [۲] محمد بختیار خلجی نے لکھنوتی وغیرہ میں مساجد و مدارس وغیرہ تعمیر کرائے ملاحظہ ہو طبقات ناصری ص ۱۴۳

[۱] بدایوں کی عمارات کے متعلق ملاحظہ ہو کنز التاریخ ص ۱۴۱ تا ۱۴۸ و میمائرز آف دی آرکیولاجیکل سروے آف انڈیا نمبر ۱۹۔ دی جامع مسجد ایٹ بدایوں از جے۔ الیف بلاکمن (کلکتہ ۱۹۲۶ء) [۲] منڈاور کی جامع مسجد کے متعلق گزیٹیر بجنور ص ۲۸ امطبوعہ الہ آباد ۱۹۲۸ء میں مرقوم ہے کہ مقامی روایت ہے کہ یہ مسجد قطب الدین ایبک نے بنوائی جو درست نہیں ہے مگر قاری البشیر الدین پنڈت لکھتے ہیں کہ جب التمتش نے باغی راجپوتوں کی سرکوبی کے لئے منڈاور میں دو مہینے قیام کیا تو یہ مسجد بنوائی ملاحظہ ہو تاریخ ہندی قرون وسطیٰ جلد دوم ص ۲۴۹ مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۳۹ء)

[۳] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۱۳۵-۱۶۷

ہیں، اول الذکر نہایت دیندار، متقی، زاہد، عابد، سخی، عدل پرور، شب بیدار اور بردبار حکمراں تھا۔ درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ یہانتک کہ اپنے ذاتی مصارف قرآن کریم کی کتابت کے ذریعہ پورے کرتا تھا صوفیاء اور مشائخ کا عقیدت مند اور علماء کا قدردان تھا۔ قاضی منہاج سراج نے اپنی مشہور کتاب "طبقات ناصری" اسی سلطان کے نام پر معنون کی ہے۔ غیاث الدین بلبن بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال کا مالک تھا لیکن صوفیاء کا معتقد اور علماء کا قدردان تھا۔ اس کے عہد میں برہان الدین محمودؒ (ف ۶۸۷ھ / ۱۲۸۸ء) نجم الدین عبدالعزیزؒ، شیخ سراج الدین ابوبکر، شرف الدین دلوالجیؒ مولانا برہان الدین بزاز، قاضی رکن الدین سامانوی، علامہ کمال الدین زاہد، شمس الدین خوارزمی اور فخر الدین ناقلہ وغیرہ وہ علمائے کرام تھے[۱] جن کے نام تاریخ میں بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں۔ ۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء میں دہلی کا یہ پہلا حکمراں خاندان ختم ہوگیا۔

خلجی خاندان

۳ر جمادی الثانی ۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء کو جلال الدین خلجی ستر سال کی عمر میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ یہ سلطان منکسر المزاج، حلیم، حق گو اور مذہب کا بڑا پابند تھا۔ اس کی پالیسی نہایت نرم تھی، مگر سیدی مولا کا قتل اس کے عہد کا ایک خاص واقعہ ہے[۲] اور بقول بعض مورخین اس کے قتل کے بعد عجیب واقعات پیش آئے اور عہد جلالی کا زوال شروع ہوگیا۔ بالآخر اپنے بھتیجے اور داماد علاؤ الدین خلجی کے ہاتھوں ۶۹۵ھ / ۱۲۹۵ء میں قید ہستی سے آزاد ہوا اور علاؤ الدین خلجی تخت دہلی کا مالک ہوگیا۔ یہ بڑا باجبروت، کشور کشا، صاحب عزم اور ملک گیر بادشاہ تھا۔ شمالی

---

[۱] ان علماء کرام کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۲۳۰-۲۳۵

[۲] سیدی مولا کے متعلق ملاحظہ ہو منتخب التواریخ ص ۴۹ تا ۵۰

ہند کی ہر چھوٹی بڑی طاقت نے اس کے اقتدار کو تسلیم کرلیا اور یہی وہ پہلا مسلم حکمراں تھا جس نے دکن کو فتح کرکے سلطنت کو وسعت دی۔ اس نے ملکی مصالح اور وقتی ضروریات کے پیش نظر ایک خاص نظام حکومت قائم کیا جو بڑی حد تک کامیاب رہا۔ راشننگ اور کنٹرول کا اجراء کرکے قیمتوں کے اضافے اور اشیاء کی قلت کا انسداد کیا وہ کبھی کبھی علماء سے مشورہ بھی کرتا تھا مگر اس پر عمل ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ علاء الملک اور قاضی مغیث الدین سے مشورہ اور گفتگو اس کی صریح دلیل ہے[1]۔ وہ مذہب کا بڑا احترام کرتا تھا[2]۔ علاؤالدین خلجی نے عوام کے اخلاق کی درستی، شراب نوشی کا انسداد، سحرہ خوں آشام کا خاتمہ اور اباحیتوں کا استیصال کیا اور طوائفوں کو نکاح پر مجبور کرکے اصلاح معاشرہ کی پوری پوری کوشش کی[3]۔ وہ صوفیاء و مشائخ سے بھی عقیدت رکھتا تھا۔ حضرت بو علی شاہ قلندر، شیخ رکن الدین ملتانی اور حضرت نظام الدین اولیاء بدایونیؒ سے اس نے اکثر مواقع پر اظہار عقیدت کیا ہے[4]۔

علم و فضل کے اعتبار سے بھی عہد علائی قابل ذکر ہے، اس کے عہد میں بڑے بڑے علماء و فضلاء اور دانشور دہلی میں جمع تھے۔ شیخ نورالحق دہلوی لکھتے ہیں[5]

---

[1] ملاحظہ ہو سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۲۱ تا ۲۲۳ و ۲۳۳ تا ۲۳۹ و آب کوثر ص ۱۶۹ تا ۱۸۵۔

[2] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۲۳ تا ۲۴۴ [3] ایضاً ص ۲۴۳ تا ۲۵۰

[4] ایضاً ص ۲۶۷ تا ۲۷۶ [5] زبدۃ التواریخ از شیخ نورالحق دہلوی ورق ۳۰ ب بحوالہ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۲۶ تا ۲۲۷۔

طوائف اہل فضل و خداوند کمال (کہ) در عصرے جمع آمدہ بودند ..... در ہیچ عصرے نیامدہ بلکہ نخواہند آمد۔

اہل فضل اور کمال کے گروہ جتنے اس کے عہد میں جمع ہو گئے تھے کسی عہد میں نہیں ہوتے تھے بلکہ نہ آئندہ ہوں گے۔

ضیاء الدین برنی نے اپنی تاریخ فیروز شاہی میں صرف دہلی میں علاء الدین خلجی کے زمانے کے چھیالیس علماء کے نام تحریر کئے ہیں[1]۔ ان میں قاضی مغیث الدین بیانوی[2]، قاضی محی الدین کاشانی[3]، مولانا کمال الدین کوفی[4]، مولانا وجیہہ الدین پائلی[5] اور شمس الدین یحییٰ[6] کے اسماء گروہ علماء میں نہایت ممتاز ہیں۔ عہد علائی کے متعلق امیر خسرو لکھتے ہیں[7]

خوشا ہندوستان و رونق دیں	شریعت را کمال عز و تمکیں
ز علم با عمل دہلی بخارا	ز شاہاں گشتہ اسلام آشکارا
ز غزنیں تا لب دریا دریں باب	ہمہ اسلام بینی بر یکے آب
مسلمانانِ نعمانی روش خاص	ز دل ہر چار آئیں را با خلاص
زہے خاک مسلمان خیز دیں جوئے	کہ ماہی نیز معنی خیز دانہ جوئے

[1] تاریخ فیروز شاہی از ضیاء الدین برنی ص ۳۵۳ تا ۳۵۵ (کلکتہ ۱۸۶۲ء)

[2] ملاحظہ ہو سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۲۳۲ تا ۲۳۹

[3] [4] [5] [6] ان حضرات کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۸۲، ۸۴، ۸۷، ۱۵۱، ۲۳۶، ۲۳۷ تا ۲۳۷۔

[7] ملاحظہ ہو مثنوی دول رانی خضر خاں از امیر خسرو (مرتبہ مولانا رشید احمد سالم) ص ۴۶ تا ۴۷ (علی گڑھ ۱۹۱۷ء)

خود امیر خسرو (ف ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء) حسن سجزی (ف ۷۳۶ھ / ۱۳۳۶ء) اور حضرت نظام الدین اولیاء[1] (ف ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء) عہد علائی کی زندہ جاوید ہستیاں ہیں۔

اسی سلطان علاء الدین خلجی کا زمانہ تھا کہ حضرت جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت پیدا ہوئے، اس وقت ہند پاکستان (دہلی) میں مسلمانوں کی حکومت کے قیام کو کم و بیش سو سال گزرے تھے اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی عمر تقریباً بارہ سال تھی کہ خلجی خاندان کا ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء میں خاتمہ ہو گیا۔

تغلق خاندان

غیاث الدین تغلق نے محسن کش خسرو کو ٹھکانے لگا کر تخت دہلی کو زینت بخشی اور چار پانچ سال ہی میں حکومت کو مضبوط اور نظم و نسق کو درست کر دیا، ملک میں امن و امان اور خوش حالی کے آثار پیدا ہو گئے باغیوں اور سرکشوں کو مطیع و منقاد بنایا ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء میں سلطان مہم بنگالہ سے واپس آکر دہلی کے باہر ایک نو تعمیر محل میں ٹھیرا اچانک یہ محل گر پڑا اور بادشاہ معہ دیگر امراء کے ختم ہو گیا۔ غیاث الدین تغلق بڑا قابل، منتظم اور انصاف پسند حکمراں تھا، صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور شریعت کا احترام کرتا تھا، علماء و مشائخ سے تعلقات خوشگوار تھے۔ شیخ علاء الدین اجودھنی، رکن الدین ملتانی اور بو علی شاہ قلندر سے اس کے تعلقات کا اکثر ذکر ملتا ہے۔ مگر اتفاق کی بات ہے کہ اس کے دور کے سب سے بڑے شیخ، نظام الدین اولیاء سے اس کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ غیاث الدین کے بعد اس کا بیٹا محمد تغلق تخت نشین ہوا۔

محمد تغلق قرآن کریم کا حافظ، نماز روزے کا پابند اور بڑا عالم فاضل تھا۔ فلسفہ کا

---

[1] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۱۴۳ تا ۲۶۴۔

ماہر اور فقہ میں کافی درک رکھتا تھا، اور خیال یہ ہے کہ امام ابن تیمیہ کے خیالات و افکار سے خاصا متاثر تھا یہی وجہ ہے کہ صوفیانہ معتقدات اور خانقاہی نظام سے کچھ کھنچا ہوا سا نظر آتا ہے[1]۔ اس نے صوفیائے کرام کو بعض غیر صوفیانہ ذمہ داریاں سپرد کیں۔ سہروردی سلسلے کے اکثر مشائخ نے ان ذمہ داریوں کو قبول کر لیا مگر چشتیہ سلسلے کے مشائخ نے نارضامندی کا اظہار کیا اور عملی تعاون سے گریز کیا۔ سلطان نے بعض مشائخ کو تبلیغ اسلام کے لئے منتخب کیا اور خود بھی اس سلسلے میں عملی قدم اٹھایا[2] دیوگیر میں علماء و مشائخ کی منتقلی اور اس کو ایک دوسرا دارالحکومت قرار دینا اسی سلسلے کی ایک خاص کڑی ہے۔ سلطان محمد تغلق کی اس پالیسی کے نتیجہ میں دکن میں مسلمانوں کی اکثریت اور ان کے تعلیمی و تبلیغی اداروں کو استحکام نصیب ہوا[3]۔ محمد تغلق دہلی کا وہ پہلا مسلمان بادشاہ تھا جس نے ہند پاکستان کے ان قبائل کے بعض لائق افراد کو جو مسلمان ہو چکے تھے حکومت کے نظم و نسق میں شریک بنایا اور بعض اعلیٰ عہدے دئے اگرچہ یہ بات ان باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو ناگوار ہوئی جو بلا شرکت غیرے حکومت کے نظم و نسق میں دخیل تھے اور انہوں نے نسلی برتری اور نسبی افتخار کے

---

[1] ملاحظہ ہو آئینہ حقیقت نما از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (جلد دوم) ص ۱۴۷ تا ۱۵۸ کراچی ۱۹۵۸ء و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ۳۳۶ تا ۳۳۹۔

[2] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۴۳ تا ۳۴۵۔

[3] ملاحظہ ہو برنی، دی ہسٹری آف دی تغلقس از ڈاکٹر معین الحق ص ۵۷ تا ۶۲ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۵۹ء) و آئینہ حقیقت نما جلد دوم ص ۴۶۳ - ۴۶۸ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۳۹ تا ۳۴۵۔

غیر اسلامی رجحان کو بھی ہوا دی۔[۱] محمد تغلق کا عہد علم وفضل کے اعتبار سے کچھ زیادہ نمایاں نہ تھا۔ مگر پھر بھی ضیاءالدین برنی مؤلف تاریخ فیروز شاہی، ابن بطوطہ سیاح، بدر چاچ ملک الشعراء عصامی مؤلف فتوح السلاطین، ضیاء الدین نخشبی[۲] بدایونی اور مولانا معین الدین عمرانی[۳] وغیرہ نامور علماء وفضلاء ہیں جو علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ محمد تغلق کے عہد میں بعض صوبے خود مختار ہو گئے اور سلطنت کا استحکام ختم ہو گیا۔ ۷۵۲ھ ۱۳۵۱ء میں ٹھٹھہ کی مہم کے دوران محمد تغلق کا انتقال ہوا۔

محمد تغلق کی حکومت سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے براہ راست تعلقات تھے۔ سلطان مخدوم کو شیخ الاسلامی کا عہدہ دیا اور سیوستان کی چالیس خانقاہیں ان کے سپرد کی تھیں۔ ان تعلقات کی تفصیل حسب موقع بیان کی گئی ہے محمد تغلق کے بعد اس کا چچازاد بھائی فیروز تغلق تخت نشین ہوا۔ اس کے دور میں رعایا نہایت خوشحال رہی، اس نے محمد تغلق کے عہد کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور جن لوگوں کو محمد تغلق کے عہد میں نقصان پہنچا تھا ان سے باقاعدہ راضی نامے حاصل کئے اور ان کو سلطان مرحوم کی قبر کے سرہانے ایک صندوق میں رکھا[۴] فیروز تغلق نے

۱؎ ملاحظہ ہو آئینہ حقیقت نما جلد دوم ص ۵۱۵ تا ۵۱۹، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۲۴-۳۲۵ و تاریخ فیروز شاہی ص ۵۰۵۔ ۲؎ و ۳؎ ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۲۵۴ تا ۲۵۵ و ۴۹۹ تا ۵۰۰۔ ۴؎ ملاحظہ ہو فتوحات فیروز شاہی از سلطان فیروز شاہ (علی گڑھ ایڈیشن) ص ۱۹، ایلیٹ نے لکھ دیا کہ یہ صندوق سرہانے دفن کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس کی تلاش میں سر جان مارشل ڈائرکٹر آثار قدیمہ کے حکم دایماء سے خان بہادر ظفر حسن او بی۔ ای نے سلطان محمد بن تغلق کی قبر کھدوائی تھی۔

رفاہ عام کے بہت سے کام کئے، سرائیں، پل، کنوئیں، مدرسے اور مساجد تعمیر کرائیں شفا خانے قائم کئے۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں مولانا احمد تھانیسری[1]، قاضی شہاب الدین دولت آبادی[2]، مولانا خواجگی[3] اور قاضی عبد المقتدر دہلوی[4] جیسے علماء اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ اور مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ جیسے مشائخ موجود تھے اس سلطان کے عہد میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے کم و بیش تینتیس سال گزرے اور حضرت مخدوم کے تعلقات سلطان فیروز شاہ سے بہت استوار رہے جن کو ہم نے ایک باب میں مفصل طور سے بیان کیا ہے۔

صوفیاء کی تبلیغی کوششیں

ہند پاکستان میں مسلم حکومت کے قیام نے اس ملک کی کایا پلٹ کر دی۔ ہر شعبۂ زندگی میں انقلاب آیا اور ملک کو سیاسی استحکام نصیب ہوا۔ مسلمانوں کی بہت سی نوآبادیاں قائم ہوئیں۔ صنعت و حرفت کے میدان میں نمایاں ترقی ہوئی، خانقاہیں، مقبرے، سرائیں، نہریں، کنوئیں اور پل وغیرہ تعمیر ہوئے۔ دہلی میں قطب مینار، قوۃ الاسلام اور علائی دروازہ جیسی عالیشان عمارتیں تعمیر ہوئیں یہ تو سیاسی اثر و اقتدار کے نتائج تھے، اس کے علاوہ صوفیاء کی مقدس جماعت نے ہند پاکستان میں اصلاح و تبلیغ کا بڑا کام انجام دیا، اکابر صوفیاء میں داتا گنج بخش ہجویریؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، قاضی حمید الدین ناگوریؒ، شیخ حمید الدین صوفی سوالیؒ شیخ جلال تبریزیؒ، بابا فرید گنج شکرؒ، بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، نظام الدین اولیاء، بوعلی

---

[1] [2] [3] [4] ان حضرات کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۰۳ تا ۱۰۴، ص ۲۳۹ تا ۲۴۰ ص ۱۸۲ تا ۱۸۳ ص ۳۲۴ تا ۳۲۵۔

شاہ قلندرؒ، شیخ صدرالدین ملتانیؒ اور شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہند پاکستان کی اکثریت ایک کرب عظیم میں مبتلا اور زندگی کے عام حقوق سے بھی محروم تھی، برہمن ارباب من دون اللہ بنے ہوئے تھے، ذات پات کی بیجا قیود سے انسانیت بری طرح کراہ رہی تھی، معاشرہ میں شودروں کا کوئی مقام نہ تھا اور وہ جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل سمجھے جاتے تھے، مذہبی اور معاشی پابندیوں نے ان کی کمر توڑ دی تھی، اسلام ان لوگوں کے لئے ایک آیۂ رحمت ثابت ہوا، صوفیائے کرام انسانیت کے اعلیٰ اصولوں کی تبلیغ کرتے اور اتحاد و محبت کا پیغام دیتے۔ توحید اور عالم گیر انسانیت کے اعلیٰ اصول عملی طور سے پیش کرتے جنہیں دیکھ کر گروہ کے گروہ اور قبیلے کے قبیلے مسلمان ہو جاتے اور اس طرح "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے ہوتی۔ مشہور مؤلف ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ بنگال میں اشاعت اسلام کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتا ہے[1]:۔

"داعیان اسلام جب بنگال میں پہنچے تو نیچ ذات کے ہندو اور وہاں کے اصلی باشندے جو ہندوؤں کے مذہب سے قریب قریب خارج سمجھے جاتے تھے اور اپنے آرین سرداروں کے ہاتھوں سے طرح طرح کی ذلتیں اور اذیتیں اٹھاتے تھے، مسلمانوں کی

---

[1] دعوت اسلام از مولوی عنایت اللہ دہلوی (اردو ترجمہ پریچنگ آف اسلام) از ٹی ڈبلیو آرنلڈ) ص ۲۹۰ (علی گڑھ ۱۸۹۸ء)

طرف ہاتھ پھیلا کر بڑھے ان لوگوں کے نزدیک جن میں مفلس مچھلی پکڑنے والے اور شکاری اور قزاق اور ادنیٰ قوم کے کاشتکار تھے اسلام ایک اوتار تھا جو ان کے لئے آکاش سے اترا تھا وہ حکمراں قوم کا مذہب تھا اور اس کے پھیلانے والے وہ باخدا لوگ تھے جو توحید کی خبر اور سب انسانوں کے برابر ہونے کا مژدہ ایسی قوم کے پاس لائے تھے جس کو سب ذلیل و خوار سمجھتے تھے۔"

سید ہاشمی فرید آبادی تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں سے جب ان (پارچہ بافوں) کا معاشی رابطہ بڑھا تو سب سے پہلے یہی لوگ اسلامی دائرے میں کھنچ آئے اور ان میں مذہب اسلام کی اتنی اشاعت ہوئی کہ اب ہندوستان میں پارچہ بافوں کی اکثریت مسلمان ہے اسی طرح دوسرے پیشہ ور...... آہستہ آہستہ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے ...... اور مسلمانوں کی تعداد میں آئندہ اضافہ ہوا۔[1]

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے متعلق آرنلڈ لکھتا ہے کہ رفتہ رفتہ بہت سے لوگ خواجہ صاحب کے معتقد ہو گئے اور انہوں نے بت پرستی چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا اب خواجہ صاحب کی شہرت سب طرف ہو گئی اور آخر میں ہندوؤں کے گروہ کے گروہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے، مشہور ہے کہ جس وقت خواجہؒ دہلی سے اجمیر جا رہے تھے تو راستے میں سات سو ہندوؤں کو انہوں نے مسلمان کیا۔[2] شیخ ابوالفضل علامی نے لکھا ہے کہ

---

[1] تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت۔ از سید ہاشمی فرید آبادی جلد اول ص ۲۳۲ (انجمن ترقی اردو کراچی)

[2] دعوت اسلام ص ۳۰۱۲

خواجہ بزرگ کے اجمیر میں قیام کرنے کی وجہ سے گروہ کے گروہ مسلمان ہوئے[1]۔ خواجہ مبارک العلوی لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے قدم مبارک کی برکت سے یہ علاقہ اسلام سے منور ہو گیا[2]

بابا فرید گنج شکر نے پاک پٹن کو رشد وہدایت کا مرکز بنایا اور پنجاب میں اسلام کی خوب اشاعت فرمائی، راجپوتوں کے کئی قبیلے مثلاً سیال اور وٹو وغیرہ ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے[3] پاک پٹن کی ایک پوری قوم مع اپنے مقتدا کے جو ایک جوگی تھا، فرید الدین گنج شکر کی توجہ سے مسلمان ہو گئی۔ راجپوتوں کے بعض دوسرے قبیلے بھلیاں اور جاٹ وغیرہ نے بھی حضرت بابا صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا[4]

اسی طرح بابا گنج شکر کی اولاد اور سجادہ نشینوں کی توجہ سے بھی بعض راجپوت قبائل اور سودرھی قوم مسلمان ہوئی اور اسی قوم کے لوگ بابا صاحب کی قبر پر چراغ بتی کرنے والے اور جاروب کش تھے[5]

---

[1] آئین اکبری از شیخ ابو الفضل علامی (بہ تصحیح سر سید احمد خاں) جلد دوم ص ۲۰۷ (دہلی ۱۲۷۲ھ)

[2] سیر الاولیاء از مبارک العلوی ص ۴۷ (مطبع محب ہند، دہلی ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء) و سفینۃ الاولیاء از دارا شکوہ (اردو ترجمہ از محمد علی لطفی) ص ۱۲۸ (کراچی ۱۹۵۹ء)

[3] آب کوثر ص ۲۵۱ و دعوت اسلام ص ۳۰۰

[4] جواہر فریدی از محمد علی اصغر چشتی (اردو ترجمہ) ص ۳۹۳ تا ۳۹۴ (اللہ والے کی قومی دکان، لاہور)

[5] ایضاً ص ۳۵۰-۳۵۱۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر (ف ۷۲۴ھ / ۱۳۲۴ء) مشہور صوفی بزرگ گزرے ہیں، ان کے ہاتھ پہ اکثر راجپوت مسلمان ہوئے، ایک شخص امر سنگھ نامی نے قلندر صاحب کی توجہ سے اسلام قبول کیا جس کی اولاد پانی پت کے محلہ راجپوتان میں رہتی تھی[1]۔ سہروردی سلسلہ کے مشائخ کی تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ ہم اگلے باب میں لیں گے۔

غرض کہ صوفیائے کرام کی مقدس جماعت نے ہند پاکستان میں اشاعت اسلام کی پوری پوری کوشش کی اور ان کی مساعی جمیلہ کا یہ نتیجہ ہے کہ ہند پاکستان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اسی ملک کے رہنے والے تھے۔ اور پھر مشرف باسلام ہوئے[2]۔ کاش مسلم سلاطین، علماء، امراء، سپہ سالار نیز دوسرے با اثر طبقے کے لوگ اشاعت اسلام میں پورا حصہ لیتے تو برصغیر کا سیاسی نقشہ ہی اور ہوتا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہند پاکستان کی جن قوموں، قبیلوں اور برادریوں نے اسلام قبول کیا تھا ان کی تعلیم و تربیت اور فلاح و بہبود کا پورا پورا حق ادا نہیں ہوا بلکہ بعض اوقات تو معاشرے میں دوسرے درجہ پہ ان کا شمار ہوا اگرچہ یہ بات اسلامی تعلیم اور اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔

---

[1] دعوت اسلام ص ۲۰۱ و تاریخ تبلیغ اسلام از شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی ص ۱۳۲-۱۴۰ (قادیان ۱۹۵۸ء)

[2] دعوت اسلام ص ۲۷۱۔

باب دوم

سہروردی سلسلہ

شیخ شہاب الدین سہروردی عراق عجم کے قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں اپنے چچا ابو نجیب عبدالقاہر کے سایۂ عاطفت میں پرورش و تربیت پائی بڑے بڑے علماء و فضلاء سے علوم مروجہ حاصل کئے، حدیث، فقہ، کلام اور علوم ادبیہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے تصوف اور زہد و اتقاء میں اپنی نظیر آپ تھے، خلفائے بغداد اور بہت سے امراء و سلاطین شیخ سہروردی کا بہت احترام کرتے تھے[1] وہ سنت کے نہایت متبع تھے اور شافعی مسلک رکھتے تھے، فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ انہوں نے غرہ محرم ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء میں بغداد میں انتقال کیا، شیخ سہروردی کثیر تصانیف کے مالک تھے، بروکلمان نے اپنی مشہور عربی ادب کی تاریخ میں شیخ کی اکیس[21] کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ حکیم شمس اللہ قادری نے ان میں سے دس کا مفصل تعارف کرایا ہے[2] سب سے اہم کتاب عوارف المعارف ہے جو تصوف کی نہایت مقبول اور خاص کتاب سمجھی جاتی ہے۔ صوفیاء کے حلقوں

---

[1] الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی از حکیم شمس اللہ قادری ص ۱۲ تا ۱۶

[2] الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی ص ۲۱ تا ۲۳۔

میں اس کا باقاعدہ درس ہوتا تھا۔[1] ہند پاکستان میں نامور علماء اور مصنفین نے عوارف المعارف پر شروح و حواشی لکھے ہیں اور مختلف زبانوں فارسی، ترکی اور اردو[2] میں ترجمے ہوئے ہیں[3]

شیخ شہاب الدین سہروردی اجل صوفیائے کرام میں ہیں۔ لوگ مختلف دیار و امصار سے بغداد میں آکر شیخ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کے نامور خلفاء میں قاضی حمید الدین ناگوری، شیخ نور الدین مبارک غزنوی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی خاص طور سے قابل ذکر ہیں ان حضرات کے ذریعے ہند پاکستان میں سہروردی سلسلہ کی خاص طور سے ترویج و اشاعت ہوئی۔

شیخ حمید الدین ناگوری (ف ۶۴۱ھ / ۱۲۴۳ء) التمتش کے عہد کے نامور شیخ تھے، سیر و سیاحت خوب کی تھی۔ خواجہ بختیار کاکی سے بہت گہرے تعلقات تھے، سماع کے

---

[1] حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سے شیخ نظام الدین نے عوارف کے پانچ باب پڑھے تھے ملاحظہ ہو فوائد الفواد از امیر حسن سجزی (اردو ترجمہ) ۲۱۴ اللہ والے کی قومی دوکان لاہور ۱۹۵۶ء)

[2] اردو زبان میں سب سے پہلے عوارف المعارف کا ترجمہ مولوی ابو الحسن فرید آبادی نے کیا تھا جو ۱۸۹۳ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ ۱۹۶۲ء میں ہمارے فاضل دوست حافظ رشید احمد ارشد لکچرر عربی (کراچی یونیورسٹی) نے اس کتاب کا دوبارہ نہایت بامحاورہ اردو ترجمہ کیا ہے۔ جسے غلام علی اینڈ سنز (لاہور نے) شائع کیا ہے۔

[3] عوارف کے خلاصہ مفتاح الہدایہ و مفتاح الکفایہ کا انگریزی ترجمہ کرنل ایچ۔ ڈبلیو۔ کلارک نے ۱۸۹۱ء میں لندن سے شائع کیا۔

بہت سی کتابیں بھی لکھیں جن میں طوالع شموس سب سے زیادہ مشہور ہے، اس کتاب میں باری تعالےٰ کے ننانوے ناموں کی صوفیانہ انداز میں شرح کی ہے۔[۱] شیخ ناگوری سماع کے بہت دلدادہ تھے، شمالی ہند پاکستان کے قدیم شہر بدایوں میں شیخ ناگوری کے خلفاء میں شیخ شاہی رسن تابؒ اور شیخ احمد نہر والیؒ مشہور ہیں۔

شیخ شاہی بڑے صاحب مرتبہ بزرگ تھے، رسیاں بٹ کر حلال روزی کماتے تھے، ان کے دو بھائی خواجہ بدر الدین موئے تابؒ اور خواجہ عثمانؒ بھی بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے اور اپنے بھائی شیخ شاہی کے مرید و خلیفہ تھے، خواجہ بدر الدین بالوں کی رسیاں بٹا کرتے تھے۔[۲] یہی نفوس قدسیہ تھے جن کے ذریعہ کٹھیر میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی ان کے متعلق فرماتے ہیں[۳]

بدایوں میں دو بھائی تھے ایک شیخ شاہی روشن ضمیر اور دوسرے ابو بکر موئے تاب ابو بکر موئے تاب کو میں نے دیکھا ہے شیخ شاہی کو نہیں دیکھا۔	دربداؤں دو برادر بودند یکے شیخ شاہی روشن ضمیر دومی ابو بکر موئے تاب ابو بکر موئے تاب را دیدہ ام و شیخ شاہی را ندیدہ ام۔

شیخ احمد نہر والیؒ بھی بڑے پایہ کے صوفی تھے، خود شیخ حمید الدین ناگوری ان

---

[۱] قاضی حمید الدین ناگوری کے حالات کے لئے دیکھئے تذکرہ علمائے ہند ص ۱۶۹ تا ۱۷۰ اخبار الاخیار ص ۳۷۔ ۴۴۔

[۲] شیخ شاہی رسن تاب و خواجہ بدر الدین موئے تاب کے حالات کے لئے دیکھئے اخبار الاخیار ص ۹۴ و تذکرۃ الواصلین ص ۲۳ تا ۳۶۔

[۳] فوائد الفواد بحوالہ تذکرۃ الواصلین ص ۴۴۔

سے ملنے بدایوں آئے، حضرت شیخ ناگوری اپنے مرید احمد نہروانی کے متعلق فرماتے ہیں کہ:[1]

"اگر مشغولی احمد بسنجند مایہ دہ صوفی باشد" — اگر احمد کے ریاضت و مجاہدہ کو وزن کریں تو دس صوفیوں کے برابر ہوگا۔

جس مجلس میں حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا وصال ہوا تھا اس میں شیخ احمد موجود تھے، پارچہ بافی ذریعہ معاش تھا۔[2] ۶۸۱ھ/۱۲۸۲ء میں بدایوں میں وصال ہوا۔

شیخ نورالدین مبارک غزنوی التتمش کے عہد میں دہلی کے شیخ الاسلام رہے اور "میر دہلی" کے لقب سے معروف تھے، اکثر وعظ کہتے تھے اور مراسم دربار پر بھی تنقید کیا کرتے تھے۔ ۶۳۲ھ/۱۲۳۴ء میں وصال ہوا۔[3]

اس سلسلہ میں شیخ جلال الدین تبریزیؒ کا ذکر بھی ضروری ہے۔ یہ شیخ ابو سعید تبریزیؒ کے مرید ہیں، مگر ایک مدت تک حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی صحبت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے تھے۔ شمس الدین التتمش کے عہد میں دہلی آئے جب شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ نے بد باطنی کا مظاہرہ کیا تو دہلی سے بدایوں ہوتے

---

[1] فوائد الفواد ص ۱۴۱ اخبار الاخیار ص ۴۷

[2] اخبار الاخیار میں منقول ہے کہ شیخ احمد نہروالی نے اپنے پیر قاضی حمید الدین ناگوری سے ہندی زبان میں گفتگو کی تھی افسوس کہ حضرت کے وہ اقوال محفوظ نہ رہ سکے ورنہ زبان اردو کے خزانے کے قیمتی جواہر ریزے ہوتے۔ شیخ احمد نہروالی کی اس گفتگو اور ذریعہ معاش سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اصل و نسل کے اعتبار سے ہند پاکستانی تھے۔

[3] ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۲۸ تا ۲۹ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۱۰۹ تا ۱۱۰۔

ہوتے بنگال روانہ ہو گئے، بدایوں کے قیام میں حضرت تبریزی کی نورانی صورت دیکھ کر ایک دہی بیچنے والا بہت متاثر ہوا، یہ شخص بدایوں کے قریب کے ایک گاؤں کا باشندہ تھا اس گاؤں کے اکثر لوگ ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے، وہ شخص حضرت تبریزی کے دست مبارک پر مسلمان ہو گیا۔ علی نام مقرر ہوا۔ یہ بدایوں کے بڑے صاحب باطن بزرگ ہیں[۱]

جب حضرت جلال تبریزی بنگال پہنچے تو وہاں رشد و ہدایت کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ خانقاہ اور مسجد تعمیر کی اور لنگر خانہ جاری کر دیا۔ بہت سے مسلمان حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور خاص طور سے وہ ہندو اور بودھ جو نہایت پستی کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے حضرت تبریزی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔[۲] ۶۴۱ھ / ۱۲۴۳ء میں بنگال میں انتقال ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ دیوتلہ (دیو محل) میں دفن ہوئے۔ دیوتلہ میں چلے اور لنگر خانہ کے آثار آج بھی موجود ہیں[۳]

---

[۱] خیال یہ ہے کہ یہ بزرگ "میوگدتی" قوم کے فرد تھے۔ ممکن ہے کہ ان ہی بزرگ کی تبلیغ و تحریک سے بدایوں کے دیہات کے "میوگدتی" مسلمان ہوئے ہوں، خواجہ علی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو فوائد الفواد ص ۲۰۰، اخبار الاخیار ص ۴۴ تا ۴۵ و تذکرۃ الواصلین ص ۴۴ تا ۵۷۔

[۲] ملاحظہ ہو عجائب الاسفار ابن بطوطہ (اردو ترجمہ از مولوی محمد حسین) ص ۳۵۸ تا ۳۶۱ (۱۹۱۳ء) و دعوت اسلام ص ۳۰۱۔

[۳] جلال تبریزی کے متعلق ڈاکٹر عبد الرحیم نے ایک تحقیقی مضمون لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی جولائی ۱۹۶۰ء ڈاکٹر عبد الکریم کا مضمون بھی دیکھئے جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی اکتوبر ۱۹۶۰ء ان دونوں مضامین میں بتلایا گیا ہے کہ ابن بطوطہ نے جلال تبریزی سے ملاقات کی تھی۔

سہروردی سلسلہ کی "فردوسی" شاخ کے مشائخ نے بہار کے علاقہ میں رشد و ہدایت کے بڑے کارنامے انجام دئے ہیں۔ اس شاخ میں خواجہ بدر الدین فردوسی (ف ۷۱۶ھ) ایسے شخص ہیں جو ہند پاکستان میں آئے اس سلسلہ کے درخشندہ ستارے شیخ شرف الدین یحیٰ منیری (ف ۷۸۲ھ ۱۳۸۰ء) ہیں، جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔[1]

سہروردی سلسلہ کے ان شیوخ کا جنہوں نے مشرقی علاقوں میں اپنا اثر ڈالا مختصر حال لکھنے کے بعد اب ہم سہروردی سلسلہ کے اول شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کا مختصر ذکر کرتے ہیں جن کے خاندان سے مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور ان کے اب وجد نے فیوض و برکات حاصل کئے تھے۔

بہاء الدین زکریا ملتانیؒ

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ۵۶۶ھ ۱۱۷۲ء میں قصبہ کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے بارہ سال کے تھے کہ ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، خراسان اور بخارا میں علوم متداولہ کی تحصیل کی پھر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، بغداد پہنچکر شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے حلقہ ارادت میں منسلک ہو گئے اور بہت قلیل عرصہ میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور مرشد کے حکم کے مطابق ملتان کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا اور حضرت زکریا ملتانی کی بدولت سہروردی سلسلہ کی نشر و اشاعت اور ترویج و تبلیغ ہوئی، ہزارہا اشخاص حلقہ ارادت میں منسلک ہوئے۔ اور بہت سے مشرف بہ اسلام ہوئے اور مغربی پاکستان

---

[1] سلسلہ سہروردیہ فردوسیہ کے مفصل حالات معین الدین دردائی "نے تاریخ سلسلہ فردوسیہ" کے نام سے لکھے ہیں یہ کتاب بہار شریف (پٹنہ) سے ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی ہے۔

کے اکثر قبیلے حضرت زکریا ملتانیؒ کی تعلیم و تلقین سے مسلمان ہو گئے۔[1] شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تربیت یافتہ درویشوں کی جماعتیں ملتان، سندھ اور اس کے گرد و نواح میں مسلسل دورے کرتیں اور اس سے بہت مفید نتائج نکلتے۔

سلطان شمس الدین التمتش اور بہاء الدین زکریا ملتانی کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ اوچ و ملتان میں اگرچہ اس وقت ناصر الدین قباچہ کی حکومت تھی مگر شیخ زکریا ملتانی، سلطان التمتش سے ہمدردی رکھتے تھے اور انہوں نے کھل کر التمتش کا ساتھ دیا، قباچہ کے استیصال کے بعد یہ تعلقات اور بھی استوار ہو گئے۔ التمتش نے شیخ زکریا ملتانی کو شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کیا۔ ۶۶۵ھ ۱۲۶۶ء میں اس عظیم المرتبت صوفی شیخ کا ملتان میں وصال ہوا۔[2] مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے جد امجد حضرت جلال سرخ بخاریؒ، شیخ زکریا ملتانیؒ کے مشہور خلفاء میں ہیں۔

---

[1] دعوت اسلام ص ۰۰۰۰ [2] ملتان کے سہروردی مشائخ کے سلاطین سے تعلقات اور ان کی سیاسی سرگرمیوں پر پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ایک مفصل تحقیقی مقالہ لکھا ہے، جو میڈیول انڈیا کوارٹرلی، علی گڑھ جلد سوم شمارہ نمبر اول و دوم میں شائع ہوا ہے۔

[2] حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مفصل حالات مولانا نور احمد خاں فریدی نے بڑے دلچسپ انداز میں تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے نام سے لکھے ہیں جو ۱۹۵۴ء میں قصر الادب جگو والہ (ضلع ملتان) سے شائع ہوا ہے۔

صدرالدین عارف

صدرالدین عارف ۶۲۱ھ ۱۲۲۴ء میں پیدا ہوئے اور اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ زکریا ملتانی کے سایہ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی۔ قرآن کریم سے بڑا شغف رکھتے تھے اسی لئے عارف مشہور ہو گئے۔[1] اپنے والد حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے وصال کے بعد رشد و ہدایت کی مسند پر متمکن ہوئے۔[2] ترکہ میں سات لاکھ درہم نقد ملے تھے مگر سخاوت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ ایک ہی دن میں ساری دولت فقراء و مساکین میں تقسیم کر دی۔[3] مگر اس وجود و سخا کے باوجود ان کے یہاں دولت کی فراوانی تھی۔ ایک مرتبہ شیخ رکن الدین فردوسیؒ (ف ۷۲۴ھ ۱۳۲۴ء) ملتان پہنچے اور حضرت صدرالدین عارفؒ کے مہمان ہوئے تو ایسا پر تکلف دسترخوان بچھا جیسا کہ بادشاہوں کے یہاں ہوا کرتا ہے۔ حضرت شیخ عارف کے آگے طرح طرح کے کھانے اور حلوے تھے۔[4]

شیخ عارف مسند رشد و ہدایت کے صدر نشین ہونے کے ساتھ ساتھ مسند درس کو بھی زینت بخشتے تھے، ہر مبتدی و منتہی کو درس دیتے تھے، یہاں تک کہ صرف و نحو کے طلباء کو بھی محروم نہ فرماتے تھے تصریف عدولی شیخ عارف کی تصنیف ہے۔[5] شیخ

---

[1] سیر العارفین از حامد بن فضل اللہ جمالی ص ۱۲۸ (مطبع رضوی دہلی ۱۳۱۱ھ)

[2] شیخ محمد اکرم لکھتے ہیں کہ غالباً ہندوستان میں موروثی سجادہ نشینی کی یہ پہلی اہم رسم ہے جس پر بعد میں اوچ کے بخاری پیروں نے بھی عمل کیا (آب کوثر ص ۳۰۱)

[3] سیر العارفین ص ۱۴۲ [4] بزم صوفیہ ص ۱۰۷ تا ۱۰۸

[5] تذکرہ صدرالدین عارف (جلد اول) از نور احمد خاں فریدی ص ۹۴ (قصر الادب جگووالہ ۱۹۵۸ء)

محمد اکرام لکھتے ہیں[1] کہ ہندوستان کے مشائخ میں سب سے پہلے آپ تھے جنہیں شیخ ابن العربی کے نظریات اور تصنیفات کے متعلق شیخ فخر الدین عراقی (ف ۶۸۸ھ/۱۲۸۹ء) کے ذریعے معلومات ہوئی۔ شیخ عراقی شیخ عارف کے بہنوئی اور حضرت زکریا ملتانی کے مرید خاص تھے[2]۔ حضرت عارف کے زمانے میں سہروردیہ بہائیہ سلسلے کی وسعت سندھ ملتان سے شمالی ہند تک پہنچ گئی۔ بدایوں میں شیخ حسام الدین معروف بہ جمال ملتانی (ف ۶۸۷ھ/۱۲۸۸ء) مشہور صاحب نسبت بزرگ تھے، جو شیخ عارف کے خلیفہ تھے[3]۔ بدایوں میں حضرت عارف کے ایک دوسرے مرید و خلیفہ شیخ احمد معشوق (ف ۷۲۳ھ/۱۳۲۳ء) بھی کچھ دنوں رہے[4]۔ ۷۰۹ھ/۱۳۰۹ء میں صدر الدین عارف کا انتقال ہوا ان کے ملفوظات کنوز الفوائد کے نام سے ان کے مرید ضیاء الدین نے جمع کئے تھے۔ شیخ عارف کے خلفاء میں اوچ کی دو ممتاز شخصیتیں احمد کبیر (والد ماجد مخدوم جہانیاں جہاں گشت) اور شیخ جمال ہیں، جن کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

شیخ رکن الدین ابو الفتح

شیخ رکن الدین ابو الفتح ۶۴۹ھ/۱۲۵۱ء میں پیدا ہوئے وہ اپنے جد امجد کے براہ راست مرید اور اپنے والد

---

[1] آب کوثر ص ۲۰۲ و سیر العارفین ص ۱۳۹ تا ۱۴۰

[2] شیخ عراقی کے حالات کے لئے دیکھئے بزم صوفیاء ص ۱۵۳ تا ۱۷۰

[3] حاجی جمال ملتانی کے حالات کے لئے دیکھئے اخبار الاخیار ص ۸۰، سیر العارفین ص ۱۳۸ تا ۱۳۹، تذکرۃ الوصلین ص ۳۷ تا ۴۰۔ [4] شیخ احمد معشوق کے لئے دیکھئے فوائد الفواد ص ۲۰۹ و سیر العارفین ص ۱۲۹ تا ۱۳۰ و تجلیات اولیائے سہروردیہ از مولانا ضیاء القادری بدایونی ص ۳۷ (مشمولہ آستانہ زکریا ملتان جنوری ۱۹۵۶ء)

شیخ صدرالدین عارف کے خلیفہ تھے انہیں اپنے زمانہ میں بڑا عروج حاصل ہوا سلطان علاءالدین خلجی ان کا بڑا معتقد تھا حضرت اس کی زندگی میں دو مرتبہ دہلی گئے سلطان نے بڑی عقیدت سے استقبال کیا اور رخصت کے وقت کئی لاکھ تنکے نذر کئے، مگر انہوں نے سب مستحقین و فقراء میں تقسیم کر دئے۔ قطب الدین مبارک شاہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے خصومت رکھتا تھا اس لئے اس نے حضرت رکن الدین ملتانی کو دہلی بلایا اور چاہا کہ شیخ دہلی میں قیام کریں[1]۔ جب حضرت شیخ ملتانیؒ دہلی پہنچے تو حضرت شیخ المشائخ نے ان کا استقبال کیا اور یہ شیخین السعیدین آپس میں بڑے خلوص و محبت سے ملے بادشاہ نے حضرت ملتانی سے ملاقات کے دوران میں پوچھا کہ سب سے پہلے آپ کا کس نے استقبال کیا تو فرمایا کہ[2]

"کسے کہ بہترین اہل شہر است" جب ملتان میں کشلو خاں نے بغاوت کی اور محمد تغلق نے اس کو شکست دیکر اہل ملتان کے خون کی ندیاں بہانے کا حکم دیا۔ اور اس پر عمل بھی شروع ہو گیا، تو حضرت رکن الدین ابو الفتحؒ ننگے پاؤں بادشاہ کے پاس سفارش کے لئے گئے اور اہل شہر کو معافی دلائی۔ عصامی لکھتے ہیں[3]:۔

یکے آتشے کینہ را برفروخت	وزاں آتش اقصائے ملتان بسوخت
چو بشنید در شہر طوفان خون	برہنہ سر و پائے آمد برون
کشادہ زبان شفاعت گری	ہمی گفت میشاہا! جہاں پروری"

---

[1] حضرت شیخ رکن الدین سے سلاطین دہلی کے تعلقات کے سلسلے میں ملاحظہ ہو بزم صوفیاء ص ۲۶۲ تا ۲۷۳ [2] سیر الاولیاء ص ۱۳۶

[3] فتوح السلاطین ص ۴۴۴

براہل گناہ نزد اہل صفا ؛ پسندیدہ تر ہست عفو از جزا
چو بشنید آں شاہ آفاق گیر ؛ شد از شیخ مشفق شفاعت پذیر

۷۳۵ھ/۱۳۳۵ء میں حضرت کا وصال ہوا۔ ملتان میں حضرت رکن الدینؒ کا عالیشان مقبرہ ہے جو دنیا کی مشہور ترین عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت کے کوئی اولاد نہ تھی خلفاء میں شیخ وجیہہ الدین سنامی[1] (ف ۷۳۹ھ/۱۳۳۸ء) حمید الدین حاکم[2] اور حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت وغیرہ مشہور ہیں، آخر الذکر وہ عظیم المرتبت شخصیت ہے کہ جس کے حالات یہاں ہمیں پیش کرنا مقصود ہیں۔

اوچ مرکز علم و عرفان

اوچ ایک قدیم تاریخی شہر ہے، جہاں سکندر اعظم تک کے قدم پہنچے ہیں[3]۔ ہندوؤں کے زمانہ میں یہ شہر مرکزی حیثیت کا مالک تھا اور مسلمانوں کے ابتدائی دور حکومت میں بھی اس کو نہایت عروج ہوا۔ غزنوی عہد میں اوچ میں ایک نامور بزرگ شیخ صفی الدین گازرونی پہنچے، وہ

۱؎ شیخ وجیہہ الدین سنامی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۱۳۱، سیر العارفین ص ۱۴۵ تا ۱۴۶، تذکرہ شیخ رکن عالم مرتبہ از مولانا نور احمد خاں فریدی ص ۲۴۷ (قصر الادب، جگو والہ ۱۹۶۰ء)

۲؎ حمید الدین حاکم کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ جلیلہ از مولوی غلام دستگیر نامی ص ۳۰۷ تا ۳۱۱ (لاہور ۱۹۶۰ء) نیز تذکرہ حمیدیہ از شیخ شہر اللہ بن رحمت اللہ لانگاہ ملتانی (اردو ترجمہ از مولوی غلام دستگیر نامی) مطبوعہ لاہور ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء

۳؎ دی اینشینٹ جاگرفی آف انڈیا از الیگزینڈر کننگھم ص ۲۴۲ تا ۲۴۳ (لندن ۱۸۷۱ء)

؎۱ مشہور صوفی بزرگ خواجہ ابو اسحٰق گازرونی کے مرید اور بھانجے تھے۔ صفی الدین گازرونی نے ۳۹۸ھ (۱۰۰۸ء) میں وصال فرمایا؎۲ یہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اوچ میں مدرسہ اور خانقاہ قائم کی اور وہاں سے ہزاروں طالبان حق فیض حاصل کرتے تھے حضرت گازرونی نے اوچ کو بہت ترقی دی بہت سی عمارتیں بنوائیں؎۳ اور بقول مؤلف تاریخ اوچ حضرت گازرونی کے مدرسہ میں ڈھائی ہزار طالب علم تعلیم پاتے تھے؎۴ حضرت گازرونی کی خانقاہ اوچ بخاری کے شمالی جانب محلہ خوجے میں واقع ہے اس کو میاں شاہ محمد خاں مدار المہام نے مرمت کرا کے بربادی سے بچا لیا؎۵ اس کے بعد اوچ کی سب سے زیادہ ترقی ناصر الدین کے عہد (۶۰۷ھ/۱۲۱۰ء تا ۶۲۵ھ/۱۲۲۸ء) میں ہوئی اس زمانے میں

؎۱ ابو اسحٰق گازرونی بن شہریار اپنے زمانے کے بڑے اجل شیخ ہیں، شیخ ابو علی حسین بن محمد فیروز آبادی سے علم تصوف حاصل کیا۔ علم حدیث میں بڑا درجہ رکھتے تھے، مکہ میں شیخ ابو الحسین علی بن عبد اللہ کی زیارت کی تھی اور ان سے حدیث کی روایت کرتے ہیں ابو اسحٰق گازرونی فارسی الاصل تھے ان کے والد مشرف بہ اسلام ہوئے تھے حضرت شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابو اسحٰق گازرونی کے والد پارچہ بافی کیا کرتے تھے (فوائد الفواد ص ۲۰۸) ۴۲۶ھ میں انتقال ہوا (سفینۃ الاولیاء ص ۲۰۶ (ملاحظہ ہو نفحات الانس از شیخ عبد الرحمٰن جامی ص ۱۶۱ مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۵ء) ؎۲ مولوی حفیظ الرحمٰن نے تاریخ اوچ میں صفی الدین گازرونی کی ولادت ۳۵۳ھ اور اوچ میں آمد ۳۷۰ھ لکھی ہے (ص ۱۴۰) مگر مولوی حفیظ الرحمٰن نے ماخذ کا ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے صفی الدین گازرونی کے سنین اور حالات کہاں سے لئے ہیں ؎۳ بلکہ شیخ عبد الحق لکھتے ہیں کہ بنائے بلدہ اچہ و عمارت از صفی الدین شدہ است (اخبار الاخیار ص ۲۰۵) ؎۴ تاریخ اوچ ص ۶۹ ؎۵ ایضاً ص ۱۴۰

یہ شہر علم و فضل کے اعتبار سے دلی کے ٹکر کا تھا۔ قاضی منہاج سراج نے اس شہر کو ’’حضرت اچہ‘‘ سے خطاب کیا ہے[1]۔ قباچہ کے عہد میں اچ میں بڑے بڑے علماء و فضلاء اور شعراء و حکماء، علم و حکمت اور شعر و ادب کی مجلس میں جمائے ہوئے تھے۔ تاتاریوں کی غارت گری اور دہشت انگیزی سے بھاگ بھاگ کر لوگ اچ پہنچتے تھے اور قباچہ کے انعام و اکرام سے سرفراز ہوتے تھے[2]۔ طبقات ناصری کے مولف قاضی منہاج سراج ۲۶ جمادی الاول ۶۲۴ھ (۱۲۲۷ء) کو اچ پہنچے اور چھ ماہ بعد ماہ ذی الحجہ میں مشہور دارالعلوم ’’مدرسہ فیروزی‘‘ ان کے سپرد ہوا[3]۔ قباچہ کا وزیر عین الملک بھی علم دوست اور حکماء و فضلا کا قدردان تھا۔ تذکرہ لباب الالباب کا مولف سدید الدین عوفی[4] اس معارف پرور وزیر کے الطاف و عنایات کا خاص طور پر معترف ہے۔

عوفی کا تذکرہ عین الملک کی سرپرستی میں لکھا گیا۔ عوفی کی دوسری تصنیف ۔ جوامع الحکایات و لوامع الروایات[5]، ناصر الدین قباچہ کی تحریک پر شروع ہوئی مگر اس کتاب کے مکمل ہونے سے پہلے ہی قباچہ کی کتاب حیات ختم ہو گئی، عوفی کی ایک کتاب

---

[1] طبقات ناصری ص ۵۶ [2] ایضاً ص ۵۶ تا ۵۷

[3] ایضاً ص ۵۷ [4] مولف لباب الالباب کا نام بعض نے صدر الدین یا نور الدین بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو بزم مملوکیہ ص ۳۲)

[5] اس کتاب کا اردو ترجمہ و تلخیص انجمن ترقی اردو (ہند) کی طرف سے ۱۹۴۳ء شائع ہو چکا ہے، ترجمہ کے فرائض اختر شیرانی مرحوم نے انجام دئے ہیں۔

مداتح السلطان کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ناصر الدین قباچہ کے عہد میں پاکستان کی سب سے پہلی تاریخ چچ نامہ عربی سے فارسی میں منتقل ہوئی اور وزیر عین الملک کے نام پر معنون کی گئی[1] اس کتاب کا مولف محمد بن علی بن حامد بن ابی بکر اپنے وطن کوفہ سے اوچ پہنچا اور اس نے اس کتاب کا عربی نسخہ مولانا کمال الدین سے حاصل کر کے فارسی میں منتقل کیا اصل کتاب ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ کی ترتیب و حواشی کے ساتھ شائع ہو چکی ہے اردو اور سندھی زبان میں بھی اس کتاب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

قباچہ کے عہد میں اوچ تعلیم و تدریس کا بڑا مرکز تھا، مدرسہ گازرونی اور مدرسہ فیروزی کا ذکر ہو چکا ہے، ناصر الدین قباچہ نے اس زمانے کے مشہور عالم قاضی قطب الدین کاشانی کے لئے ملتان میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا قاضی کاشانی ایسے عظیم المرتبت عالم تھے کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ان کے اقتداء میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے جب وہ دہلی پہنچے تو شمس الدین التتمش نے ان کا بڑا اعزاز فرمایا[2]۔ مولوی حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں کہ بعد میں قاضی کاشانی اوچ آ گئے تھے اور یہاں پھر ان کے لئے مدرسہ تعمیر ہوا تھا[3]، مگر یہ بات محل نظر ہے کیونکہ قطب الدین کاشانی دہلی کے بعد پھر ملتان ہی میں مقیم رہے اور ان کے مدرسہ میں طلباء مستعدین کا اجتماع ہو گیا ملتان ہی میں ان کا انتقال ہوا، دسویں صدی ہجری تک قلعہ (ملتان) پر ان کی قبر معلوم و مشہور تھی[4]۔ ۶۲۵ھ / ۱۲۲۸ء میں ناصر الدین قباچہ شمس الدین التتمش

---

[1] چچ نامہ ص ۶-۷ [2] فوائد الفواد ص ۱۹۱ تا ۱۹۲ [3] تاریخ اوچ ص ۱۴۴ تا ۱۴۵ [4] تذکرہ بہاء الدین زکریا ص ۱۲۸-۱۳۳ تاریخ اوچ کا بیان بھی غلط ہے کہ قطب الدین کاشانی کا انتقال اوچ میں ہوا اور جگ پورہ میں دفن ہوئے (تاریخ ص ۱۴۴ تا ۱۴۵)

سے شکست کھا کر دریائے سندھ میں غرق ہوگیا، اس کے بعد اچ کی مرکزی حیثیت ختم ہوگئی اور مغلوں کے پیہم حملوں کی وجہ سے یہ شہر خاصا تباہ و برباد ہوا۔ ناصر الدین قباچہ کے عہد کے بعد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے زمانے میں اچ کو سب سے زیادہ شہرت و عظمت حاصل ہوئی اور آج اچ صرف ایک قصبہ کی صورت میں اپنے شاندار ماضی کا نوحہ خواں ہے[1]۔

حضرت جلال سرخ بخاری رح

حضرت جلال سرخ بخاری[2]، مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے جد امجد اپنے دور کے نامور شیخ اور خاندان بخاری کے ممتاز فرد ہیں۔ یہ وہ شخص ہیں جن کو بخارا سے ہند پاکستان آنے پر سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی، پہلے ملتان پہنچے[3] اور پھر کچھ عرصہ بعد بھکر کا رخ کیا، وہاں کے ایک رئیس بدر الدین بن صدر الدین خطیب کی بیٹی سے عقد ہوگیا[4]۔ بدر الدین بھکری کے مزید حالات نہیں ملتے ابن بطوطہ ۷۳۴ھ/۱۳۳۳ء میں بھکر پہنچا ہے وہ بدر الدین اور ان کے

---

[1] اچ ضلع بہاولپور (مغربی پاکستان) میں واقع ہے۔ اسٹیشن ڈیرہ نواب صاحب (احمد پور شرقیہ) سے اچ کو بس جاتی ہے۔ یہ قصبہ تین حصوں اچ بخاری اچ گیلانی اور اچ موغلاں پر مشتمل ہے۔

[2] یہ بزرگ مختلف القاب اور اسماء میر سرخ، شریف اللہ، ابو البرکات، ابو احمد، میر بزرگ، مخدوم اعظم، جلال اکبر اور عظیم اللہ کے نام سے بھی مشہور ہیں (خزینۃ الاصفیا جلد دوم ۳۵۴)

[3] سیر العارفین ص ۱۵۵ و تحفۃ الکرام ص ۳۶۷ از میر علی شیر قانع تتوی (اردو ترجمہ از اختر رضوی) سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۹ء) مگر اخبار الاخیار میں ہے بخارا سے بھکر آئے (ص ۶۱)

[4] اخبار الاخیار ص ۶۱، خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۷ تا ۲۸ و تحفۃ الکرام ص ۳۶۷، ۳۸۹

خاندان یا اولاد و احفاد کا کوئی ذکر نہیں کرتا اس نے وہاں کے تین بزرگ یعنی امام عبداللہ حنفی، قاضی شہر ابو حنیفہ اور شیخ شمس الدین شیرازی کا ذکر کیا ہے[1] حضرت جلال سرخ بھکر سے ملتان منتقل ہو گئے اور اس انتقال سکونت کی وجہ یہ تھی کہ بعض اہل قرابت اور برادری کے لوگوں سے نزاع ہو گیا[2]۔

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں[3]:۔

نخستین از بخارا بسر آمده بخانقاه شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا اقامت گزید وکان ذلک فی سنۃ ست مائۃ و ثلثین خمس۔

بخارا سے نکل کر پہلے خانقاہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا میں مقیم ہوئے اور یہ واقعہ ۶۳۵ھ ۱۲۳۷ء میں ہوا۔

حضرت بخاری بتیس سال کامل اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے پاس مقیم رہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض و مستفید ہوئے۔

حضرت جلال بخاری، علوم ظاہری میں ماہر ولی کامل اور مشہور سیاح معرفت تھے اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے یاران با صفا اور مریدان باوفا سے تھے۔ خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت فرماتے ہیں:۔

دادا دعا گو (مخدوم جہانیاں) کے حضرت جلال الدینؒ خلیفہ شیخ کبیر (بہاء الدین زکریا ملتانیؒ) کے تھے۔

[1] سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۱۸۲ [2] سیر العارفین ص ۱۵۵، اخبار الاخیار ص ۶۱ خزینۃ الاصفیا جلد دوم ص ۵۲

[3] الفرع النامی من الاصل السامی از نواب صدیق حسن خاں ص ۱۴۹ مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۱ھ)

تحفۃ الکرام میں تحریر[1] ہے کہ جس وقت حضرت جلال سرخ بھکر پہنچے تو اس وقت ان کے ہمراہ ان کے دو فرزند علی اور جعفر بھی تھے۔ خزینۃ الاصفیاء کی روایت یہ[2] ہے کہ یہ دونوں فرزند بخارا واپس چلے گئے اور پھر کبھی ہند پاکستان نہیں آئے ممکن ہے ان کی واپسی میں آپس کے نزاع کو بھی دخل ہو جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

تاریخ فرشتہ میں تحریر ہے کہ ایک مرتبہ جلال سرخ بخاری اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی خانقاہ ملتان میں مقیم تھے ان دنوں گرمی کا موسم تھا سخت لو چل رہی تھی اس وقت ان کو بخارا کی برف یاد آئی حضرت شیخ الاسلام نے صفائے باطن سے معلوم کر لیا۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ تھوڑی دیر میں ابر آیا، اولے پڑے اور حضرت جلال سرخ اپنی مراد کو پہنچے[3]

حضرت جلال سرخؒ اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے انتقال کے بعد کچھ دنوں اور ملتان میں رہے اور پھر اپنے مرشد زادہ شیخ صدر الدین عارفؒ کی اجازت و حکم سے اوچ میں سکونت پذیر ہوئے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت جلال سرخ کا اوچ میں آنا جانا ان کے مرشد کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا مگر وہاں مستقل سکونت حضرت عارف کی اجازت سے اختیار کی حضرت مخدوم فرماتے ہیں[4]

"شیخ کبیر بہاء الحق والدین نے دعا گو کے دادا کو بعد بتیس برس کے اوچ کی طرف بھیجا بعد وفات شیخ کبیر کے شیخ صدر الدین نے چند زمانہ رکھا

---

[1] تحفۃ الکرام ص
[2] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم
[3] تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۵۷۷
[4] الدر المنظوم ص ۷۶۷ تا ۷۶۸

بعد اس کے اجازت دی کہ اچہ میں ساکن ہو"۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کا وصال ۶۶۱ھ ۱۲۶۲ء میں ہوا، اور اس کے کچھ مدت بعد حضرت جلال سرخ اچ میں پہنچے۔ مولف تاریخ اوچ لکھتے ہیں[1] کہ ۶۴۱ھ ۱۲۴۳ء میں حضرت جلال سرخ اچ پہنچکر سکونت پذیر ہوئے اس وقت اس مقام کا نام دیو گڑھ تھا، اور یہاں کا راجہ دیو سنگھ تھا وہ حضرت کے رعب سے بھاگ گیا اور اس مقام کا نام اچ ہو گیا۔ شیخ محمد اکرم صاحب نے بھی اس بیان کو قبول کر لیا ہے[2]۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں اس شہر کا نام "اچہ" طبقات ناصری اور عوفی کے تذکرہ لباب الالباب اور چچ نامہ میں مذکور ہے اور قباچہ کی حکومت کے بعد التمش کی حکومت میں آیا ہذا کسی راجہ کا یہاں قابض ہونا بھی تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔

حضرت جلال سرخ نے اچ میں قیام کے بعد اصلاح و تبلیغ کا کام پوری مستعدی کے ساتھ شروع کر دیا۔ علاقہ اوچ کی اقوام چدہڑ، ڈھر اور سیال وغیرہ نے حضرت کی ہدایت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔[3] مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں[4]:۔

ہزارہا مخلوق خدا را بہدایت ہادی حقیقی براہ راست آورد و شہر جھنگ سیالاں کہ در پنجاب مشہور و معروف است بنا فرمود۔	ہزار ہا مخلوق خدا کو اللہ تعالٰی کی ہدایت سے راہ راست پر لائے اور شہر جھنگ سیالاں کی جو پنجاب میں مشہور و معروف ہے بنیاد ڈالی۔

اس علاقہ کا ایک راجا گھلو بھی حضرت جلال سرخ کے دست حق پرست پر مسلمان

---

[1] تاریخ اوچ ص ۹۵
[2] آب کوثر ص ۳۰۹
[3] تاریخ اوچ ص ۹۸
[4] خزینۃ الاصفیا جلد دوم ص ۳۶

ہوا جس کی اولاد ٹھٹھہ گھلوان، اوباڈہ، جھنڈ میانی، ہیٹو واہی، چوٹالہ، خانقاہ، ملک پور، صبراہ، کرم علی والا اور سعداللہ پور (ضلع ملتان) کے مواضعات میں پھیلی ہوئی ہے۔[1]

تقریباً پچانوے سال کی عمر میں ۱۹ر جمادی الاول مطابق ۱۹ مئی ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء کو حضرت جلال سرخ بخاریؒ کا وصال ہوا اور سن وصال لفظ "مخدوم" سے برآمد ہوتا ہے۔[2] اس زمانے میں اوچ ایک وسیع قصبہ تھا اور حضرت جلال سرخ کا قیام اس موقع پر تھا جو موجودہ اوچ سے چھ کوس کے فاصلہ پر جناب رسول پور کے نام سے مشہور ہے اور وہیں پر دفن ہوئے مگر دریا کی طغیانی کی وجہ سے حضرت جلال سرخ کی خاک پاک کو اس موقع پر منتقل کیا گیا جو سیونک بیلا کہلاتی ہے، یہاں بھی دریا کی طغیانی نے مزار پر حملہ کیا پھر یہاں سے دوبارہ خاک کو نکال کر صدرالدین راجو قتال (ف ۸۲۷ھ/۱۴۲۴ء) کے مزار سے متصل دفن کیا گیا پھر مخدوم حامد نو بہار اول نے ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء میں یہ ارادہ کیا کہ حضرت کی خاک پاک کو راجو قتال کے مقبرے سے نکال کر علیحدہ دفن کیا جائے، اس سلسلے میں جنگ و جدال تک نوبت پہنچی چوتھی مرتبہ حضرت جلال سرخ کی خاک پاک یہاں سے نکال کر اس موقع پر دفن کی گئی جہاں اب مزار ہے۔[3]

حضرت کے مقبرہ کی موجودہ عمارت کو ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء میں نواب بہاول خاں ثالث رئیس بہاول پور نے نہایت پائیدار صورت میں بنوایا، مقبرہ کے احاطہ میں ایک کنواں اور

---

[1] تذکرہ صدرالدین عارف ص ۱۷۱

[2] تعجب ہے کہ مولوی نور احمد خاں فریدی مولف "تذکرہ صدرالدین عارف" نے حضرت جلال سرخ کی تاریخ وفات ۶۸۵ھ لکھ دی ہے جو قطعاً غلط ہے۔ (تذکرہ صدرالدین عارف ص ۱۷۱)

[3] ملاحظہ ہو تاریخ اوچ ص ۹۷ تا ۹۸

احاطہ اب بھی کھدوایا پھر ۱۳۰۰ھ میں نواب صادق محمد خاں رابع نے اس کی مرمت، توسیع اور خوبصورتی کا مزید اہتمام کیا مقبرے کے دروازے پر یہ رباعی درج ہے[1]۔

یارب بہ رسالت رسول الثقلین ؛ یارب بغزا کنندۂ بدر و حنین
عصیانِ مرا دو حصہ کن در عرصات ؛ نیمے بہ حسن بخش و نیمے بہ حسین

احمد کبیر سہروردیؒ

حضرت جلال سرخ بخاری کے دو فرزند علی و جعفر جو ان کے ہمراہ بخارا سے آئے تھے وہ کچھ دنوں ہند پاکستان میں رہ کر بخارا واپس چلے گئے ہیں[2] اور بدرالدین بھکری کی دو صاحبزادیوں سے جو حضرت جلال سرخ کے سلسلہ ازدواج میں یکے بعد دیگرے آئیں تین فرزند پیدا ہوئے[3]، پہلی صاحبزادی سے بہاء الدین اور محمد غوث اور دوسری بیوی سے احمد کبیر پیدا ہوئے جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے والد ماجد ہیں[4]۔

احمد کبیر، صدر الدین عارف کے مرید و خلیفہ ہیں، بڑے عارف، ذاکر اور صاحب کرامت بزرگ تھے کشف و کرامات کا اخفاء فرمایا کرتے تھے[5]۔ ہر وقت خشیت الٰہی کا غلبہ

---

[1] ایضاً [2] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۸۲ مگر نواب صدیق حسن خاں نے الفرع النامی (ص ۴۰) میں لکھا ہے کہ علی اپنے والد کے پاس سندھ میں رہ گئے اس کا حوالہ معلوم نہ ہو سکا۔ [3] سیر العارفین ص ۱۵۵، خزینۃ الاصفیاء ص ۲۸۲ و تاریخ فرشتہ جلد دوم (اردو ایڈیشن) ص ۶۸۴ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۳۳ء)

[4] احمد کبیر کے سن ولادت کا تعین نہیں ہو سکا، مگر جو حوادث پیش نظر ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے والد جلال سرخ (ف ۶۹۰ھ) کے آخر زمانے میں پیدا ہوئے تھے۔

[5] الدر المنظوم ص ۳۰۴۔

رہتا تھا، حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ وہ کسی وقت خوف کی وجہ سے بستر پر نہیں سوتے تھے، سردی اور گرمی میں صرف ایک کپڑا اوڑھ لیا کرتے تھے روزانہ دو قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے ایک دن میں اور دوسرا رات میں،[1] قرآن کریم سے بڑا شغف رکھتے تھے جس وقت احمد کبیر کوئی آیت تلاوت فرماتے تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا سینۂ مبارک سے نعرے نکل رہے ہیں۔[2]

حضرت صدر الدین عارف رح کے خلیفہ اور سلسلہ سہروردیہ کے نامور بزرگ شیخ جمال خنداں رو بھی حضرت احمد کبیر کی حفاظت اور رعایت فرماتے تھے، حضرت مخدوم سے روایت ہے کہ ایک موقع پر شیخ جمال نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جلال بخاری نے کہا تھا کہ میرا فرزند احمد کبیر بڑا باشوق اور عشق الٰہی میں سرشار ہوگا، تم اس کی حفاظت کرنا لہٰذا میں اس رعایت کو ملحوظ رکھتا ہوں۔[3] خود احمد کبیر بھی حضرت شیخ جمال کا کچھ زیادہ خیال نہیں رکھتے تھے ایک مرتبہ حضرت رکن الدین ابو الفتح نے حضرت مخدوم کے ذریعہ پیغام بھیجا تو احمد کبیر فوراً حضرت جمال خنداں رو کی خدمت میں پہنچے اور قدم بوس ہوئے اور پھر آئندہ کبھی بے اعتنائی کا اظہار نہیں کیا۔[4] حضرت احمد کبیر پر غلبہ اور کشف کا یہ عالم ہوتا تھا کہ فرض اور نفل نماز میں بھی نعرہ مارتے اور زار زار روتے تھے۔[5]

---

1. الدر المنظوم ص ۴۳۸
2. ایضاً ص ۴۶ ۵
3. ایضاً ۵۵۰ تا ۵۵۱
4. ایضاً ص ۵۵۱
5. ایضاً ص ۵۵۰

اس زمانہ میں اوچ میں تین خانقاہیں تھیں :۔

۱۔ خانقاہ شیخ جمال خنداں رو ۲۔ گازرونیوں کی خانقاہ اور
۳۔ حضرت احمد کبیر سہروردی کی خانقاہ، احمد کبیر کی خانقاہ میں دور و نزدیک سے اکثر مسافر، مشائخ اور سیاح آکر مقیم ہوا کرتے تھے[1]

حضرت احمد کبیر کا اوچ میں انتقال ہوا حضرت مخدوم انتقال کی کیفیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ[2]

"جس رات میرے والد کا انتقال ہوا میں اس رات موجود تھا، اس روز وہ عشاء کی نماز وقتِ مستحب میں نہ پڑھ سکے، جب آدھی رات ہوئی تو مجھے بلایا، وضو کیا اور نماز عشاء ادا کی اور ویسے ہی قبلہ کی طرف منہ کر کے جاں بحق تسلیم کی۔"

حضرت احمد کبیر کا سن وصال بھی معلوم نہ ہو سکا مگر ۶۱۴ھ (۱۲۱۷ء) کے کئی سال بعد ضرور انتقال ہوا[3] مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں کہ حضرت جلال سرخ بخاری کے مزار کے بالکل متصل ان کے فرزند احمد کبیر کا مزار ہے، خود ہی مؤلف مذکور نے بڑی صراحت سے لکھا ہے کہ حضرت جلال سرخ کا جہاں آج کل مزار ہے وہاں حضرت کی خاک پاک ۱۰۲۶ھ (۱۶۱۷ء) میں چوتھی مرتبہ منتقل

[1] الدر المنظوم ۳۰۳ و ۳۰۴ [2] ایضاً ۵۹۷

[3] الدر المنظوم میں ہے کہ سات سال کی عمر میں احمد کبیر اپنے فرزند مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو شیخ جمال اوچی کی خدمت میں لے گئے تھے (سیر العارفین ۱۵۶ و تاریخ فرشتہ (اردو) ۲/۸۵۶) اور پھر اس کے بعد ابتدائی تعلیم اوچ میں حاصل کر کے حضرت مخدوم جہانیاں ملتان گئے اور وہاں سے تحصیل علم کر کے اوچ آئے تو ان کے والد زندہ تھے (الدر المنظوم ۵۰۷)

کی گئی تھی۔ لہذا حضرت احمد کبیر کا مزار اس سے متصل ہونا صحیح نہیں[1]

حضرت احمد کبیر کے بہت سے مرید تھے ان کے خلفاء میں شیخ جلال مجرد سلہٹی خاص طور سے مشہور ہیں جنہوں نے بنگال و سلہٹ میں اسلام کی شمع روشن کی اور ان کی کوششوں سے اس دور دراز کفرستان میں شجر اسلام بارآور ہوا۔ مشہور ہے کہ وہ احمد کبیر کے بھانجے تھے زمانۂ حال کے بعض مورخین کا خیال ہے کہ کامروپ میں ابن بطوطہ شیخ جلال مجرد سلہٹی سے ملا تھا[2]

شیخ جمال خنداں رو

شیخ جمال نامور محدث، متورع عالم اور صاحب نسبت درویش اور صدر الدین عارف کے خلیفہ تھے شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نے بچپن ہی میں ان کی جبین منور سے ان کے علم و فضل اور صلاح و تقویٰ کا اندازہ لگایا تھا۔ اور حضرت عارف کو وصیت فرمائی تھی کہ جب جمال اچی تمہارے پاس پہنچیں تو خاص طریقے سے تعلیم و تربیت فرمانا اور نصف تبرکات و آثار ان کے سپرد کر دینا چنانچہ اسی طرح عمل میں آیا[3]

شیخ جمال محدث اپنے مرشد کے حضور سے باطنی نعمتوں سے مالا مال ہو کر اچ واپس آئے اور وہاں ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد ڈالی مدرسہ میں خود حدیث کا درس دیتے

---

[1] تاریخ اوچ ص ۹۷ تا ۹۸ و ۱۴۰ تا ۱۴۱ [2] شیخ جلال سلہٹی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ صدر الدین عارف ص ۱۷۴ تا ۱۸۹، آب کوثر ص ۳۵۵ تا ۳۶۹، جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) جولائی ۱۹۶۰ء و اکتوبر ۱۹۶۰ء [3] تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شیخ جمال حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے (اردو ایڈیشن ص ۶۸۵) [4] سیر العارفین ص ۱۲۹، خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۶ تا ۲۷۔

تھے، حضرت مخدوم جہانیاں نے شیخ جمال محدث سے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی شیخ جمال محدث کی خانقاہ اچ کی مشہور خانقاہ تھی[1] وہ بڑے حلیم، بردبار اور صاحب اخلاق درویش اور عالم تھے، ایک مرتبہ قلندروں نے ان کے ساتھ زیادتی کی مگر انھوں نے حلم و استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا[2] ظاہر میں مخلوق کے ساتھ بڑی محبت اور اخلاق سے پیش آتے تھے اور باطن میں خالق سے انس و رغبت رکھتے تھے[3] آخر زمانے میں ان کے مدرسے اور خانقاہ کے لئے بادشاہ وقت کی طرف سے معافی و وظیفہ بھی مقرر ہو گیا تھا، شیخ جمال محدث کی شہرت حدود ہند پاکستان سے باہر دنیائے اسلام میں بھی تھی اور وہاں کے اکابر علماء و مشائخ ان سے متعارف تھے[4]

شیخ جمال محدث اتباع سنت کا بڑا خیال رکھتے تھے اسی لئے ہمیشہ موٹا کپڑا زیب تن فرماتے تھے، بازار سے ایک تنکہ کی چادر منگواتے اور اس میں تینوں کپڑے پگڑی، کرتہ اور ازار بنا لیتے تھے[5]

شیخ جمال خنداں رواچی کا صحیح سال وفات معلوم نہ ہو سکا۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے ۱۲۷۶ھ[6] اور مولوی حفیظ الرحمن بہاولپوری اور مولانا نور احمد خاں فریدی نے ۱۳۰۱ھ تحریر کیا ہے[7] جو صریحاً غلط ہے اس لئے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں

---

[1] الدر المنظوم ص ۴۴ [2] ایضاً ص ۳۰۳ تا ۴۰۴ و ۴۲۲ و ۴۲۹

[3] ایضاً ص ۴۰۳ تا ۴۰۴ [4] ایضاً

[5] ایضاً ص ۵۱۰ ، ۳۷۶ [6] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۷

[7] تاریخ اوچ ص ۱۴۹ و تذکرہ صدر الدین عارف ص ۵۵

گشت کی پیدائش ۷۰۷ھ (۱۳۰۸ء) تمام تذکرہ نویسوں اور مورخین کے نزدیک مسلمہ ہے اور حضرت مخدوم جہانیاں سب سے پہلے شیخ جمال خنداں رو کی خدمت میں سات سال کی عمر یعنی ۷۱۴ھ (۱۳۱۴ء) میں حاضر ہوئے اس کے بعد ان کی خدمت میں ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی لہٰذا ہمارا خیال ہے کہ جمال خنداں رو کا انتقال آٹھویں صدی کے ربع اول کے اختتام میں ہوا ہے۔ صحیح سال وفات کا تعین دشوار ہے۔ شیخ جمال کا مزار اوچ کے محلہ میں ہے[1] اسی وجہ سے اس حصے کو اوچ جمالی بھی کہتے ہیں۔

شیخ جمال خنداں رو کے بعد ان کے جانشین ان کے عالم و فاضل فرزند شیخ رضی الدین گنج علم ہوئے ان کو ظاہری علم و فضل کے ساتھ نعمت باطنی سے بھی بہرہ وافر ملا تھا۔ حضرت گنج علم نے اپنے والد کے بعد مدرسہ اور خانقاہ کا خوب انتظام کیا۔ ذکر کرام میں تحریر ہے کہ شیخ رضی الدین گنج علم ۶۶۷ھ (۱۲۶۸ء) میں پیدا ہوئے اور ۷۷۰ھ (۱۳۶۸ء) میں انتقال ہوا۔[2]

شیخ جمال الدین خنداں رو کا خاندان علم و فضل کے اعتبار سے ہمیشہ ممتاز رہا حضرت خود مخدوم جہانیاں کے استاد تھے اس کے بعد ان کے خاندان کو بخاری مخادیم کی اتالیقی کی عزت برابر حاصل رہی۔ مولوی حفیظ الرحمٰن اپنی ۱۹۳۱ء کی تالیف "تاریخ اوچ" میں لکھتے ہیں کہ آج تک یہ رسم ہے کہ جب بخاری سجادہ نشین کے گھر میں فرزند پیدا ہوتا ہے تو شیخ جمال الدین کی خانقاہ پر ایک گھوڑا بطور نذر کے تحفہ دیا کرتے ہیں۔[3]

---

[1] تاریخ اوچ ص ۱۴۹ [2] ذکر کرام از مولوی حفیظ الرحمٰن ص ۸۵ تا ۸۶ (بہاولپور ۱۹۳۸ء)

[3] تاریخ اوچ ص ۱۵۰۔

بابِ سوم

مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ

آں گوہر معدن سیادت	سلطان سرادق سعادت
آں حامی دین سلالۂ پاک	فرزند نبی خاص لولاک
بانی شریعت و طریقت	استاد مشائخ حقیقت
اندر پئے مصطفیٰ در اسلام	از فقر نہادہ گام بر گام
سیاح جہاں براہ دینی	برداشتہ توشۂ یقینی
ہم سائر بیت حج اکبر	ہم زائر روضۂ پیمبر
آمد ز خدا لقب بالبشش	مخدوم جہانیاں خطابش
او صدر مشائخ معالیت	در خدمت او دل جمالیت[1]

پیدائش مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی ولادت باسعادت ۱۴ شعبان المعظم ۷۰۷ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۳۰۸ء بروز جمعرات کو اوچ میں[2] ہوئی[3]

---

[1] سیر العارفین ص ۱۵۵ [2] لطائف اشرفی جلد اول از نظام یمنی ص ۳۹۲ (مطبوعہ نصرت المطابع دہلی ۱۲۹۹ھ - ۱۸۸۱ء) الدر المنظوم ص ۲۳، اخبار الاخیار ص ۱۴۳، سفینۃ الاولیاء ص ۱۵۴، آئین اکبری جلد دوم ص ۲۱

حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں کہ خانقاہ میں ایک مقام پر لفظ "خادم نبی" لکھا ہے جس سے ۷۰۷ھ برآمد ہوتے ہیں اور یہی سال پیدائش ہے[۱] مفتی غلام سرور لاہوری نے اس لفظ کو یوں منظوم کیا ہے:-

میر کامل ولی جلال الدین	قرۃ دیدۂ علی آمد
سال تولید آں شہ مخدوم	از دلم "خادم نبی" آمد

مخدوم کی جبین مبارک سے بچپن ہی میں رشد و ہدایت کے انوار ظاہر تھے۔ حضرت جہانگیر اشرف سمنانی سے منقول ہے کہ حضرت مخدوم کی پیدائش کے بعد ان کے والد ماجد حضرت کو شیخ جمال خنداں رو کی خدمت میں لے گئے اور ان کے قدم مبارک میں ڈال دیا۔ حضرت شیخ جمال خنداں رو نے فرمایا کہ اس فرزند کی بزرگی و عظمت دنیا میں ایسی ہوگی جیسی آج کی رات (شب برات) کی ہے[۲] قاضی شمس الدین ملتانی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم سے ان کے والد ماجد نے پوچھا کہ تمہیں اپنی ولادت کے متعلق کچھ یاد ہے؟ تو حضرت اپنے والد کے حضور میں خاموش رہے، مگر جب ان کے پاس سے باہر آئے تو میری طرف رخ کیا اور فرمایا کہ وہ عورت کہ جس نے چھٹے روز مجھے دودھ پلایا اور کپڑے پہنائے میں اس کو پہچانتا ہوں[۳]

اسم ولقب حضرت مخدوم جہانیاں کا نام نامی ان کے جد امجد کے اسم گرامی پر جلال الدین رکھا گیا[۴] لیکن عام طور پر "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" کے نام سے

---

[۱] تاریخ اوچ ص ۱۰۵ [۲] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۴، ۵۷، لطائف اشرفی ص ۳۹۴

[۳] سیر العارفین ص ۱۴۲ [۴] ہند و پاکستان میں حضرت مخدوم کے خاندان کا سلسلہ ان کے ان جد بزرگوار جلال الدین معروف بہ جلال سرخ سے شروع ہوتا ہے۔ آخری دور کے تذکروں میں مذکور ہے کہ حضرت مخدوم کا شجرۂ نسب دس واسطوں سے حضرت امام علی نقی سے ملتا ہے لیکن سیر العارفین، اخبار الاخیار اور آپ کے ملفوظات میں اس چیز کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ اس روایت کا اولین مآخذ تاریخ فرشتہ ہے۔ بعد کے مؤلفین نے یہ روایت وہیں سے نقل کی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہر شجرہ میں ناموں اور ان کی تعداد میں

اقتباس۔ [۵] سیر العارفین ص ۱۵۵ تاریخ فرشتہ (اردو ترجمہ) ص ۵۸۵ و رود کوثر ... جلد دوم ص ۳۱۱۔

معروف ہیں "مخدوم جہانیاں" لقب ہے جس کو بطور عیدی کے اپنے سلسلہ کے مشائخ عظام سے ملا ہے۔

حضرت مخدوم ایک مرتبہ شب عید میں حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے مقبرہ میں مشغول تھے اور ان سے عیدی مانگ رہے تھے تو وہاں سے جواب ملا کہ تم "مخدوم جہانیاں" ہو اور حضرت صدر الدین عارفؒ کے یہاں سے بھی یہی خوش خبری ملی اور حضرت رکن الدین ابو الفتحؒ کے مقبرے پر حاضر ہوئے تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا، جب حضرت مخدوم واپس آئے تو جو شخص دیکھتا تھا یہی کہتا تھا کہ "مخدوم جہانیاں" آرہے ہیں[1] حضرت مخدوم نے سیر و سیاحت خوب فرمائی تھی۔ اس لئے "جہاں گشت" مشہور ہوئے۔

عہد طفلی

حضرت مخدوم کی پرورش بہت ناز و نعم کے ساتھ ہوئی، ان کے عہد طفلی کا ایک واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے مزاج میں ادب و شائستگی کو کس قدر دخل تھا۔ حضرت کی عمر سات سال کی تھی کہ ان کے والد احمد کبیر اُچ کے مشہور عالم و شیخ حضرت جمال خنداں رو کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مخدوم کو ساتھ لے گئے۔ حضرت شیخ نے اس موقع پر حاضرین کے سامنے کچھ خرمے پیش کئے چند خرمے حضرت مخدوم کے حصے میں بھی آئے جن کو انہوں نے مع گٹھلیوں کے کھا لیا، حضرت شیخ نے مسکراتے ہوئے پوچھا کہ خرموں کو مع گٹھلیوں کے کیوں کھا گئے۔ حضرت مخدوم نے نہایت ادب سے جواب دیا کہ حضرت کے ہاتھ سے ملے ہوئے خرموں کی گٹھلیاں پھینکنی مناسب نہ تھیں حضرت مخدوم کی یہ گفتگو حضرت شیخ کو بہت پسند آئی انہوں نے فرمایا کہ :۔

---

[1] سیر العارفین ص ۱۵۷ تا ۱۵۸ و تاریخ فرشتہ دار نعا ایڈیشن ۲ ص ۴۱۶

بابا آرے! شما پسر انید کہ دودمان خویش منور خواہد ساخت وہم خاندان مشائخ۔	بابا ہاں! تم وہ صاحبزادے ہو کہ اپنے خاندان اور اپنے مشائخ کے خاندان کو روشن کرو گے۔

حضرت شیخ جمال خنداں رو کی یہ پیشنگوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی [۱]

تعلیم و تربیت

حضرت مخدوم کا خاندان دو پشت سے ہند پاکستان میں رشد و ہدایت کا مرکز بنا ہوا تھا ان کے دادا اور والد سہروردی سلسلہ کے مشائخ میں سے تھے اور ان حضرات کی خانقاہ اوچ میں خاص طور سے مشہور تھی۔ حضرت مخدوم نے ابتدائی تعلیم و تربیت اوچ میں حاصل کی، اوچ کے دو اساتذہ [۲] شیخ جمال محدث خنداں رو اور شیخ بہاء الدین قاضی اوچ کے اسماء گرامی ملتے ہیں۔ شیخ جمال خنداں رو اوچ کے بڑے عالم اور شیخ تھے ان کے درس میں ہدایہ، بزدوی، مشارق الانوار، مشکوٰۃ المصابیح اور عوارف المعارف کا دورہ رہتا تھا ان کے علاوہ بھی طالب علم کے حسب خواہش کتاب کا درس دیتے تھے [۳]۔ حضرت مخدوم نے شیخ جمال سے حدیث کا درس لیا تھا مولانا شمس الدین اور شیخ فخر الدین گازرونی حضرت مخدوم کے ہم سبق تھے [۴]۔ حضرت مخدوم نے دو حدیثوں کے اسباق کی تفصیل بھی بیان کی ہے [۵]۔ حضرت شیخ جمال کے طریقہ درس کے متعلق حضرت مخدوم فرماتے ہیں [۶]

---

۱ سیر العارفین ص ۱۵۶ تاریخ فرشتہ (اردو ایڈیشن) ص ۶۸۵

۲ زمانہ حال کے بعض تذکرہ نویسوں نے بحوالہ لطائف اشرفی لکھا ہے کہ حضرت مخدوم نے اپنے چچا محمد بخاری سے بھی ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی حالانکہ لطائف اشرفی جلد اول ص ۳۹۰ میں یہ تصریح مذکور ہے کہ یہ تربیت بسلسلہ سلوک و تصوف تھی نہ کہ ظاہری تعلیم کے متعلق۔

۳ سکۃ الدر المنظوم ص ۶۳۱ ۴ ایضاً ص ۶۳۷ تا ۶۴۰ ۵ ایضاً ص ۲۷ تا ۲۸

"وہ عام سبق پڑھاتے تھے اور اگر کوئی جگہ مشکل ہوتی تو ذرا دیر سر جھکاتے اور مشکل کو حل کر دیتے تھے...... عجب علم تھا جو وہ رکھتے تھے"۔

قاضی اچ شیخ بہاء الدین کی خدمت میں حضرت مخدوم نے ہدایہ اور بزدوی کا کچھ حصہ پڑھا، اسی دوران میں قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا۔[1] حضرت مخدوم فرماتے ہیں[2]

"مولانا بہاء الدین قاضی اچہ دعاگو کے استاد تھے، میں ان کے پاس پڑھتا تھا اور تواضع کرتا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ تو سر کو بلند کر کے سلام کر نیچا کر کے سلام مت کر کیونکہ مکروہ ہے"۔

ملتان میں تحصیل علم

قاضی بہاء الدین کے انتقال کے بعد حضرت مخدوم ملتان پہنچے۔ ملتان کے مشہور سہروردی سلسلے میں حضرت مخدوم کے جد امجد اور والد بزرگوار منسلک تھے اور اس وقت حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سجادہ نشین خانقاہ سے ایک عالم مستفیض ہو رہا تھا۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ جب میں اچ سے ملتان پہنچا تو حضرت شیخ رکن الدین نے خانقاہ کی بجائے مدرسہ میں میرے قیام کا انتظام کیا اور ان کے کھانے کا انتظام بھی خانقاہ کی بجائے گھر سے کیا گیا۔ حضرت شیخ رکن الدین نے حاضرین سے تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ حضرت جلال بخاری کا پوتا ہم سے ملاقات کرنے

---

[1] مولوی نور احمد خاں فریدی لکھتے ہیں کہ مولانا بہاء الدین کا شاندار مقبرہ اچ میں تھا ۱۲۲۳ھ کی طغیانی میں دریا سے اسے صدمہ پہنچا اور خانقاہ کا نصف حصہ بنیاد سے چوٹی تک گر گیا باقی حصہ بڑے استقلال سے حوادث دہر کا مقابلہ کر رہا ہے (تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی ص ۳۹۸ قصر الادب جگوالہ ۱۹۶۱ء)

[2] الدر المنظوم ص ۳۶۰

کے لئے نہیں آیا ہے بلکہ تحصیل علم کے لئے آیا ہے[1]۔ حضرت شیخ رکن الدین نے حضرت مخدوم کی تعلیم کے لئے شیخ موسیٰ اور مولانا مجد الدین کو مقرر کیا۔ ان علماء سے انہوں نے ہدایہ و بزدوی کو ختم کیا[2]۔ حضرت مخدوم کا قیام بسلسلہ تعلیم ملتان میں ایک سال رہا۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں[3]:

"ایک برس تک میں وہاں رہا، چند کتابیں جو کہ بعد انتقال قاضی بہاءالدینؒ رہ گئی تھیں ان کو میں نے تمام کیا۔"

حضرت مخدوم طالب علمی کے زمانے میں اکثر اپنے ساتھی طالب علموں سے بحث و تمحیص بھی کرتے تھے۔ مقرر نامہ میں ہے[4]۔

روزے این فقیر با چند متعلمان در بقعہ شریف ملتان در خانقاہ ملک المشائخ شیخ رکن الدین طالب تراہ بحث تصریف یک دیگر بود۔

ایک دن یہ فقیر شہر ملتان میں ملک المشائخ شیخ رکن الدین کی خانقاہ میں چند طالب علموں کے ساتھ علم صرف کے متعلق بحث کر رہا تھا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ مکہ معظمہ میں پیش آیا۔ اس موقعہ پر دوران بحث میں حضرت مخدوم کو غصہ بھی آ گیا تو ان کے شیخ عبد اللہ مطری نے اظہار ناراضگی فرمایا[5]۔

---

[1] ایضاً ۵۰۶ تا ۵۰۷ — [2] ایضاً ۵۵۰

[3] ایضاً ۸۲۰

[4] مقرر نامہ (مجموعہ مکاتیب مخدوم جہانیاں جہاں گشت) مرتبہ تاج الدین احمد مکتوب نمبر ۳۱ (قلمی مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری)۔ سبحان اللہ کلیاتش علی گڑھ

حضرت مخدوم ملتان میں نہایت اطمینان و آرام سے رہے، حضرت شیخ رکن الدین ان کے قیام و طعام کا خاص خیال رکھتے، روزانہ اچار، روٹیاں اور آشام کا ایک پیالہ حضرت مخدوم کو ملتا تھا، یہ آشام میووں اور گھی یا دودھ سے تیار ہوتا تھا۔ حضرت شیخ رکن الدینؒ کی یہ خاص غذا تھی۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں: "کہ پھر مجھے ایسا آشام کبھی نہیں ملا اور کبھی کبھی شیخ کا پس خوردہ بھی مل جاتا تھا۔"[1]

جب حضرت مخدوم ملتان میں اپنی تعلیم ختم کر چکے تو حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو خاص اپنی کشتی کے ذریعہ اوچ روانہ فرمایا[2] حضرت مخدوم نے ملتان کے اپنے ایک استاد نور الدین کا بھی ذکر کیا ہے۔ آپ نے علوم ظاہری سے فراغت حاصل کر لی تو سلطان محمد تغلق نے ان کو شیخ الاسلام مقرر کیا۔[3]

استفادہ علمی حرمین شریفین میں

حضرت مخدوم علم و فضل کے سچے طالب اور شیدائی تھے، مختلف دیار و امصار میں گھوم پھر کر "مومن کی دولت گمشدہ" کو حاصل کرتے تھے، انہوں نے سیر و سیاحت کے دوران اکابر شیوخ اور نامور علماء و اساتذہ سے اکتساب فیض کیا اور مختلف ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے، علمائے حرمین شریفین سے خاص طور سے استفادہ فرمایا، انہوں نے یہاں کے مشائخ کرام میں شیخ عبد اللہ یافعی[4] اور شیخ عبد اللہ مطری کا خاص طور سے ذکر فرمایا ہے

---

[1] درالمنظوم ص ۲۰۸ [2] ایضاً ص ۵۰ [3] ایضاً ص ۲۴۵ و ص ۲۵۵

[4] عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد یافعی اپنے زمانے کے ممتاز عالم اور شیخ تھے ان کی تصانیف میں مرآۃ الجنان، عبرۃ الیقظان اور روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین مشہور و معروف ہیں ۷۶۸ھ/۱۳۶۶ء میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو نفحات الانس ص ۷۲۲-۷۲۳ (اردو ترجمہ لاہور ۱۹۵۵ء)

ملفوظات میں اکثر آیات و احادیث کی تفسیر و تشریح کے بیان میں حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہندوستان میں کسی نے یہ معانی بیان نہیں فرمائے یہ معانی مکہ یا مدینہ کے فلاں عالم نے بیان کئے۔

شیخ عبداللہ مطری سہروردی کے بیان میں حضرت مخدوم فرماتے ہیں:۔

"مکہ و مدینہ میں سارے موذن اہل علم و محدث و مشائخ ہیں موذن مدینہ مبارک کے شیخ عبداللہ مطری تھے بعد اس کے ان کے اوصاف بیان فرمائے کہ کس قدر بزرگوار اور میرے استاذ تھے، دعاگو نے عوارف تمام ایک سال میں نزدیک ان کے پڑھی ہے جبکہ میں مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک چلہ معتکف تھا تو وہ واسطے دعاگو کے سحر کے وقت ایک ہاتھ میں کھانا اور دوسرے ہاتھ میں چراغ لاتے اور حجرے ہی میں سبق پڑھاتے۔ اسی محل میں ایک عزیز نے پوچھا کہ شیخ مدینہ کوئی لڑکا نہیں رکھتے تھے کہ خود طعام و چراغ لاتے تھے، فرمایا واسطے تعظیم دعاگو کے اور بسبب شفقت کے کہ جو وہ رکھتے تھے گھر سے نزدیک میرے آتے تھے ....

...... (شیخ عبداللہ مطری) ہاتھ پکڑ کر ایک جگہ لے گئے کہ تو یہاں مشغول ہو اور سلام کر کہ شیخ قطب عالم رکن الحق والدین اسی جگہ سلام کرتے اور مشغول ہوتے اور ہر شب جمعہ میں حاضر ہوتے اور شب دوشنبہ میں یہاں آتے اور مقام شیخ نصیر الدین کا بتایا بائیں جانب شیخ رکن الدین کے دعاگو دونوں شیخوں کے مقام کے عقب میں مشغول ہوتا اور سلام کرتا تھا۔"[1]

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۶ تا ۳۷، ص ۶۰۳

حضرت مخدوم اپنے ملفوظات میں شیخ مدینہ کی شفقت و محبت کا بار بار ذکر فرماتے ہیں، شیخ عبد اللہ مطری سہروردی کی شفقت و عنایت کی بناء پر حضرت مخدوم کو مسجد نبوی میں ایک مرتبہ امامت کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔[1] حضرت مخدوم نے عوارف کا سبق شیخ عبد اللہ مطری سہروردی سے اس خاص نسخہ سے لیا تھا۔ جو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مطالعہ میں رہ چکا تھا، بعد کو یہ نسخہ شیخ نے حضرت مخدوم کے پاس ایک حاجی کے ذریعہ بھیجا تھا۔[2] غرض مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں حضرت مخدوم نے شیخ مکہ عبد اللہ یافعی سہروردی اور شیخ مدینہ عبد اللہ مطری سہروردی سے مختلف کتابیں پڑھیں دونوں شیوخ سے صحاح ستہ اور عوارف المعارف کے درس لئے حضرت مخدوم نے قصبہ شوکارہ (عراق) میں پہنچکر شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ شرف الدین محمود سہروردی سے عوارف المعارف کا درس لیا۔[3]

حضرت مخدوم کا قیام مکہ معظمہ میں سات سال رہا، کتابت کے ذریعہ گزارہ کرتے تھے اور چاندنی رات میں دو جز لکھ لیا کرتے تھے اور اس کی اجرت ایک فلوس نقرئی ہوتی تھی چونکہ اس زمانہ میں وہاں غلہ مہنگا تھا، اس لئے اس رقم میں دو جو کی روٹیاں ملتی تھیں[4] حضرت مخدوم نے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں ان تمام کتابوں کا اعادہ کیا جو ہند پاکستان میں پڑھ چکے تھے، صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک، سنن ترمذی، سنن امام بیہقی کے نام خاص طور سے ملتے ہیں۔[5] حضرت مخدوم بلا تکلف عربی بولتے تھے۔[6]

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۶۴ [2] الدر المنظوم ص ۲۸۳ - ۴۷۹، ۴۲۲، ۵۲۲، ۶۰۹
[3] ایضاً ص ۵۲۲، ۶۰۹ [4] الدر المنظوم ص ۲۷۹
[5] ایضاً ص ۵۱۶ تا ۵۱۷ [6] ایضاً ص ۵۱۶ و ۶۰۶

علوم میں جامعیت کمال

علوم شریعت و طریقت میں حضرت مخدوم کا کوئی نظیر نہ تھا حضرت کے ملفوظات کے جامع شیخ علاء الدین علی نے ان علوم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔[1]

یہ این علم ہمہ درین ملفوظ ظاہر اند	یہ تمام علوم جو اس ملفوظ میں ظاہر ہیں۔
ازین علوم در ذات آں صاحب علوم بودؔ	وہ ذات ان سب علوم کی جامع تھی۔

حضرت مخدوم کے علم و فضل کے سلسلے میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

(مخدوم جہانیاں) جامع است میان علم و ولایت[2]

صاحب تاریخ فرشتہ کا بیان ہے:۔

"سید جلال الدین حسین بخاری عالم متبحر تھے اور علوم عقلی و نقلی میں آپ نے نہایت مشقت کھینچی تھی اور مقید اس امر کے نہ تھے کہ ایک شخص کے مرید ہو کر دوسرے سے رجوع نہ کریں اور فرماتے تھے کہ تمام فضلاء اور شیوخ کی زیارت سے مستفیض ہونا چاہیے اور اس جناب نے سبھوں سے فیض و نصیب حاصل کیا ہے"[3]

صاحب مآثر صدیقی کا کیا خوب جامع بیان ہے:۔

"آپ علوم کتاب و سنت کے جوہر فرد اور کمالات باطنی کے معدن تہذیب اخلاق اور ملکات روحانی کے سہیل یمن تھے"[4]

---

[1] ایضاً ص ۱۱ تا ۱۳
[2] اخبار الاخیار ص ۱۴۲
[3] تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۶۸۵
[4] مآثر صدیقی (سوانح عمری نواب صدیق حسن خاں قنوجی) جلد اول از نواب علی حسن خاں ص ۳۷ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۴ء)

حضرت مخدوم کو علوم قرآنی میں بڑا درک حاصل تھا، قرأت و تجوید، شان نزول اور تفسیر میں بڑی فضیلت کے مالک تھے جیسا کہ ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے حضرت مخدوم نے اپنے پوتے حامد بخاری کو قرآن کریم پڑھاتے ہوئے فرمایا:-

"میں نے قرآن کریم کی ساتوں قرأتیں سیکھی ہیں اور جو مجھ سے سنے تو اسناد اس کے صحیح ہیں[۱]"

علم حدیث میں بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ مشکوٰۃ المصابیح حضرت مخدوم نے اوچ کے ایک نامور محدث سے سماعت فرمائی، مصابیح کے اسباق میں قاری شیخ جمال کے بیٹے تھے[۲] اکثر حضرات حدیث کے معانی حضرت مخدوم سے حل کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ مولانا شرف الدین محتسب ایک حدیث کے اشکال حل کرنے کے لئے آئے حضرت مخدوم نے نہایت شرح و بسط سے اس کے معانی بیان فرمائے[۳]۔

حضرت مخدوم کی تحصیل صرف و نحو لغت کے سلسلے میں فرماتے ہیں:-

"تحصیل صرف و نحو لغت کا ذکر نکلا تو (حضرت مخدوم نے) حدیث صحاح قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من تعلم العربیۃ لیسھل علیہ علم الشریعۃ فکانما عبد اللہ مأتہ عام لم یعصہ طرفۃ عین یعنی جو شخص کہ علم عربیت یعنی صرف و نحو سیکھے تاکہ علم شریعت یعنی علم فقہ و اصول فقہ اس پر آسان ہو جائے تو گویا اس نے سو برس اللہ تعالےٰ کی عبادت کی کہ طرفۃ العین اس کی نافرمانی نہ کی ہو، پس کون عبادت اس سے

۱؎ الدر المنظوم ص ۲۷، ۸۴ ۲؎ الدر المنظوم ص ۲۰۰
۳؎ الدر المنظوم ص ۱۷۳۔

بہتر ہوگی کہ وہ علم عربیت کو حاصل کرے، ورنہ وہ ماضی و مستقبل وامر ونہی

و فاعل و مفعول و مبتدا و خبر کو کیا جانے وہ تو معنی فقہ کے غلط کرے گا

اور غلط کہے گا پس خطائے عظیم ہوگی[۱]

حضرت مخدوم شیخ طریقت کے لئے تین علوم (۱) علم شریعت (۲) علم طریقت اور علم حقیقت لازمی قرار دیتے ہیں، علم شریعت میں تفسیر قرآن، احکام فقہ اور علم حدیث میں ماہر و کامل ہونا چاہئے[۲] حضرت مخدوم کے ملفوظات شاہد ہیں کہ ان کو ان علوم میں مجتہدانہ دسترس حاصل تھی۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ دنیوی علوم پر انسان کو تضیع اوقات نہیں کرنا چاہئے[۳] ایک موقعہ پر حضرت مخدوم نے علم کے سلسلہ میں اپنے مرید خاص تاج الدین سیاہ پوش کو لکھا کہ[۴]:-

علم ہماں مقدار حاصل باید کرد کہ تواں بعمل کوشیدن زیرا کہ مقصود ازیں علم مومن عمل نیک است۔	علم اسی قدر حاصل کرنا چاہئے کہ جس پر عمل ہو سکے کیونکہ اس علم سے مومن کا مقصد نیک عمل کرنا ہے۔
گر کار کنی سخن بسیار ست	ور نہ کنی کتابہا خروار ست

بیعت و خلافت سہروردیہ سلسلہ

حضرت مخدوم نے علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد راہ سلوک میں قدم رکھا۔ ان کے نانا اور والد سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے۔ اور ملتان کی مشہور خانقاہ سہروردیہ بہائیہ کے نمائندے اور وکیل تھے۔ خود حضرت مخدوم نے بھی ظاہری علوم کی تکمیل حضرت

---

[۱] الدر المنظوم ص ۱۳۸   [۲] الدر المنظوم ص ۲۰۳۔

[۳] مقرر نامہ مکتوب نمبر ۱

[۴] ایضاً مکتوب نمبر ۲۶۔

شیخ رکن الدین ابو الفتح کے مدرسہ میں جا کر ملتان میں کی تھی۔ حضرت مخدوم نے اول اپنے والد احمد کبیر اور چچا محمد بخاری سے سلوک کی تعلیم پائی، پھر حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی کی طرف رجوع کیا۔ شیخ رکن الدین اپنے دور کے نامور مشائخ میں تھے ان کے فیض و برکات سے ملتان مرکز ہدایت بنا ہوا تھا۔ حضرت مخدوم شیخ رکن الدین ابو الفتح کی خدمت اقدس میں پہنچے، بیعت و ارادت کے بعد اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں[۱]:-

وہ شیخ الاسلام رکن الدین ابو الفتح قریشی کے مرید ہیں۔	او مرید شیخ الاسلام شیخ رکن الدین ابو الفتح قریشی است ....

حضرت مخدوم کو اپنے شیخ طریقت شیخ الاسلام رکن الدین سے بڑی محبت و عقیدت تھی ایک مرتبہ حضرت رکن الدین اپنے مکان کی دہلیز سے باہر آ رہے تھے، جیسے ہی دروازے کی آخری سیڑھی پر پہنچے تو حضرت مخدوم نے اپنا سینہ پیش کر دیا تاکہ حضرت ان کے سینہ پر اپنا پیر رکھ دیں۔ حضرت نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انگشت شہادت دانتوں میں دبالی اور فرمایا کہ تم نے ولایت و معرفت کا اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے، اس کے بعد حضرت مخدوم کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ لیا اور اپنا سینہ مبارک ان کے سینہ سے لگایا[۲]۔

حضرت مخدوم اپنے ملفوظات میں خود ایک جگہ فرماتے ہیں کہ شیخ ایسا چاہئے اور پھر حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت کا ایک مرید خانقاہ میں ذکر و شغل میں مشغول تھا اس نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ تو حج کو جا صبح کو اس مرید نے یہ خواب حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سے بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ خواب

---

[۱] اخبار الاخیار ص ۱۴۲   [۲] سیر العارفین ص ۱۵۸

تجھ کو شیطان نے دکھایا ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ تجھ کو اشغال و اذکار سے علیحدہ کر دے اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت مخدوم نے فرمایا کہ "شیخ ایسا چاہیے"[1] حضرت مخدوم نے حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سے خرقہ خلافت پایا۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں[2]

"از شیخ الاسلام رکن الحق والدین خرقہ تبرک پوشید"

شیخ ابو الفضل علامی لکھتا ہے[3]

"از شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی خلافت یافت"

مؤلف بزم صوفیاء مرآۃ الاسرار کے حوالے سے لکھتے ہیں[4]

مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخدمت شیخ رکن الدین ابو الفتح بن شیخ صدر الدین بن شیخ بہاء الدین زکریا قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم تربیت یافت و از دست وے خرقہ پیران سہروردیہ پوشید۔	مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے شیخ رکن الدین ابو الفتح بن شیخ صدر الدین بن شیخ بہاء الدین کی خدمت میں تربیت حاصل کی اور انہیں کے ہاتھ سے سہروردی پیروں کا خرقہ پہنا۔

فرشتہ کا بیان ہے[5]:

"(اول) اپنے والد احمد کبیر سے خرقہ خلافت پایا اور دوسرا خرقہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح سے پایا۔ روایت ہے کہ برسوں ان کی خدمت کی"

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۰۷ [2] اخبار الاخیار ص ۱۴۲
[3] آئین اکبری (سرسید ایڈیشن) جلد دوم ص ۲۱۱ [4] بزم صوفیاء ص ۴۰۰، ۴۰۱
[5] تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۶۸۵۔

خلاصۃ التواریخ میں تحریر ہے[1]:۔

"(مخدوم جہانیاں) مرید و خلیفہ پدر بزرگوار خود است از شیخ رکن الدین ابو الفتح نیز خلافت یافت۔"

مخدوم جہانیاں اپنے والد بزرگوار کے مرید و خلیفہ ہیں اور شیخ رکن الدین ابو الفتح سے بھی خلافت پائی ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں[2]:۔

"مخدوم جہانیاں ارادت بخدمت شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی سہروردی آورد و از وے خرقہ خلافت یافت[3]۔"

مخدوم جہانیاں شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی سہروردی کی خدمت میں مرید ہوئے اور خرقہ خلافت پایا۔

حضرت مخدوم نے ملفوظات میں حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کی خدمت میں حاضر ہونے کا اکثر جگہ ذکر کیا ہے[4]۔ اور حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کی حکایات و واقعات تو کثرت سے نقل فرمائے ہیں[5]۔

---

[1] خلاصۃ التواریخ از منشی سبحان رائے بھنڈاری (مرتبہ مولوی ظفر حسن دہلی ۱۹۱۸ء) ص ۲۲۶

[2] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۵۸ [3] زمانۂ حال کے بعض تذکروں شلاً کلمات جدولیہ فی احوال اولیاء اللہ الموسوم بہ تحفۃ الابرار مولفہ مرزا آفتاب بیگ (ص ۷۴ جدول چہارم مطبوعہ مطبع رضوی دہلی ۱۳۲۳ھ) مآثر صدیقی جلد اول (ص ۳۹۴) تاریخ اوچ (ص ۱۰۵) بزم صوفیاء (ص ۳۹۹) آب کوثر (ص ۳۱۱) و تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی (ص ۴۰۰ تا ۴۰۱) میں بھی حضرت مخدوم جہانیاں کو شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی ملتانی کا مرید و خلیفہ لکھا ہے۔ [4] الدر المنظوم ص ۱۶۱، ۱۲۵، ۱۲۶، ۴۲۵ [5] ایضاً ص ۴۹، ۵۰، ۱۱۹، ۱۳۹، ۱۵۲، ۱۸۷، ۲۴۰، ۲۵۲، ۲۹۲، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۴، ۳۷۹، ۴۱۴، ۴۲۵، ۴۲۶۔

ایک واقعہ ملفوظات سے درج کیا جاتا ہے جس سے حضور شیخ میں حضرت مخدوم کی قربت اور رعایت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بدشیخ قطب عالم رکن الحق والدین قدس اللہ سرہٗ پیر کے دن واسطے زیارت اپنی والدہ کے جاتے .... (حضرت) روز سہ شنبہ کو خانقاہ سے باہر آئے دعاگو (حضرت مخدوم) اور دعاگو کے استاد مولانا نور الدین دونوں ہمراہ رکاب چلے، مقام مذکور میں والدہ کی زیارت کی اس جگہ سے ذرا پیچھے آئے، چار تکبیریں نماز جنازہ کی کہیں، ہم نے بھی اقتدا کیا، میں نے اپنے استاد سے کہا کہ آپ شیخ سے پوچھو کہ یہ چار تکبیریں کیا تھیں، انہوں نے کہا کہ میری حد نہیں ہے یعنی میرا منصب نہیں ہے کہ میں پوچھوں۔ ہم اسی میں تھے کہ شیخ ہماری طرف اپنا منہ لائے اور فرمایا تم جانتے ہو اس جگہ مولانا شمس الدین کو دفن کیا ہے، پائنتی میری والدہ کے اس جگہ ایک نشان بھی گیا۔[۱]

حضرت مخدوم نے بڑے اکابر مشائخ حضرت شیخ صدر الدین عارف[۲] اور شیخ کبیر بہاء الدین زکریا ملتانی[۳] کا بھی ملفوظات میں اکثر ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مخدوم حضرت شیخ رکن الدین کی قبر پر حاضر ہوئے اور حضرت شیخ سے بعد وصال بھی مستفیض ہوتے رہے۔ شیخ رکن الدین نے حالت خواب میں خرقہ پہنایا[۴] حضرت شیخ نے حضرت مخدوم کو "قطب عالم" کے خطاب سے نوازا[۵] ایک واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔[۶]

۱؎ الدر المنظوم ص ۱۲۵، ۱۲۶ ۲؎ ایضاً ص ۱۹۹، ۲۹۷، ۳۱۱، ۳۶۸

۳؎ ایضاً ص ۲۸، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۰، ۳۵۲ ۴؎ ایضاً ص ۱۲، ۲۵۵، ۲۵۶

۵؎ ایضاً ص ۲۵۷ ۶؎ ایضاً ص ۲۵۵

بہ شیخ کامل حالت ممات میں وہ تربیت کرتا ہے جو زندگی میں کرتا تھا جیسے کہ دعاگو (حضرت مخدوم) کو شیخ رکن الدین قدس سرہٗ نے تربیت کیا منجملہ اس تربیت کے کہ ایک یہ ہے کہ سلطان محمد نے مجھ کو شیخ الاسلام کیا اور چالیس خانقاہیں میرے تصرف میں کر دیں، شیخ مجھ کو خواب میں دکھائی دئے اور کہا کہ تو حج کو چلا جا نہیں تو غرق ہو جائے گا۔ صبح کو شیخ کے امام نے کہا کہ جلد روانہ ہو جا کیا تیاری کرتا ہے، شیخ نے مجھے اشارہ کیا ہے۔ میں نے مخدوم والد .... سے اجازت چاہی اور روانہ ہو گیا"۔

حضرت مخدوم نے اپنے ملفوظات میں بیس بزرگوں سے خرقہ پوشی کا ذکر کیا ہے جن میں سات ایسے واسطے ہیں جو سلسلہ سہروردیہ عالیہ سے وابستہ ہیں۔ ان مشائخ کرام کے نام یہ ہیں[۱]:۔

۱۔ احمد کبیر سہروردی (والد ماجد حضرت مخدوم و خلیفہ صدرالدین عارفؒ)

۲۔ شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی ملتانیؒ

۳۔ شیخ قیام الدین سہروردیؒ (خلیفہ حضرت رکن الدین ملتانیؒ)

۴۔ شیخ مکہ عبداللہ یافعی سہروردیؒ۔

۵۔ شیخ مدینہ عبداللہ مطری سہروردیؒ۔

۶۔ شیخ شرف الدین محمود شاہ سہروردی (خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ)

۷۔ شیخ نجم الدین کبریٰ سہروردیؒ۔

اُنکے علاوہ دیگر تیرہ مشائخ اور ہیں جن سے خرقہ خلافت حاصل کیا[۲] (۱) محمد بخاری[۳] (۲) شیخ نظام الدین (۳) شیخ قطب الدین منور (۴) شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ (۵) شیخ قطب عدن فقیہہ بصال

۱؎ الدر المنظوم ص ۱۶ تا ۱۷ ۲؎ ایضاً ۳؎ لطائف اشرفی ص ۳۹۰

(۶) ابو اسحٰق[1] گازرونی (۷) شیخ امام الدین (۸) حمید حسینی (۹) احمد کبیر رفاعی (۱۰) شیخ نجم الدین اصفہانی (۱۱) حضرت خضر علیہ السلام (۱۲) اوحد الدین حسینی (۱۳) شیخ نور الدین۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اکثر شیخ رکن الدین ابو الفتح کی طرف سے سہروردی سلسلہ میں بیعت کیا کرتے تھے[2]

چشتیہ سلسلہ حضرت مخدوم کو چشتیہ سلسلہ میں خرقہ خلافت حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی سے حاصل تھا، صاحب سیر العارفین[3] لکھتے ہیں کہ ایک روز شیخ مکہ عبد اللہ یافعی نے فرمایا کہ دہلی سے بڑے بڑے مشائخ اٹھ گئے اور ان کی نشانی حضرت شیخ نصیر الدین محمود زندہ ہیں کہ اس شہر میں اپنے مشائخ کا چراغ روشن کئے ہوئے ہیں۔ حضرت مخدوم یہ سن کر ان کے مشتاق ہو گئے اور دہلی پہنچکر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت شیخ نصیر الدین نے خرقہ خلافت مشائخ چشت سے سرفراز فرمایا اور اس روز سے حضرت نصیر الدین محمود "چراغ دہلی" کے لقب سے مشہور ہوئے[4]۔ حضرت مخدوم نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود کا اپنے ملفوظات میں اکثر ذکر فرمایا ہے[5]

ملفوظات میں حضرت چراغ دہلی کے متعلق ایک واقعہ ہے[6]۔

"جبکہ دعاگو (حضرت مخدوم) مکہ مبارکہ سے اچہ میں آیا اور شیخ نصیر الدین شہر

---

[1] گازرون کے مشہور صوفی شیخ ابو اسحٰق (ف ۴۲۶ھ) کے علاوہ کوئی دوسرے بزرگ ہوں گے

[2] الدر المنظوم ص ۲۵۶ [3] سیر العارفین ص ۱۵۶، ۱۵۷ [4] کلیات جدولیہ کے مؤلف نے حضرت مخدوم کا اول مشائخ چشت میں ذکر کیا ہے (جدول دوم ص ۵۳، ۷) اور پھر مشائخ سہروردیہ میں تذکرہ کیا ہے (جلد چہارم ص ۱۷) [5] الدر المنظوم ص ۱۶، ۱۶۰، ۱۶۱، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۲۴۰ [6] الدر المنظوم ص ۳۸۰۔

سے ٹھٹھہ میں جاتے تھے۔ سلطان محمد نے طلب کیا تھا ان پر خفا تھا تو وہ خانقاہ[۱] میں نزدیک والد مخدوم کے اترے اور کہا کہ تم مدد کرو کیونکہ میرے حق میں خفگی ہے، مجھے ٹھٹھہ میں لئے جاتے ہیں۔ مخدوم والد واسطے شیخ کے ملم ہوئے چنانچہ اثناء راہ میں لوٹ آئے، سلطان محمد مر گیا، مخدوم والد کی خانقاہ میں اترے ہم نے ان کی ضیافت کی ان کو مہمان کیا۔"

حضرت مخدوم بقول شیخ سعدیؒ کے

"تمتع زہر گوشہ یافتم ز ہر خرمنے خوشہ یافتم"

پر عمل پیرا تھے اور حضرت مخدوم نے اپنے قول "و جمیع مشائخ و فضلاء را بایہ دید و از ہر کدام نصیبے و شیضے بایہ ربود" کے مطابق عالم اسلام کے اجل مشائخ کرام اور صوفیائے عظام سے فیض حاصل کیا۔

---

[۱] سلطان محمد تغلق اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے تعلقات اچھے نہ تھے سیر العارفین (۹۵، ۹۶) اخبار الاخیار (۸۱) اور تاریخ فرشتہ جلد دوم (ص ۶۵۱، ۶۵۲) میں ذکر کیا گیا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے حضرت چراغ دہلی کو تکلیف پہنچائی لیکن کوئی واضح سبب نہیں بتایا۔ ملا عبد القادر بدایونی کا بیان ہے کہ

فیروز شاہ تغلق حضرت چراغ دہلی کی مدد سے تخت نشین ہوا بلکہ افواہ یہ ہے کہ بادشاہ کی زندگی ہی میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے فیروز شاہ کو بادشاہ بنانے کے ڈھنگ ڈال دئے تھے۔"

یہی سبب سلطان محمد تغلق اور شیخ نصیر الدین محمود کی کشیدگی کا معلوم ہوتا ہے۔

منتخب التواریخ از ملا عبد القادر بدایونی اردو ایڈیشن لکھنؤ ۱۸۷۴ء ص ۸۵

حضرت مخدوم جب ۷۸۱ھ / ۱۳۸۰ء میں دہلی میں تشریف لائے اور قریب دس ماہ قیام کیا تو قیام دہلی کا ایک خاص مقصد یہ بھی بیان کیا کہ "چار مقبروں میں چار دن رہوں گا" اور ان کے نام (۱) حضرت قطب الدین (بختیار کاکیؒ) (۲) حضرت نظام الدین اولیاءؒ (۳) حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ۔ چوتھے مقبرہ کا نام مرقوم نہیں ہے۔[۱] حضرت مخدوم شیخ المشائخ نظام الدین کے مقبرہ کی زیارت کو اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے[۲]

شیخ جیلانیؒ سے عقیدت

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو شیخ عبد القادر جیلانیؒ (ف ۵۶۱ھ / ۱۱۶۶ء) سے بہت عقیدت تھی ملفوظات میں اکثر شیخ جیلانی کا ذکر کیا ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ان کی خدمت میں حاضر ہونے اور فیض حاصل کرنے اور دوسرے موقعہ پہ ادب و احترام نبوی کا ذکر کیا ہے بلکہ ایک جگہ حضرت مخدوم شیخ عبد القادر جیلانی کا قول نقل فرماتے ہیں[۳]:۔

طوبیٰ لمن رآنی او رأی من رآنی او رأی من رآہ او رأی من رآ آہ۔

〃 〃 〃

〃 〃 〃

خوش خبری ہو انہیں، جنہوں نے مجھ کو دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا یا میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا یا میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا۔

اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ شرف الدین محمود تستری کو دیکھا اور انہوں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کو دیکھا اور شیخ الشیوخ نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی زیارت

---

۱ الدر المنظوم ص ۳۹۱ ۲ ایضاً ص ۳۹

۳ ایضاً ص ۲۵۹۔

کی۔ اس طرح میں اس شرف سے مشرف ہوا۔ اور میں رحمت خداوندی کا مستحق ہوا[1]۔ حضرت مخدوم نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے کئی واقعات وکرامات اپنے ملفوظات "مجالعلوم" میں ذکر کئے ہیں، ان کے ملفوظات "خزانہ جلالی" کا آخری باب "ذکر الادعیۃ الماثورۃ والشروط استجابۃ الدعاء" پر ہے، اس میں بھی حضرت مخدوم نے ایک طویل دعا نقل فرمائی ہے، جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منقول ہے[2]

---

[1] اخبار الاخیار ص ۱۴۲

[2] خزانہ جلالی ورق ۳۲۷ ب و ۳۲۸ ا

بابِ چہارم

سیر و سیاحت

حضرت مخدومؒ نے سیر و سیاحت بہت فرمائی اور تمام ممالک اسلامی میں گھوم پھر کر علمائے عظام اور صوفیائے کرام سے فیوض و برکات حاصل کئے[1] اور "سیروا فی الارض" کے پیشِ نظر "فانظروا کیف کان عاقبۃ للمتقین" کو عملی جامہ پہنایا، اسی لئے "جہاں گشت" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت جہانگیر اشرف کچھوچھوی کا ارشاد ہے کہ بہت سے اولیاء اللہ نے معارف و حقائق کی تلاش میں سیاحت کی ہے، لیکن مخدوم جہانیاں کی طرح کسی نے سفر نہیں کیا، ربع مسکوں کی سیاحت کی اور شاید ہی کوئی درویش ایسا ہو جس سے انھوں نے پورے فائدے حاصل نہ کئے ہوں[2]، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں[3]:

"سیاحت بسیار کرد و بسیارے از اولیاء نعمت و برکت یافت"	انھوں نے بہت سیاحت کی اور بہت سے اولیائے کرام سے نعمت و برکت حاصل کی۔

مفتی غلام سرور لاہوری ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں[4]:

---

[1] الدر المنظوم جلد اول ص ۵ ۔

[2] لطائف اشرفی جلد اول ص ۳۹۰

[3] اخبار الاخیار ص ۱۴۴

[4] خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۵۰۲

"مصر و شام و عراقین و بلخ و بخارا و خراسان سفر کردہ و از بسیارے مشائخ کبار اخذ فائدہ و نعمت نمودہ بسیار حج گزارد کہ ازاں جملہ شش حج اکبر بودند"

انہوں نے مصر، شام، عراقین، بلخ، بخارا خراسان کا سفر کیا اور بہت سے نامور مشائخ سے فائدہ اور نعمت حاصل کی، بہت سے حج کئے ان میں سے چھ حج اکبر تھے۔

صاحب سیر العارفین مولانا جمالی کنبوہ اس سلسلے میں ایک مزید اطلاع دیتے ہیں[1]

"و این حقیر در مکہ و مدینہ و بیت المقدس و بغداد و بسیار جاہائے دیگر حجرہ ہائے متبرکہ او (حضرت مخدوم جہانیاںؒ) یافتہ است و در آنجا دوگانہ نماز ادا نمودہ الآن آں حجرہ ہا را مجاوراں اند و جاروب کشی می کنند و چراغہا و قنادیل می افروزند"

اس حقیر نے مکہ، مدینہ، بیت المقدس، بغداد اور بہت سے دوسرے مقامات پر ان کے متبرک حجرے پائے ہیں، اور وہاں نماز دوگانہ ادا کی ہے اور اب تک ان حجروں میں مجاور ہیں، جو جاروب کشی کرتے ہیں اور چراغ اور قندیل روشن کرتے ہیں۔

حضرت مخدوم کے ملفوظ خزانہ جلالی میں ایک مستقل باب "سفر و تجارت" سے متعلق ہے۔ اس میں سفر کی غرض و غایت اور آداب و طریق کو مفصل طور سے لکھا ہے اور سفر کے دس مقاصد بیان کئے ہیں:۔

(۱) تعلیم (۲) تجارت (۳) تفکر در لطائف آفرینش باری تعالیٰ (۴) حج (۵) جہاد

[1] سیر العارفین ص ۱۵۶

[2] سیر العارفین کی تالیف ۹۳۸ھ اور ۹۴۱ھ کے درمیان ہوئی ہے ملاحظہ ہو "خسرو ثانی شیخ جمالی دہلویؒ" از ڈاکٹر نذیر احمد اردو ادب علی گڑھ ص ۴۶ شمارہ ۱ جلد چہارم جولائی تا ستمبر ۱۹۵۴ء۔

(۶) زیارت مدینہ (۷) زیارت بیت المقدس (۸) ملاقات بزرگان دین (۹) زیارت قبور بزرگان (۱۰) ہجرت۔[1]

حضرت مخدوم کے بلاد اسلامی کی سیر و سیاحت کے سلسلے میں جن معلومات کی ضرورت ہے افسوس وہ نہیں ملتیں۔ بہرحال حضرت مخدوم کا آغاز سفر شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ہوا، محمد تغلق کا زمانہ تھا اور حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کا وصال (۷۳۵ھ) ہو چکا تھا۔ لہٰذا حضرت مخدوم کا آغاز سفر ۷۳۵ھ کے بعد اور واپسی ۷۵۱ھ سے کچھ قبل ہوئی۔[2]

مخدوم کے ملفوظات خزانۂ جلالی میں تحریر ہے[3]:۔

ودر سنہ ثمان واربعین وسبعمائۃ بخدمت آں بزرگ (شرف الدین محمود) رسید	وہ ۷۴۸ھ میں ان بزرگ (شرف الدین محمود) کی خدمت میں پہنچے۔

سفر کے سلسلہ میں یہ نہایت قیمتی معلومات ہیں۔

حضرت مخدوم آغاز سفر کے متعلق لکھتے ہیں[4]:

"سلطان محمد (تغلق) نے مجھ کو شیخ الاسلام کیا اور چالیس خانقاہیں میرے

---

[1] خزانۃ الفوائد الجلالیہ (معروف بہ خزانۂ جلالی) مرتبہ شیخ احمد المدعو بہ بہاء بن یعقوب (قلمی) ۱۳۷ الف (مخزونہ گیلانی لائبریری اوچ حاکو کہ مخدوم شمس الدین ثامن گیلانی)

[2] خزانۂ جلالی (قلمی) ورق ۲۹۰ الف

[3] خزانۂ جلالی (قلمی) ورق ۲۹۰ الف

[4] الدر المنظوم ص ۲۵۵

تصرف میں کردیں، شیخ (رکن الدین ابو الفتح) مجھ کو خواب میں دکھائی دئے، کہا
تو حج کو چلا جا تو غرق ہو جائے گا، صبح کو شیخ کے امام نے کہا کہ جلد روانہ ہو جا
کیا تیاری کرتا ہے، شیخ نے تجھے اشارہ کیا ہے، میں نے مخدوم والد سے اجازت
چاہی روانہ ہو گیا، میرے پاس کوئی وجہ یعنی خرچ نہ تھا اللہ تعالےٰ نے اتنے
فتوحات پہنچائے ایک عزیز حج کو روانہ ہوا تھا اس کے گھر والے اسے مجبور لائے
وہ لوٹ آیا، وہ زاد راہ مجھ کو دیا میں پیادہ تھا گھوڑا دیا لیکن میں نے وہ گھوڑا
مولانا نظام الدین کڑہ کو دیدیا وہ مدقوق تھے، شہر میں لوٹ آئے اور دعا گو (حضرت
مخدوم) پیادہ گیا بانواع نعمت مشرف ہوا۔"

ہمارا خیال ہے کہ اس سفر میں کم و بیش دس بارہ سال لگے ہوں گے حضرت مخدوم سات سال
مکہ معظمہ میں رہے اور دو سال مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ فرماتے ہیں[1]

مدت دو سال ملازم صحبت و محکوم خدمت شیخ عبد اللہ مطری در مدینہ معظم بود۔	دو سال شیخ عبد اللہ مطری کی خدمت صحبت میں ملازم و محکوم رہا۔

حضرت مخدوم کے جو سفر نامے ملتے ہیں وہ قطعاً ناقابل اعتبار ہیں[2]، ان میں بے سر و پا ناقابل
من گھڑت حکایتیں اور دور از کار قصے درج ہیں۔ نہ واقعات کی کوئی ترتیب ہے نہ مقامات

---

[1] خزانۂ جلالی (قلمی) ورق ۲۸۸ ب

[2] حضرت مخدوم کے تین سفر نامے ہمارے پیش نظر رہے ہیں، ایک مطبع احمدی دہلی (۱۸۹۹ء)
کا مطبوعہ ہے، جس کو محمد عباس ابن غلام علی چشتی دہلوی نے فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ دوسرا
نسخہ اللہ والے کی قومی دوکان (لاہور) کا مطبوعہ ہے۔ تیسرا سفر نامہ "سیر نامہ مخدوم جہانیاں
جہاں گشت" فارسی مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں ساکن اوچ، قلمی صورت میں ہے۔

وممالک کی ہر جگہ کا بے ربط ذکر ہے۔ حضرت مخدوم کے مستند ملفوظات جامع العلیم، خزانۂ جلالی
مظہر جلالی، جواہر جلالی میں قرآن و حدیث اور فقہ حنفی پر مبنی جو تعلیمات درج ہیں ان کے
بالکل خلاف سفرناموں کا انداز ہے اور پھر ان سفرناموں کے اندراجات آپس میں بھی متضاد
اور مختلف ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ کسی شخص نے "جہاں گشت" کے لقب کو سامنے رکھتے ہوئے
اپنے معتقدات کی روشنی میں ایک سفرنامہ گڑھ دیا ہے[1]، بعض شہر و قصبات کے نام ملفوظات
سے لئے گئے ہیں اور پھر اس سفرنامہ میں مختلف لوگوں نے قطع و برید کی ہے، حضرت مخدوم
کے ہم عصر سیاح ابن بطوطہ (ف سنہ ۷۷۸ھ / ۱۳۷۸ء) اور مستوفی[2] کی تحریریں موجود ہیں، ان

---

[1] سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت مترجمہ محمد عباس مطبوعہ مطبع احمدی دہلی سنہ ۱۸۹۹ء میں
کربلا (ص ۳-۵) قلعہ خیبر (ص ۲۰-۲۱) ذوالفقار حیدری و حضرت فاطمہؓ (ص ۲۲) و امام مہدی
(ص ۳۰-۳۱) کے بیانات سے مرتب کے مذہبی رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔

[2] پورا نام حمد اللہ مستوفی ہے، اس نے اپنی مشہور کتاب نزہۃ القلوب سنہ ۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء میں بزبان
فارسی مرتب کی تھی۔ یہ دور ہلاکو خاں کے پوتے سلطان ابو سعید کا تھا اور اس وقت تاتاریوں کے
بے پناہ حملوں کا طوفان عظیم اپنی شدت زائل کر چکا تھا، مستوفی درحقیقت اس عہدے کا نام
تھا جس پر جغرافیہ داں اور سیاح فائز تھا۔ اپنے اس عہدے کی وجہ سے اس کو سرکاری محاصل کی
فہرستیں اور دیگر دستاویزیں حاصل ہو گئیں جو دوسروں کے لئے سہل الحصول نہ تھیں، اسی لئے
اس کی کتاب میں گوناگوں واقعات اور قیمتی معلومات کا بڑا خزانہ جمع ہے (مسلم کنٹری بیوشنز ٹو جیوگرافی
مولفہ نفیس احمد ص ۴۱-۴۲) لاہور سنہ ۱۹۴۷ء۔

تحریروں کے بالکل خلاف مخدوم سے منسوب سفرنامے کے بیانات ہیں، سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے بیان کردہ کسی شہر کا حال اگر ابن بطوطہ یا مستوفی کے بیان سے ملایا جائے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے، صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے مدائن کے متعلق اس منسوب سفرنامہ کا بیان ہے[۱]

"اس کا سولہ کوس طول اور بارہ کوس عرض ہے، اور اکیس لنگروں میں فقیروں اور مسکینوں کے لیے قسم قسم کے طعام پکتے ہیں اور چند خانقاہیں ہیں جن میں توریت کے عالم رہتے ہیں، اس شہر میں کوئی مفلس نہیں بلکہ یافندوں وغیرہ کا فرقہ بھی دولت مند ہے اور اس شہر میں پیغمبروں کی بھی چند خانقاہیں ہیں۔ یہ اسلامی شہر ہے"

مستوفی کا بیان ہے[۲]:-

آٹھویں صدی میں مدائن بالکل غیر آباد اور شکستہ ہو چکا تھا، گو اس کے مقابل دریا کے مغربی کنارے پر بہت سے گاؤں اس وقت تک آباد تھے۔

انیسویں صدی عیسوی کے پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ خواجہ غلام فرید (ف ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء) بھی اس سفرنامہ کو مجموعہ اکاذیب قرار دیتے ہیں، خواجہ صاحب فرماتے ہیں[۳]:-

---

[۱] ملاحظہ ہو مکمل سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ص ۱۶-۱۷ (مطبوعہ اللہ والے کی قومی دوکان لاہور) [۲] جغرافیہ خلافت مشرقی از جی۔ لی اسٹرینج (اردو ترجمہ جمیل الرحمٰن) ص ۳۵۲ (دارالترجمہ حیدرآباد ۱۹۳۰ء)

[۳] اشارات فریدی (ملفوظات خواجہ غلام فرید) مرتبہ حاجی محمد رکن الدین مطبوعہ بہار پریس لاہور۔

کتبے کہ آں را سیر نامہ مخدوم جہانیاں نامیدہ
اند محض افترا و بہتان بر خدمت مخدوم
بستہ اند پس مصنف آں ہر چہ درج کردہ
است ہمہ دروغہا مثبت نمودہ است
چنانچہ یکے کذب و بہتان ازاں مجموعہ اکاذ
ایں است کہ می نویسد کہ خدمت مخدوم
صاحب قدس سرہٗ در وقت سیاحت
بلاد مغرب در بلدہ رسیدہ اند کہ نام آں
قسطنطنیہ است و آں را لکھ بازار دیدہ
اند و در ہر بازار لکھ دوکان آباداں ست
ایں دروغ بحث است چہ قسطنطنیہ سوائے
استنبول کہ الآں نیز معمور و مشہور است
دیگر ہیچ بلدہ بدیں نام و بدیں صفت
در شنیدن نیامدہ و در ہیچ کتاب از کتب
تواریخ ہم یافتہ نمی شود۔

وہ کتاب کہ جس کا نام سیر نامہ مخدوم جہانیاں
رکھا ہے حضرت مخدوم پر محض افترا اور
بہتان باندھا ہے اور اس کے مصنف نے
جو کچھ لکھا ہے وہ سب صریح طور سے جھوٹ
ہے اور اس "مجموعہ اکاذیب" میں سے ایک
جھوٹ اور بہتان یہ ہے جو وہ لکھتا ہے کہ
حضرت مغربی شہروں کی سیاحت کے زمانے
میں ایک شہر میں پہنچے کہ جس کا نام قسطنطنیہ
ہے اور اس میں انہوں نے ایک لاکھ بازار
دیکھے اور ہر بازار میں ایک لاکھ دوکانیں
تھیں اور یہ محض جھوٹ ہے[1] کیونکہ قسطنطنیہ
سوائے استنبول کے جو اب بھی آباد و مشہور
ہے کوئی دوسرا شہر اس نام اور اس صفت
کا سننے میں نہیں آیا اور نہ تاریخ کی کسی کتاب
میں پایا جاتا ہے۔

[1] ابن بطوطہ نے بھی قسطنطنیہ کا سفر کیا ہے اور اس کے بازاروں کا بھی ذکر کیا ہے مگر اس کے بیان
میں کوئی ایسی محیر العقول بات معلوم نہیں ہوتی، ملاحظہ ہو سفرنامہ ابن بطوطہ اردو ترجمہ جلد
اول ترجمہ عطاء الرحمٰن ص ۹۱-۹۳ (بک لینڈ کراچی سنہ ۱۹۶۱ء)

اس سلسلہ میں ایک مثال اس سفرنامہ سے اور پیش کی جاتی ہے۔ بقول مرتب سفرنامہ ہند پاکستان کے ایک مقام "گاؤں سنیاں کا بیان ہے، افسوس کہ ہند پاکستان کی تاریخ و جغرافیہ کی کتابیں کسی ایسے مقام کی نشان دہی نہیں کرتیں جو سفرنامہ کے مرتب نے پیش کیا ہے ملاحظہ ہو۔[1]

یہ فقیر بیچ شہر گاؤں سنیاں کے گیا کہ وہ شہر بیچ ملک ہند کے ہے کہ مانند اس کے کوئی شہر نہیں ہے چودہ کوس اس کا بازار ہے اور اس شہر میں ایک مسجد جامع ہے کہ سلطان سنجر نے بنوائی ہے کہ چھ سو ساٹھ اس کے گنبد ہیں کہ کسی بادشاہ نے ایسی مسجد اپنے ملک میں نہیں بنائی ہے اور اندر مسجد کے سونے کا پانی بھرا ہوا اور صحن میں مسجد کے ایک حوض بے پانی سے بھرا ہوا کہ سب آدمی اسی پانی سے وضو کرتے ہیں اور ایک دوسرا حوض ہے کہ اس میں سب آدمی نماز پڑھتے ہیں، مسجد کی محرابیں سونے سے بنائی ہیں، ہر وقت غلاف کرکے اس کو رکھتے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ ایک دن خدا کے حکم سے آسمان سے سونا برسا تھا، اس سبب سے اس شہر کا نام گاؤں سنیاں رکھتے ہیں۔ اس فقیر نے وہاں کے بزرگوں سے ملاقات کی اور زیارت کی اور اس جگہ ایک بزرگ شیخ علاءالدین رہتے ہیں کہ روٹی اور روزینہ بادشاہوں کا اس بزرگ نے قبول نہیں کیا تھا اور اس بزرگ کے تئیں غیب سے سب نعمتیں پہنچتی تھیں ایسا بزرگ ہند میں میں نے نہیں دیکھا، اس فقیر نے ان سے ملاقات کی۔"

یہ الف لیلیٰ کا قصہ یا طلسم ہوشربا کی داستان معلوم ہوتی ہے، زمانہ حال کے دانشوروں کا

---

[1] سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ص ۲۲

بھی یہی خیال ہے کہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے منسوب سفرنامہ وضعی اور جعلی ہے۔[1]

سی۔اے۔ اسٹوری نے صاف طور سے لکھا ہے کہ یہ سفرنامہ اصلی نہیں ہے کیونکہ مخدوم کے کسی سوانح نگار نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے اور جتنے نسخے بھی ملتے ہیں وہ زمانۂ حال کے ہیں

اسٹوری نے سفرنامہ کے مندرجہ ذیل نسخوں کا ذکر کیا ہے:۔

۱۔ نسخہ انڈیا آفس (لندن) مکتوبہ ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۸ء

۲۔ نسخہ مانچسٹر لائبریری (مانچسٹر) مکتوبہ ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۴ء

۳۔ نسخہ آصفیہ کتب خانہ (حیدرآباد دکن) مکتوبہ ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء

اوچ میں سفرنامہ کا جو فارسی قلمی نسخہ ہماری نظر سے گذرا ہے وہ بھی تیرہویں صدی ہجری کا مکتوبہ ہے۔ رضا لائبریری رام پور کا نسخہ بھی ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء کا مکتوبہ ہے۔

اسٹوری نے اردو سفرنامہ کی دو اشاعتوں کا ذکر کیا ہے ایک ۱۹۰۸ء میں لکھنؤ سے طبع ہوا ہے یہ محمد عباس کا ترجمہ ہے اور چوتھا ایڈیشن ہے[2] اور دوسرا ۱۹۰۹ء میں لاہور سے طبع ہوا ہے۔ اسٹوری کا یہ خیال ہے کہ اس کا مترجم بھی محمد عباس ہی ہے اگرچہ لاہور کے ایڈیشن میں مترجم کا نام نہیں ہے[3]

اب ہم اس جعلی سفرنامہ کے بیانات کو نظرانداز کرکے حضرت مخدوم کے ملفوظات کی روشنی میں ان شہروں کا اجمالی تذکرہ پیش کرتے ہیں، جہاں آپ کا تشریف لیجانا آپ کے بیان سے

---

[1] کلیکشنس آف دی ملفوظات آف مخدوم جہانیاں آف اوچ از ڈاکٹر ریاض الاسلام ص ۱۶۴ پروسیڈنگ ہسٹری کانفرنس اجلاس اول منعقدہ کراچی ۱۹۵۱ء۔

[2] اس کا ایک ایڈیشن کانپور سے بھی ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا ہے۔

[3] ملاحظہ ہو پرشین لٹریچر از سی۔اے۔ اسٹوری جلد اول حصہ دوم ص ۹۵۴ (لندن ۱۹۵۳ء)

ثابت ہے۔

حضرت مخدوم کا قیام مکہ معظمہ میں سات سال رہا[1]، انہوں نے اس مدت میں

مکہ علوم مروجہ کی تحقیق میں پوری کوشش کی اور خصوصی توجہ علم حدیث کی جانب مبذول فرمائی اور اس زمانہ کے اجل مشائخ اور محدثین سے فیض حاصل کیا۔ مکہ میں کتابت کے ذریعہ روزی پیدا کرتے تھے، بعض اوقات عسرت اور افلاس سے بھی دوچار ہونا پڑتا تھا اور فاقہ کشی تک نوبت پہنچی تھی، اس زمانہ میں آپ زمزم پی لیا کرتے تھے[2]۔ مخدوم نے اپنے استاذ شیخ مکہ عبداللہ یافعی کا بڑے خلوص اور محبت سے ذکر کیا ہے۔

مدینہ منورہ میں مخدوم کا قیام دو سال رہا[3]، مدینہ میں عبداللہ مطری سے عوارف

مدینہ المعارف کا وہ نسخہ پڑھا جو شیخ شہاب الدین سہروردی کے مطالعہ میں رہ چکا تھا ایک مرتبہ مسجد نبوی میں امامت کے فرائض بھی انجام دئے، حضرت مخدوم نے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے حالات و واقعات اور اساتذہ و شیوخ کا اپنے ملفوظات میں اکثر ذکر کیا ہے۔

حضرت مخدوم نے یمن و عدن کی بھی سیاحت کی، یمن میں ایک پہاڑ

یمن و عدن پر پہنچے اور وہاں ایک غار میں ایک علامہ دانش مند سے ملے جو گوشہ نشین تھا اور اس سے عارفانہ گفتگو ہوئی اس نے اپنے نفس کو ایک کٹ کھنے کتے سے تعبیر کیا[4]، مخدوم نے یمن کے نائب عرض کے متعلق بتایا ہے کہ وہ ولی کامل تھا اور شیخ عبداللہ یافعی نے اپنے کپڑے وغیرہ اس کو بھیجے تھے[5]۔ مخدوم عدن بھی پہنچے اور وہاں کے بصال قطب سے ملاقات کی وہ اس زمانہ میں بیمار تھے اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوا۔ بصال قطب نے حضرت مخدوم کو بتایا کہ جب شیخ جمال اوچی عدن آتے تھے تو دریا میں فلاں مقام پر وضو کرتے تھے[6]۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۹۹، ۶۰۸ [2] ایضاً ص ۲۳ [3] ایضاً ص ۶۰۸ [4] ایضاً ص ۳۸۸

[5] ایضاً ص ۷۲۹، ۷۳۰۔ [6] ایضاً ص ۶۲۲-۸۲۳

دمشق ولبنان

دمشق نہایت خوبصورت شہر ہے، اکثر شعراء نے اس کی تعریف میں قصیدے لکھے ہیں[1]۔ حضرت مخدوم دمشق بھی گئے، ایک مرتبہ انہوں نے ذکر فرمایا کہ دمشق کے کمبل نہایت سخت ہوتے ہیں[2]۔ انہوں نے شام میں کوہ لبنان بھی دیکھا تھا[3]۔

مدائن

مسلمانوں نے جب اس شہر کو فتح کیا تو بہت بارونق تھا، چوتھی صدی ہجری میں سمٹ سمٹا کر ایک چھوٹا سا شہر رہ گیا تھا، مگر کسی قدر رونق اس وقت بھی باقی تھی وہاں مسلمانوں کی فتح کے وقت کی ایک خوبصورت جامع مسجد بھی تھی، مستوفی کا بیان ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں مدائن بالکل غیر آباد اور شکستہ ہو چکا تھا[4]۔ حضرت مخدوم نے مدائن کو دیکھا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ذکر کیا کہ اس شہر کی مسجد میں درخت لگا ہوا ہے[5]

شوکارہ

فارس کا ایک قصبہ شوکارہ ہے جہاں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے ایک خلیفہ شیخ شرف الدین محمود تستری رہتے تھے، حضرت مخدوم ان کی خدمت میں پہنچے اور ان سے عوارف المعارف پڑھی اور سند حاصل کی، اس وقت شیخ محمود تستری کی عمر ایک سو تیس سال تھی اور جمعہ کے دن عصا لے کر پیادہ پا مسجد پہنچتے تھے، عراق و عرب میں ان کا شہرہ تھا۔ مخدوم نے ان سے اجازت نامہ بھی حاصل کیا[6]۔ حضرت مخدوم ان کی خدمت میں ۷۲۸ھ/۱۳۲۷ء میں حاضر ہوئے تھے۔ خزانہ جلالی میں ہے[7]۔

---

[1] سفرنامہ ابن بطوطہ جلد اول ص ۱۳۱ تا ۱۴۰ [2] الدر المنظوم ص ۲۶۰

[3] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۷ ل [4] جغرافیہ خلافت مشرقی ص ۳۳ تا ۳۵

[5] سراج الہدایہ (قلمی) مرتبہ احمد معین سیاہ پوش ورق ۸۴، ۸۵ (ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ) [6] الدر المنظوم ص ۵۲۳، ۶۰۹، ۷۶۸ [7] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۹۰ ل

شوکارہ شہرے از شہر ہائے فارس است ...... او (مخدوم) در سنہ ثمان و اربعین سبعی و بخدمت آں بزرگ شرف الدین محمود رسید۔

فارس کے شہروں میں سے ایک شہر شوکارہ ہے وہ (مخدوم) ۷۴۸ھ میں ان بزرگ (شرف الدین محمود) کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

ابن بطوطہ نے شیخ شرف الدین کے زہد و اتقا اور ان کے علم و فضل کی بہت تعریف کی ہے۔[1]

بصرہ و کوفہ

حضرت مخدوم نے بصرہ اور کوفہ کی سیاحت بھی کی[2] کوفہ کی مسجد کے متعلق بیان کیا کہ وہاں کی مسجد میں درخت لگا ہوا ہے[3]۔

شیراز

حضرت مخدوم شیراز پہنچے تو بعض طالب علم ان کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے آئے، ایک صاحب مصابیح کا سبق پڑھا کرتے تھے، قاضی شیراز نے مخدوم سے ملاقات کی، قاضی بڑے عالم اور بزرگ تھے، انہوں نے مخدوم کو نذر بھی پیش کی[4]۔ ایک موقعہ پر مخدوم نے اولوالامر کے متعلق ایسی دل نشین تقریر کی جس سے حاکم شیراز بہت خوش ہوا اور دو طشت چاندی کے نذر کئے جن میں سے ایک نقرئی سکوں سے اور دوسرا طلائی سکوں سے بھرا ہوا تھا، مخدوم نے ان کو قبول کیا اور وہ تمام مال ایک حاجت مند کو بخش دیا[5]۔

---

[1] سفرنامہ ابن بطوطہ جلد اول ص ۲۷۲ تا ۲۷۴ [2] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۰۵ الف، ۲۵۸ ب

[3] سراج الہدایہ قلمی (کلکتہ) ورق ۸۴ تا ۸۵

[4] الدر المنظوم ص ۵۱۴ تا ۵۲۴

[5] ایضاً ص ۴۶۴۔

تبریز حضرت مخدوم نے تبریز کی سیاحت بھی کی ہے، اسلئے ایک موقعہ پہ خان اعظم ظفر خان نے مسجد میں درخت لگانے کے متعلق سوال کیا تو حضرت مخدوم نے فرمایا کہ میں نے تبریز وغیرہ کی مساجد میں درخت لگے ہوئے دیکھے ہیں۔[۱]

خراسان بلخ، نیشاپور حضرت مخدوم نے ترکستان کے ان تینوں شہروں کی سیاحت کی اسلئے اپنے ملفوظات میں اکثر ذکر کیا ہے کہ فلاں بات میں نے مکہ، مدینہ اور خراسان کے علماء و مشائخ سے حاصل کی۔[۲] یا یہ کہ خراسان وغیرہ کے مشائخ کا طریقہ ہے کہ جب تک کوئی شخص علم ظاہری حاصل نہیں کرلیتا ہے اس کو ذکر وغیرہ کی تلقین نہیں کرتے ہیں۔[۳]

سمرقند سراج الہدایہ کے مرتب کا بیان ہے کہ جب وہ سمرقند پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم سمرقند بھی گئے تھے اور وہاں کے بادشاہ سے ملاقات بھی ہوئی تھی، بادشاہ نے حضرت مخدوم جلال الدین سے جھینگے کے متعلق پوچھا کیونکہ سمرقند کے علماء نے اس کے مباح ہونے کا فتویٰ دیا تھا، بادشاہ ان چیزوں کو محض شہوت ہونے کی وجہ سے چاہتا تھا، مخدوم نے اس کے استعمال کے حق میں رائے دی۔[۴]

گازرون گازرون[۵] شیراز سے جنوب مغرب کی طرف تقریباً ۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک پُر رونق شہر تھا۔ زمانۂ قدیم میں اس کی بڑی شہرت تھی، اب بھی ایک غیر معروف قصبہ کی حیثیت سے اس کا وجود باقی ہے، حضرت مخدوم نے گازرون میں ابو اسحٰق گازرونی کے

---

[۱] سراج الہدایہ (قلمی) کلکتہ ورق ۸۳ تا ۸۵ [۲] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۲۵ ب

[۳] الدر المنظوم ص ۲۸، ۴۸، ۱۷ [۴] سراج الہدایہ (قلمی) مملوکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ) ص ۱۳۷

[۵] چوتھی صدی ہجری میں بشاری مقدسی نے گازرون کے متعلق لکھا ہے: ضلع سابور کا یہ آباد ص ۴

مزار پر حاضری دی ان کی خانقاہ میں چند عالم اور دانش مند معلم تھے بعض تفسیر و حدیث پڑھاتے تھے اور بعض حکمت و منطق اور معانی و ادب کا درس دیتے تھے، ایک سو طالبان حق خلوت نشین تھے جو ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور مخلوق یہاں سے بہت مستفید ہوتی تھی حضرت مخدوم نے امین الدین گازرونی کے مزار کی زیارت کی اور ان کے بھائی شیخ امام الدین سے شیخ امین الدین کا سجادہ، جبہ، مقراض اور عصا وغیرہ حاصل کئے اس خانقاہ میں ہند پاکستان، دہلی اور ملتان کے لوگ بھی پہنچتے تھے، جس زمانہ میں حضرت مخدوم گازرون میں تھے اس وقت مغلوں کا ایک حملہ ہوا تھا، مگر ایک عارف باللہ کی توجہ باطنی سے مغل بھاگ گئے، حضرت مخدوم کو پانچوں وقت کی نماز کے بعد ذکر کرنے کی عادت گازرون ہی سے ہوئی [1]

---

۲۲ اور بڑا شہر عجمیوں کا دمیاط ہے، کیونکہ یہاں کتان سے مصر کے باریک اور نرم قصب اور بیش قیمت شطوی سے ملتا جلتا کپڑا بنا اور بیچا جاتا ہے، شہر میں دائیں بائیں ہر طرف کوٹھیاں، باغ اور نخلستان ہیں، پھل اور مال و متاع کی بہتات ہے۔ یہاں بڑے بڑے دلال ہیں اور ایک بڑا سامان سے بھرپور بازار، جامع مسجد اور بیشتر مکانات ایک ٹیلہ پر ہیں، بازار تجارتی کوٹھیاں اور گودام ٹیلے کے نیچے واقع ہیں...... گازرون کے دیہاتوں میں السی کی کاشت ہوتی ہے پانی کنوئیں اور پمپوں سے آتا ہے۔ یہاں کوئی دریا یا بڑی ندی نہیں۔ (ملاحظہ ہو اسلامی دنیا دسویں صدی عیسوی میں یعنی اردو ترجمہ احسن التقاسیم از خورشید احمد فارق ص ۲۳۴ ندوۃ المصنفین دہلی سنہ ۱۹۶۲ء)

[1] الدر المنظوم ص ۱۶۱، ۲۴۵ - ۳۸۶ - ۵۹۱ - ۵۹۹ - ۶۶۹ - ۷۸۲ -

ایک موقع پر پاؤں کا مسح کرنے کے بیان میں فرمایا کہ روافض وضو میں پاؤں نہیں دھوتے ہیں مسح کرتے ہیں مگر سنت و جماعت کو دھونا ہے دشوار نہیں ہے پھر فرمایا کہ تین شہر روافض سے بھرے ہوئے ہیں ان میں اہل سنت نادر ہیں۔ ایک لہسہ[1] دوسرا قطیف[2]، تیسرا بحرین۔

حضرت مخدوم نے بحرین و قطیف کی بھی سیاحت کی بحرین

بحرین و قطیف بہت خوبصورت اور ثمر از باغات شہر تھا اسی طرح قطیف میں بھی کھجوروں کے بہت سے درخت تھے، مخدوم نے لہسہ کے بیان کے ساتھ ساتھ ان دونوں شہروں کا بھی ذکر کیا ہے کہ قطیف دریا کے کنارے ہے، اور بحرین دریا کے درمیان (خوبصورت جزیرہ) ہے اور ان تینوں شہروں کا حاکم ہر مز بادشاہ ہے۔ بادشاہ سنی مذہب ہے

---

[1] ہمارے نزدیک یہ احساء کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ قطیف اور بحرین کے ساتھ اس کا ذکر اس خیال کی پوری طرح تائید کرتا ہے۔ دوسرے جو باتیں لہسہ کے بارے میں بتائی گئی ہیں وہ احساء پر بھی منطبق ہوتی ہیں، مقدسی بشاری احساء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔ "احساء ہجر کا پایہ تخت ہے، ہجر کو بحرین بھی کہتے ہیں، بڑا اور آباد شہر ہے، یہاں کثرت سے کھجور کے باغ ہیں۔ احساء خاندان ابوسعید جنابی کے قرامطہ رئیسوں کا مستقر ہے"۔ ناصر خسرو لکھتا ہے: "قرامطی حاکموں کے اس وقت تیس ہزار غلام ہیں جو زراعت اور باغبانی کرتے ہیں" (اسلامی دنیا (بیسویں صدی عیسوی) ص ۲۱۰۲۰۴) [2] قطیف الحساء کا بندرگاہ ہے، نجد کے مشرقی جانب خلیج فارس پر جزیرہ بحرین سے ۲۰ میل شمال مغرب میں واقع ہے، وہاں اب بھی قرامطہ کے زمانہ کا ایک قلعہ موجود ہے بسنہ ۱۹۱۴ء تک یہ شہر خلفائے عثمانیہ کے قبضہ میں تھا لیکن سنہ مذکور میں آزاد ہوگیا (جیوگرافیکل ڈکشنری مطبوعہ اسپرنگ فیلڈ، میساچوسٹس، ریاستہائے متحدہ امریکہ ۱۹۱۴ء و جیوگرافیکل ڈکشنری ص ۹۴۴۔

اور یہاں کا منقطع بھی سنی ہوتا ہے اور یہاں کے لوگ حضرت علیؓ کو دیگر صحابہ پر تفضیل دیتے ہیں اور اہل بدعت ہیں[1]۔ ابن بطوطہ نے بھی قطیف کے ذکر میں لکھا ہے کہ یہاں عربوں کے گروہ رہتے ہیں جن کا مذہب رافضیہ غلاۃ ہے۔ اپنے رفض کا علانیہ اظہار کرتے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے ان کا موذن اپنی اذان میں دو الشہادتین کے بعد " اشھد ان علیا ولی اللہ " اور " حی علی خیر العمل " کہتا ہے اور تکبیر اخیر کے بعد یہ کہتا ہے :-

" محمد و علی خیر البشر من خالفھما فقد کفر "[2]

غزنین غزنین آج کل افغانستان کا ایک تجارتی شہر ہے اور کابل سے ۹۲ میل جنوب و مغرب میں واقع ہے، اس شہر کو سب سے زیادہ ترقی محمود غزنوی کے زمانے میں ہوئی اس نے مسجدوں، کتب خانوں اور مدرسوں سے اس شہر کو زینت دی[3]، مگر غوری خاندان کے نامنسے علاء الدین جہاں سوز نے اس شہر کو جلا کر خاکستر کر دیا[4]۔ آٹھویں صدی ہجری میں ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ غزنین کا بڑا حصہ ویران ہے، اس کا ہم عصر مستوفی بھی لکھتا ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے[5]۔ حضرت مخدوم نے غزنین کی بھی سیاحت کی تھی اور خان

---

[1] ایضاً ص ۳۸۸ [2] سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۴۰۰

[3] ویبسٹرس جیوگرافیکل ڈکشنری ص ۴۰۰

[4] تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت (ہند) جلد اول ص ۱۲۶، سراج الہدایہ قلمی (کلکتہ) ورق ۸۴ تا ۸۵۔

[5] جغرافیہ خلافت مشرق مصنفہ جی، لی اسٹرنج مترجمہ جمیل الرحمٰن مطبوعہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد ص ۵۲۶)

اعظم ظفر خاں کے جواب میں کہا تھا کہ وہاں مسجدوں میں درخت ہوتے ہیں۔[1]

ہندپاکستان کی سیاحت کے سلسلہ میں بھی کوئی تفصیل نہیں ملتی البتہ مخدوم کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مختلف اوقات میں دہلی، ملتان، بھکر، الور روہری، رتن پور، لاہڑ اور ٹھٹہ کا سفر کیا ہے۔ دہلی دارالحکومت ہے اس کے علاوہ اوچ کے قریب کے شہر وقصبات ہیں، ان میں اور ان کے علاوہ دوسری بستیوں میں مخدوم کے مسلسل سفر ہوئے ہوں گے مگر ان کی تفصیلات نہیں ملتیں۔

ملتان

ملتان حضرت مخدوم کے پیروں کا وطن ہے۔ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے خاندان سے تین پشت کا واسطہ ہے۔ مخدوم نے تعلیم کی تکمیل بھی ملتان میں کی اور وہیں حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی سے بیعت و خلافت حاصل کی، ملفوظات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم بارہا ملتان تشریف لے گئے۔

بھکر اور الور

بھکر کا قلعہ اور اس کے آثار آج بھی باقی ہیں الور سندھ کا مشہور شہر تھا آج اس کا نشان بھی نہیں ملتا عرب جغرافیہ نویسوں نے اسے الرور بھی لکھا ہے حضرت مخدوم لکھتے ہیں کہ جب وہ مکہ مبارکہ سے بھکر میں پہنچے تو بھکر کے عمائدین نے ان سے بیان کیا کہ قصبہ الور کے نزدیک پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے نماز موقوف کردی گئی ہے۔ مخدوم نے جب یہ سنا تو وہ اس تارک صلوٰۃ درویش کے پاس پہنچے اور اس کو بتایا کہ:

"الفرق بین المومن والکافر الصلوٰۃ"

۱؎ مناقب مخدوم جہانیاں (قلمی) ورق ۶۳ تا ۶۴ (مخزونہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ)

اور اس کو قائل کر دیا کہ اس کا یہ طریقہ شریعت اسلامی کے خلاف ہے، اس کے بعد وہ شخص اس غار سے نکل آیا اور اس نے وعظ و درس سنا اور متاہل زندگی اختیار کی اس شخص کا نام عثمان تھا سنہ ۷۸۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔[1]

ٹھٹھہ فیروز شاہ نے جب ٹھٹھہ پر حملہ کیا اور وہاں کے حکام جام جونا اور جام بابنیہ سخت پریشان ہوئے تو انھوں نے مخدوم جلال الدین جہاں گشت کو درمیان میں ڈالا اس موقعہ پر حضرت مخدوم ٹھٹھہ تشریف لے گئے اور اس مصالحت میں حضرت مخدوم نے خاص کردار ادا کیا اس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

دہلی حضرت مخدوم کئی مرتبہ دہلی تشریف لے گئے، بقول مولف جامع العلوم پہلا سفر سنہ ۷۴۴ھ میں فرمایا اور دوسرا سفر سنہ ۷۸۱ھ میں، جب سلطان فیروز شاہ سامانہ کی مہم پر گیا ہوا تھا اور اس مرتبہ مخدوم دہلی میں دس ماہ مقیم رہے کیونکہ سلطان اس زمانہ میں دہلی میں موجود نہ تھا، دہلی کے قیام کے مفصل حالات اگلے باب میں بیان ہوں گے۔

ـبـنـبـنـبـنـبـنـب

---

[1] الدر المنظوم ص ۴۴۴ تا ۴۴۷

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے دہلی کے مندرجہ ذیل سات بادشاہوں کا دورِ حکومت دیکھا۔

۱۔ علاء الدین خلجی (ف ۷۱۶ھ / ۱۳۱۶ء)
۲۔ شہاب الدین خلجی ۷۱۶ھ / ۱۳۱۶ء تا ۷۱۷ھ / ۱۳۱۷ء
۳۔ قطب الدین مبارک شاہ ۷۱۷ھ / ۱۳۱۷ء تا ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء
۴۔ ناصر الدین خسرو ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء تا ۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء
۵۔ غیاث الدین تغلق ۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء تا ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء
۶۔ محمد تغلق ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء تا ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء
۷۔ فیروز شاہ تغلق ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء تا ۷۹۰ھ / ۱۳۸۸ء

علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں حضرت مخدوم پیدا ہوئے آٹھ برس کی عمر تھی کہ خلجی کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد خلجیوں کی حکومت میں کوئی مستحکم نظام قائم نہ ہو سکا آخر میں ناصر الدین خسرو نے مسلمانوں کی کی کرائی محنت ہی کا خاتمہ کر دینا چاہا تھا کہ غیاث الدین تغلق نے اس کو ٹھکانے لگا کر سلطنت دہلی کی حفاظت کی اس کا دورِ حکومت صرف

پانچ سال رہا جب محمد تغلق نے زمام حکومت سنبھالی تو حضرت مخدوم کی عمر کم و بیش ۱۷، ۱۸ سال تھی، خیال ہے کہ اس زمانہ میں ان کی تمام تر توجہ تعلیم و تحصیل کی طرف رہی ہوگی،

تقرر بحیثیت شیخ الاسلام

محمد تغلق کے عہد (۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء تا ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء) میں حضرت مخدوم شیخ الاسلام مقرر ہوئے اور سیوستان کے علاقے میں چالیس خانقاہوں کا انتظام ان کے سپرد ہوا، لیکن یہ عہدہ کب ملا اس سلسلہ میں کوئی قطعی اطلاع نہیں ملتی، الدر المنظوم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے[۱] کہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کے انتقال ۷۳۵ھ / ۱۳۳۴ء کے بعد حضرت مخدوم شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔

عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں[۲]

"در عہد سلطان محمد تغلق بمنصب شیخ الاسلامی و سند خانقاہ محمدی در سیوستان با مضافات مخصوص گشت۔"

سلطان محمد تغلق کے زمانے میں شیخ الاسلام کا منصب اور سیوستان میں خانقاہ محمدی اور اس کے قریب کی دوسری خانقاہوں کی سند حاصل ہوئی۔

لیکن حضرت مخدوم جلد ہی شیخ الاسلام کے عہدے سے سبکدوش ہوگئے الدر المنظوم میں مرقوم ہے[۳]:۔

"سلطان محمد نے مجھ کو شیخ الاسلام کیا اور چالیس خانقاہیں میرے تصرف میں کردیں، شیخ (رکن الدین) مجھ کو خواب میں دکھائی دئے، کہا تو حج کو چلا جا، تو

---

[۱] الدر المنظوم ص ۲۴۵، ۲۵۵، ۶۰۶ [۲] اخبار الاخیار ص ۱۴۲

[۳] الدر المنظوم ص ۱۵۵۔

غرق ہو جائے گا، صبح کو شیخ امام نے کہا کہ جلد روانہ ہو جا، کیا تیاری کرتا ہے
شیخ نے تجھے اشارہ کیا ہے، میں نے مخدوم والد ...... سے اجازت چاہی
روانہ ہوگیا، میرے پاس کوئی وجہ یعنی خرچ نہ تھا، اللہ تعالےٰ نے اتنی فتوحات
پہنچائی، ایک عزیز حج کو روانہ ہوا تھا، اس کے گھر والے اسے پھیر لوٹ
آیا وہ زادراہ مجھ کو دیا میں پیادہ تھا گھوڑا دیا، لیکن میں نے وہ گھوڑا نظام الدین
کڑہ کو دے دیا وہ مدقوق تھے، شہر میں لوٹ آئے اسی طرح پیادہ گیا حج سے
پہلے پہنچ گیا۔"

شیخ الاسلام کا بڑا اہم منصب تھا وہ صدر الصدور کے ماتحت ہوتا تھا، فقراء اور درویشوں
کو سلطنت کی طرف سے جو ادرار، وظائف ملتے تھے ان کے احکام شیخ الاسلام کے یہاں
سے جاری ہوتے تھے، شیخ الاسلام کی تنخواہ صدر الصدور کے برابر ہوتی تھی، محمد تغلق کے
زمانہ میں شیخ الاسلام کو ساٹھ ہزار تنکے تنخواہ ملتی تھی۔[1] امور مذہبی کی حفاظت اور اجراء
احکام شرع کا کام قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام سے متعلق ہوتا تھا اور یہ محکمہ نہایت بااثر
اور زبردست سمجھا جاتا تھا اور اس محکمہ کے ذریعہ شرک و بدعت اور الحاد و بے دینی کے
انسداد اور روک تھام کا ضروری کام ہوتا تھا[2]

حضرت مخدوم نے شیخ الاسلام کا عہدہ جلد ہی چھوڑ دیا، ممکن ہے کہ اس عہدے
کے چھوڑنے میں علماء و مشائخ کے خلاف محمد تغلق کی سخت گیر پالیسی کو بھی دخل ہو کیونکہ

---

[1] دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دہلی از ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ص ۱۹۰ (لاہور سنہ ۱۹۴۴ء)
[2] آئینہ حقیقت نما از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ص ۲۰۳، ۲۰۴ (کراچی سنہ ۱۹۵۸ء)

اس عہدہ کو چھوڑ کر فوراً مخدوم نے بلادِ اسلامیہ کی سیر و سیاحت اختیار فرمائی اور ایک مدت تک ہند پاکستان سے باہر رہے۔ محمد تغلق کے عہد کا کوئی اور واقعہ نہیں ملتا، ایک موقعہ پر حضرت مخدوم نے سلطان محمد تغلق کی بخشش کے لئے دعا مانگی تھی[1]

ملوک و ولاۃ کے متعلق نقطہ نظر

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے خاندان کا اثر و نفوذ ان کے پوتے شیخ رکن الدین ابو الفتح کے زمانہ تک خوب رہا، اس کے بعد اس میں کمی آگئی اور اس سہروردی خانوادے کے متوسل حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی شہرت دور دراز خوب پھیلی اور مخدوم اس وقت سندھ و پنجاب کے علاقے میں خاص امتیاز و اختصاص کے مالک تھے۔

حضرت مخدوم کا دور بادشاہت و ملوکیت کا دور تھا، بادشاہ کے اختیارات نہایت وسیع تھے، لیکن تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ بہت کم بادشاہوں نے ان اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھایا، عموماً خوف خداوندی اس دور کے حکمرانوں کو جادۂ اعتدال سے بھٹکنے نہیں دیتا تھا، پھر بھی بادشاہت کے چند لوازمات کی وجہ سے بعض مشائخ شاہی درباروں سے الگ رہے اور انہوں نے کبھی کبھی ان عادل بادشاہوں پر بھی آزادی سے تنقید کی جو بہ تقاضائے بشریت کسی وقت کوئی کام رعایا کے مفاد کے خلاف یا شریعت اسلامیہ سے ہٹ کر کر گذرتے تھے، مشائخ چشت عموماً درباروں سے الگ تھلگ رہ کر مجاہدہ و مکاشفہ اور اصلاح نفس و تبلیغ کے کاموں میں لگے رہے۔ سہروردی سلسلہ کے شیوخ کا مسلک ان سے جداگانہ تھا، وہ درباروں سے قریب رہ کر بادشاہوں کو نصیحت کرنے

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۰۹۔

صحیح رائے اور مشورہ دینے رعایا کے ساتھ عدل و انصاف اور شریعت کے مطابق ان سے عمل کرانے کو ضروری خیال کرتے تھے، چنانچہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، حضرت صدر الدین عارفؒ اور حضرت شاہ رکن الدینؒ اسی مسلک پر قائم تھے، حضرت مخدوم نے بھی اپنے خانوادہ کے ان بزرگوں کی پیروی کی، ان کا تعلق فیروز شاہ تغلق کے دربار سے نہایت مستحکم تھا، یہ نیک و عادل بادشاہ ان کے صلاح و مشورہ کو قبول کرتا اور اس پر عمل پیرا ہوتا، حضرت مخدوم بھی اس کے ساتھ پوری طرح تعاون کرتے، ان کے نزدیک ہر سلطان عادل کی ہستی برگزیدہ تھی اور وہ اس کی اطاعت کو اطاعت خداوندی کے مترادف قرار دیتے تھے، ان کے مرید خاص اور مرتب سراج الہدایہ احمد معین سیاہ پوش حضرت مخدوم کی ایک حدیث کے متعلق گفتگو نقل کرتے ہیں جس سے مخدوم کے نقطۂ نظر کا اندازہ ہوگا۔

سوال کردم از خدمت سید السادات ... چوں پادشاہ ظالم و ستمگار است در حق او ایں حدیث پیغامبر است یا نے جواب فرمودند ـــــ

پادشاہان روئے زمین برگزیدگان خداوند عز و جل اند[1] ہیچ سبیل اہانت و ترک فرمان ایشان در مشروعات درست و جائز نیست، لہذا چندیں عبادات و طاعات را حق سبحانہٗ تعالیٰ مفوض در امر ایشان گردانیدہ است، چوں نماز جمعہ و عید و ستدن بیت المال باذن و بعلم ایشان حلال است

میں نے سید السادات کی خدمت میں سوال پیش کیا ..... جب بادشاہ ظالم و ستمگار ہو تو اس کے حق میں یہ حدیث پیغمبر کی ہے یا نہیں جواب میں فرمایا ـــــ

روئے زمین کے بادشاہ خدائے بزرگ و برتر کی برگزیدہ مخلوق ہیں، ان کے حکم کی خلاف ورزی یا اہانت شرع میں کسی طرح درست و جائز نہیں ہے چنانچہ بعض عبادات و طاعات اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمے تفویض کی ہیں جیسے نماز جمعہ و عید اور بیت المال کا مال لینا ان کے علم اور حکم

[1] اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم زمانہ کے عام رجحان کے مطابق نظریہ کی حد تک عدل و ضوابط کے نفوذ پر السلطان ظل اللہ کے قائل تھے۔

پس مخالفت درام الشان سراً و علانیہ
جائز نیست۔ اے غافل بترا کہ از بیت
المال دیہہ ہا و انعامات و ولایت ہا داد
اند در وقت تنگی کار آید چوں در کار
بادشاہ و مہم کہ او را پیش آید تو مدد و
معاونت او نکنی و با او مخالف بخصمی
پیش بنیائی، ایں ہمہ وجوہات خوردن و
ستدن حرام است قال النبی من
اطاع السلطان فقد اطاعنی
من اطاعنی فقد اطاع اللہ
من اطاع اللہ فھو مغفور لہ[1]

. . . .

. . . .

سے حلال ہے پس کسی معاملہ میں ظاہر یا
پوشیدہ ان کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ اے
غافل اب تجھے بیت المال سے گاؤں، دیہات
انعامات اور علاقے دیتے ہیں تاکہ تنگی کے
وقت تیرے کام آئیں جب بادشاہ کو کوئی
کام یا مہم پیش آئے اور تو اس کی مدد نہ کرے
یا اس کے مخالف سے دشمنی سے پیش نہ
آئے تو ان تمام عطیات کا کھانا اور لینا حرام
ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے
کہ جس نے سلطان کی اطاعت کی اس نے
میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت
کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے
اللہ کی اطاعت کی وہ بخشا گیا۔

خزانہ جلالی کا پندرھواں باب "فی ذکر تعظیم الولات و آدابہم" میں قلم بند ہوا ہے
اس کے آغاز میں حضرت مخدوم فرماتے ہیں[2]:

مشائخ مکہ و مدینہ و خراسان قدس اللہ ارواحہم
این کمینہ را وصیت کردہ اند کہ ہمہ حال

مکہ، مدینہ اور خراسان کے مشائخ نے اس
خاکسار کو وصیت کی ہے کہ ہر حال میں حکمراں

---

[1] سراج الہدایہ (ملفوظات مخدوم جہانیاں) ورق ۱۹-۲۰
[2] خزانہ جلالی ورق ۲۲۵ ب

ملت ما مخلص و نیک خواہ باشی و برائے کارہائے مردمان بر ایشان قدم زنی و فتوح ایشاں قبول کنی کہ توقع نکنی کہ بر تو آیند۔

کا مخلص اور نیک خواہ رہنا چاہئے اور ان کے پاس لوگوں کے کام کے لئے جانا چاہئے اور ان کے تحائف قبول کرنے چاہئیں اور یہ توقع نہیں کرنی چاہئے کہ وہ تمہارے پاس آئیں

. . . .

ایک مرتبہ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بادشاہ کے لئے بد دعا نہ کرنی چاہئے بلکہ اصلاح کی دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! تو امام را راست کر اور حاکم و محکوم کو صالح و درست کر دے[1]۔

ایک موقع پہ اولوالامر کے سلسلہ میں تقریر کرتے ہوئے حضرت مخدوم نے شیراز میں فرمایا کہ اگر ایک شخص خدا کی اطاعت کرے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے اور اولوالامر کی اطاعت نہ کرے تو اس کی وہ اطاعت قبول نہ ہوگی، شیراز کے بادشاہ کو جب اس تقریر کا علم ہوا تو وہ خود ان سے ملنے آیا اور کہا کہ اولوالامر کے متعلق جو تقریر آپ نے کی ہے میں نے ایسی تقریر اس سے قبل کسی دوسرے عالم سے نہیں سنی، مخدوم نے فرمایا کہ یہ توجیہات مکہ مبارکہ کے علماء و فقہاء نے بیان کی ہیں، بادشاہ نے دو طشت چاندی اور سونے کے سکوں سے بھرے ہوئے نذر کئے[2]۔

اسی کے ساتھ حضرت مخدوم نے والیان ملک اور حکام کو توجہ دلائی کہ وہ غریبوں اور مسکینوں کی خبر گیری اور ان کی ضروریات کا لحاظ رکھیں اور مخلوق کے ساتھ حکام کو نیک سلوک کرنا چاہئے اور رشوت نہیں لینی چاہئے۔ خزانہ جلالی میں ہے[3]

---

[1] الدر المنظوم ص ۸۰۵

[2] الدر المنظوم ص ۶۶۳ تا ۶۶۴

[3] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۲۵ ب

بر ولات واجب است کہ تفتیش احوال مسکیناں وفقراء کنند کہ اگر گرسنہ وبرہنہ وتشنہ باشند مایحتاج ایشاں ساز بیت المال بدہند. واگر ندہند فردا قیامت ایشاں را بہائے ایں معنی عقوبت کنند۔

حکام پر واجب ہے کہ فقراء ومساکین کے حالات کی تفتیش کریں اور اگر وہ بھوکے ننگے اور پیاسے ہوں تو جن چیزوں کی ان کو ضرورت ہو بیت المال سے دیں اگر نہ دیں گے تو کل قیامت کے دن ان کو اس سلسلہ میں عذاب ہوگا۔

ایک مرتبہ والی اوچ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کو نصیحت کی کہ مخلوق کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا چاہئے خزانۂ جلالی میں ہے[1]۔

"بعد از جمعہ والی بخدمت مخدوم ..... بزیارت آمد، اورا وصیت کرد کہ اے برادر! با خلق خدائے تعالیٰ زندگانی نیکو باید کرد تا از دلہائے بندگان خدا عز وجل نیفتی"

جمعہ (کی نماز) کے بعد حاکم مخدوم کی خدمت میں زیارت کے لئے آیا اس کو وصیت کی کہ اے بھائی! تجھے مخلوق خدا کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا چاہئے تاکہ تو خدا کی مخلوق کے دلوں سے نہ گرنے پائے۔

ایک موقعہ پہ حضرت مخدوم نے فرمایا:[2]

"در رشوت وخدمتہا برائے مقطعاں وملوک دیگر می دہد روا نیست حرام است"

جاگیرداروں، بادشاہوں کو جو رشوت و نذر دیتے ہیں یہ روا نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

---

[1] ایضاً ورق ۲۳۲ ب،

[2] الدر المنظوم ص ۸۵۳ ۔

سلطان فیروز شاہ تغلق سے تعلقات

حضرت مخدوم کے تعلقات فیروز شاہ تغلق سے بہت اچھے تھے وہ ہر دوسرے تیسرے سال دہلی تشریف لے جاتے تھے[1]۔ سراج عفیف لکھتا ہے[2]

"بادشاہ اور جناب کے درمیان بے حد محبت تھی اور ہر دو بزرگوار اس محبت میں اضافہ کرنے کی سعی فرماتے تھے"۔

حضرت مخدوم اور فیروز شاہ کے یہ تعلقات ایسی ساعت سعید میں قایم ہوئے کہ آخر تک استوار رہے، خیال یہ ہے کہ ان تعلقات کا آغاز فیروز شاہ کی تخت نشینی ہی سے ہو گیا تھا جو سندھ میں ہوئی تھی اور جانبین کے ان تعلقات میں درمیانی کڑی حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی ذات اقدس معلوم ہوتی ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے سلسلہ چشتیہ میں خلیفہ تھے[3]۔ جب سلطان محمد تغلق کی طلبی پر حضرت چراغ دہلیؒ ٹھٹھہ تشریف لے گئے تو راستے میں اوچ میں حضرت مخدوم کے والد احمد کبیرؒ کے پاس ٹھہرے تھے اور مخدوم کے والد نے حضرت چراغ دہلیؒ کی مدد بھی کی تھی[4]۔ اتفاق کی بات سلطان محمد تغلق کا سفر سفر آخرت ثابت ہوا اور تخت سلطنت فیروز شاہ کو ملا، شیخ نصیر الدینؒ نے فیروز شاہ تغلق سے عدل و انصاف کرنے کا وعدہ لیا[5] اور اس کے بعد حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ نیز دوسرے

---

[1] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) اردو ترجمہ از فدا علی ص ۳۳۲ (دار الترجمہ حیدر آباد دکن ۱۹۳۸ء)
[2] ایضاً ص ۳۳۴ [3] الدر المنظوم ص ۴۷۱-۴۷۲ و مراة العالم از بختاور خاں (قلمی) ورق ۳۵۹ ب (مخزونہ نیشنل میوزیم پاکستان (کراچی) [4] الدر المنظوم ص ۳۴۴
[5] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۵۳

ارکان دولت نے اس کو تخت پر بٹھایا[1]۔ فیروز شاہ ٹھٹھہ سے واپسی پر اوچ پہنچا اور حضرت شیخ جمال کی خانقاہ کی معافیات ان کے فرزندوں کے حق میں بحال کیں۔ برنی لکھتا ہے[2]

دراچہ آمد و درباب سکنہ اچہ بانواع مراحم فرمود و نان و ادرار و زمین و وظیفہ ایشاں کہ سالہا باز کشیدہ بودند برایشان مسلم و مقرب داشتند و ملتمسات اچیاں را باجازت مقرون گردانیدند۔	(فیروز شاہ تغلق) اچہ میں آیا اور اچہ کے رہنے والوں پر طرح طرح کی مہربانیاں فرمائیں ان کی معاش، معافی، زمین اور وظیفے جو ایک مدت سے بند ہو گئے تھے منظور کئے اور اہل اچہ کی درخواستوں کو قبول فرمایا۔

ایک مرتبہ فیروز شاہ نے حضرت مخدوم کی خانقاہ کے لئے وظیفہ مقرر کیا اور انعامات دئے تو آپ نے بادشاہ کے اس اقدام کو ان الفاظ میں سراہا:۔

وظیفہ خانقاہ و انعامات کہ شاہ فیروز مارا دادہ اند.......... بجہتہ نفع رسانیدن خلق خدا، قبول کردہ شدہ است[3]۔	خانقاہ کا وظیفہ اور انعامات جو بادشاہ نے ہم کو دئے ہیں......... وہ خلق خدا کو نفع پہنچانے کی غرض سے قبول کر لئے ہیں۔

"سکنہ اچہ" میں حضرت مخدوم کی حیثیت ہر اعتبار سے نمایاں و افضل تھی اور اس علاقہ میں ان کا خاص اثر و رسوخ تھا اس لئے خیال ہے کہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلیفہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور سلطان فیروز شاہ کے تعلقات کا آغاز اس موقع پر معلوم ہوگا۔ حضرت مخدوم کے چھوٹے بھائی صدر الدین راجو قتال سلطان فیروز شاہ کے لشکر میں گئے بادشاہ نے ان کو مراحم خسروانہ سے نوازا اور ایک گاؤں ان کے نام کر دیا اور دو ہزار ٹنکے نقد

---

[1] تاریخ فیروز شاہی (برنی) ص ۵۳۵ تا ۵۳۶ [2] ایضاً ص ۵۳۹۔

[3] سراج الہدایہ (قلمی) ورق ۱۱۱۔

پیش کئے[1]۔ حضرت مخدوم کے پاس جو فتوحات پہنچتی تھی آپ اس کو رد نہیں کرتے تھے[2]، اس سلسلہ میں حضرت مخدوم نے اپنے استاد اور سہروردی سلسلہ کے نامور شیخ حضرت جمال خنداں روؒ کا واقعہ کئی مرتبہ بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنے مشائخ ملتان کے ایماء میں بادشاہ سے گاؤں قبول کر لئے تھے[3]۔ اس سلسلے میں حضرت مخدوم کا نظریہ تھا کہ شاہی معافی قبول کر لی جائیں اور انہوں نے قبول کیں۔

سندھ کے معاملات

سندھ میں سومرہ حکومت کے بعد سمہ خاندان برسر اقتدار آیا[4] اور خیال ہے کہ اس خاندان کا پہلا سردار انڑ تھا اور بانھبینہ اس کا بیٹا تھا[5]۔ بانھبینہ کے متعلق عین الملک ماہرو گورنر ملتان نے گورنر گجرات کو لکھا کہ یہ سردار گورنر ملتان اور گجرات کے لئے پریشانی کا باعث ہے اور مغلوں سے ساز باز

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۵۰ [2] ایضاً ص ۲۲۰ [3] ایضاً ص ۴۵۸-۴۵۹، ۲۰۶

[4] ڈاکٹر ریاض الاسلام (کراچی یونیورسٹی) کا ایک قابل قدر مقالہ "دی رولنگ ہاؤس آف دی سمانان سندھ" اسلامک کلچر حیدرآباد (دکن) اکتوبر سنہ ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا ہے، یہ مقالہ ہم عصر ماخذ مثلاً طبقات ناصری، سیرت فیروز شاہی، فتوحات فیروز شاہی اور ملفوظات مخدوم جہانیاں گشت وغیرہ کی روشنی میں مرتب ہوا ہے اس مقالہ سے ہم نے کافی استفادہ کیا ہے، سومرہ اور سموں کے سلسلہ میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کا مضمون "کرانولوجی آف دی سمہ رولرس آف سندھ" اور شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ مرحوم کا مقالہ "اے ڈارک پیریڈ ان دی ہسٹری آف سندھ" بھی قابل ذکر ہیں یہ دونوں مقالے پاکستان ہسٹاریکل ریکارڈس اینڈ آرکائوز کمیشن کے دوسرے اجلاس منعقدہ پشاور (فروری سنہ ۱۹۵۰ء) کی روداد (مطبوعہ کراچی سنہ ۱۹۵۰ء) میں شائع ہوئے ہیں۔ [5] بانھبینہ کے تلفظ اور املا میں اختلاف ہے ڈاکٹر ریاض الاسلام نے ہم عصر ماخذ کی روشنی میں اس کا املا اور تلفظ بانھبینہ (BANHBINA) اختیار کیا ہے (ملاحظہ ہو اسلامک کلچر اکتوبر سنہ ۱۹۴۸ء)

جام جونا کا نام علاء الدین اور بانہبینہ کا نام صدر الدین تھا،[2] یہ دونوں چچا بھتیجے جنوبی سندھ میں حکمراں تھے، خیال یہ ہے کہ جب فیروز شاہ تغلق بنگال کی مہم ۷۶۲ھ (۱۳۶۰-۶۱ء) میں مصروف تھا تو بانہبینہ نے حکومت دہلی کے خلاف ناپسندیدہ حرکات اور خود مختاری کے انداز شروع کر دئے۔ منشآت ماہرو کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ فیروز شاہ کے ابتدائی دور حکومت میں بانہبینہ نے مغلوں سے سازباز کر کے پنجاب اور گجرات میں دہلی کی مرکزی حکومت کے لئے مشکلات پیدا کیں، برنی نے اس سلسلہ میں مغلوں کی ایک مہم کا ذکر کیا ہے کہ مغلوں نے مکران کے راستے سے ٹھٹھ کے حاکم کی مدد سے تاخت کی۔[3] منشآت ماہرو میں ایک پروانہ ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جام جونا اور بانہبینہ نے شیخ الاسلام صدر الدین[4] اور مخدوم جلال الدین بخاری کے ذریعہ اقرار اطاعت کیا تھا۔ منشآت ماہرو کی اصل عبارت یہ ہے۔[5]

شیخ الاسلام صدر الدین و جلال الدین بخاری را درمیان آوردہ بودند و چناں عرضداشت محول (؟)	وہ شیخ الاسلام صدر الدین اور جلال الدین بخاری کو درمیان میں لائے اور انہوں نے اس طرح کی عرضداشت لکھی کہ :-
ولایتے کہ در تصرف داریم ہمہ وقت	یہ جو ملک ہمارے قبضہ میں ہے اس کی

[1] اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء [2] ایضاً [3] ایضاً نیز ملاحظہ ہو تاریخ معصومی از محمد معصوم بھکری (اردو ترجمہ اختر رضوی) تصحیح و حواشی از ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ص ۷۲ (سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۹ء) [4] شیخ الاسلام صدر الدین ملتانی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ صدر الدین عارف، ص ۲۷۶ تا ۲۹۲ مولوی نور احمد خاں فریدی نے خلاصۃ الاحباب کے حوالے سے شیخ الاسلام صدر الدین کا سال وفات ۷۶۶ھ تحریر کیا ہے (ص ۲۹۲) ہمارے خیال سے شیخ الاسلام کا انتقال اس کے بعد ہوا ہے۔ [5] ملاحظہ ہو اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء۔

دروجہ حشم ما و خرج ما درین دیار بمصرف رسید و بخزانہ در خور چیزے واصل نمی شود اکنون ما بندگان رعایا فرمان بردارایم و از راہ معنی لشکر اسلام مستیم، ہر چہ دریں حدود آں لشکر می گردد تا گجرات و ستیکر ہر جان (؟) بمعنی فرمان رسا طاعت بنمائیم و بہ پنجاہ سر اسپ کہ قیمت از یک لک تنکہ (باشد؟) بیارگاہ برسانیم ہم عرض لشکر و ہم خزانہ حاصل باشد۔ . . . . .

شیخ الاسلام و جلال الدین بخاری . . . . . عرضداشت ایشان را بہ عز اجابت مقرون (گردانیدہ اند)

. . . .

آمدنی فوج (انتظامیہ) کے اخراجات میں خرچ ہو جاتی ہے اور شاہی خزانے میں کچھ داخل نہیں ہوتا ہے، اب ہم خدمت گزار اور فرمانبردار رعایا ہیں اور ایک طرح سے اسلام کی فوج ہیں اور جب وہ لشکر اس علاقہ میں گجرات . . . و ستیکر ہر جان (؟) تک آئے گا تو ہم رسد کے متعلق شاہی احکام کی بجا آوری کریں گے اور ہم پچاس گھوڑے حضور میں ارسال کریں گے جن کی قیمت ایک لاکھ تنکہ ہو گی اس طرح ہم لشکر اور خزانے کے مقصد کو پورا کر دیں گے۔

شیخ الاسلام اور جلال الدین بخاری کے ذریعہ ان کی عرضداشت قبول ہوئی۔

اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ مخدوم جہانیاں سیاسی معاملات میں کتنا درک رکھتے تھے۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام نے منشآت ماہرو کی روشنی میں نتیجہ نکالا ہے کہ یہ واقعات سنہ ۷۶۲ھ ۱۳۶۰ء تا سنہ ۷۶۴ھ ۱۳۶۵ء کے درمیان وقوع پذیر ہوئے۔

ٹھٹھ

محمد تغلق کا انتقال سندھ میں سنہ ۷۵۲ھ ۱۳۵۱ء میں ہوا تھا جب وہ طغی کو سزا دینے کی غرض سے ٹھٹھ پہنچا تھا، طغی کو امیران ٹھٹھ نے پناہ دی تھی ظاہر ہے کہ یہ بات فیروز شاہ تغلق کے ذہن سے نہیں نکلی ہو گی۔ اور ملتان کے تجربہ کار اور سیاست داں گورنر عین الملک ماہرو کے انتقال کے بعد ٹھٹھ کے حکمراں کلی طور سے آزاد ہو گئے اور مرکزی حکومت

سے برائے نام اطاعت بھی ختم کردی، فیروز شاہ نے ان حالات کے تحت ٹھٹھہ کا رخ کیا[1] اور وہ دہلی سے روانہ ہو کر اجودھن اور بھکر ہوتا ہوا سیوستان پہنچا اور وہاں سے پانچ ہزار کشتیوں کا بیڑہ بنا کر ٹھٹھہ پہنچ گیا، شاہی لشکر اور بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر جام اور بابینہ نے بھی خوب تیاری کی، طرفین سے معرکہ آرائیاں ہوئیں، شاہی لشکر میں رسد اور فوج کی کمی واقع ہوئی اور گھوڑوں کی بیماری پھیل گئی اور حقیقت یہ ہے کہ سرداران ٹھٹھہ کے مقابلہ میں شاہی فوج کو ہزیمت ہوئی اور بادشاہ نے گجرات کا رخ کیا[2] بادشاہ گجرات جاتے ہوئے راہبروں کے فریب سے رن کچھ میں گھر گیا۔ یہ صحرائے لق دق تھا اور اس میں راستہ اور پانی ناپید تھا[3] اور نقصان عظیم کے بعد بادشاہ گجرات پہنچا۔

بادشاہ نے اس داغ ناکامی کو مٹانے کے لئے بہت تیاریاں کیں، گجرات سے سامان اور لشکر فراہم کرکے دہلی سے تازہ دم کمک منگوائی اور دوسرے سال کافی تیاریوں کے ساتھ گجرات سے ٹھٹھہ کا رخ کیا، ساکنان ٹھٹھہ کو اس امر کا خیال نہ ہوگا کہ فیروز شاہ اتنی جلدی واپس آجائے گا، محمد تغلق کی موت اور فیروز شاہ تغلق کی ہزیمت کو اس قدر شہرت حاصل ہو چکی تھی کہ سندھی عوام میں مندرجہ ذیل مقولہ مشہور ہو چکا تھا[4]

"برکت شیخ پٹھا اک موا ایک بھگا"

---

[1] ٹھٹھہ کی مہم کے سال کا تعین ڈاکٹر ریاض الاسلام نے ۱۳۶۵ء تا ۱۳۶۷ء کیا ہے۔ اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء

[2] ملاحظہ ہو تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۱۴۵ تا ۱۴۹

[3] ایضاً ص ۱۴۹ تا ۱۵۰، نیز دیکھئے "سندھ" از جے، ایبٹ ص ۳۱ تا ۴۰ (بمبئی، کلکتہ، مدراس ۱۹۲۴ء)

[4] اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء، اس مقولہ کے سلسلہ میں مزید بحث آگے آئے گی۔

— (×) —

فیروز شاہ بڑی تیاریوں سے آیا تھا، اس نے ٹھٹھ کے نواح کی پکی ہوئی فصلوں پر قبضہ کر کے اہل ٹھٹھہ کو بھوکوں مارنے کا منصوبہ باندھا، اس درمیان میں خان جہاں وزیر اعظم نے دہلی اور دوسرے صوبائی مرکزی مقامات سے مزید فوجی امداد فراہم کر کے ٹھٹھہ بھیجی، بادشاہ نے چار ہزار اہل ٹھٹھہ کو قید کر لیا، جب جام اور بانہبینہ نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ سخت پریشان ہوئے، انہوں نے مخدوم جہانیاں کی خدمت میں درخواست ارسال کی کہ آپ بادشاہ سے مصالحت کرادیں، حضرت مخدوم اوچ سے شاہی لشکر میں تشریف لائے سراج عفیف لکھتا ہے[1]:

"حضرت جلال (بخاری) اوچھ سے فیروز شاہی لشکر میں تشریف فرما ہوئے ...... تمام اہل لشکر حضرت کے قدمبوس ہوگئے، حضرت نے فرمایا کہ بابا اطمینان رکھو چند روز میں صلح ہو جائے گی ...... (جب وہ) نشان بارگاہ کے قریب پہنچے، (بادشاہ نے نہایت خلوص سے احترام کیا اور اعزاز واکرام کے ساتھ اپنے لشکر میں لے آیا"

حضرت مخدوم نے جام جونا اور بانہبینہ کو اطاعت کے لئے راضی کر لیا اور وہ دونوں سردار مجرم کی حیثیت سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔

اس واقعہ کا حوالہ ملفوظات میں اس طرح ہے[2]:

بار دوم سلطان فیروز شاہ با نہبینہ و جام رفتند و حضرت مخدوم قطب عالم نیز بر	دوسری مرتبہ سلطان فیروز شاہ بانہبینہ اور جام (کی تنبیہہ) کے لئے گیا، اور

---

[1] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۴۲

[2] مناقب مخدوم جہانیاں ورق ۱۷۰ (مجلس ۵۹)

آوردن جام و بانہبینہ رسیدہ اند تا اصلاح دہند زیرا چہ کرت اول کہ سلطان مذکور مرحوم قصد ٹھٹھہ کردہ بود زر خیلے خرابی مسلمان شدہ بود،" ....

حضرت مخدوم قطب عالم بھی جام و بانہبینہ کے لانے کے لئے گئے تاکہ انہیں صحیح راستے پہ لائیں کیونکہ جب پہلی مرتبہ سلطان مذکور پر مرحوم نے ٹھٹھہ پر حملہ کیا تھا تو اس میں مسلمانوں کا (طرفین سے) بہت نقصان ہوا تھا۔

مگر سراج الہدایہ میں یہ روایت قدرے مختلف انداز میں بیان ہوئی ہے اور اس میں خرقِ عادت وکرامت کا پہلو بہت نمایاں ہے[1] غرض حضرت مخدوم کے درمیان میں پڑ جانے سے شاہی بھرم بھی رہ گیا اور اہل ٹھٹھہ بھی اپنی مراد کو پہنچے اور پہلے بانہبینہ و جام فیروز شاہ کے حضور میں مجرموں کی طرح یکے بعد دیگرے حاضر ہوئے، بادشاہ نے دونوں کو معاف کر دیا اور ٹھٹھہ کی حکومت جام کے فرزند اور بانہبینہ کے بھائی تماچی کے سپرد ہوئی اور بادشاہ ان دونوں سرداروں کو دہلی لے گیا اور اس طرح ٹھٹھہ مرکزی حکومت دہلی کے تابع ہو گیا۔ فیروز شاہی عہد کے ایک شاعر مطہر ساکن کڑہ نے ٹھٹھہ کی فتح پر ایک ترکیب بند لکھا ہے، اس کے تین بند ملاحظہ ہوں[2]

دیدی کہ شہ چہ معجزہ بنمود در جہاد — کانصاف رزم لشکر و داد نبرد داد

در یک لگام ریز کہ شہ در وغا نہاد — اقلیم سند و مملکت مولتان کشاد

فتح نمود در دسیہ ندارد کسے بیاد — زامروز تا زمان کیومرث و کیقباد

بشنو کنون حکایت این فتح باعتقاد

تا گویمت تمام بایجاز و انتخاب

---

[1] ملاحظہ ہو اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء [2] ملاحظہ ہو دیوان مطہر کڑہ، از ڈاکٹر وحید مرزا۔ (اورینٹل کالج میگزین مئی ۱۹۳۵ء و اگست سے ۱۹۳۵ء)

چنداں سپاہ برد کہ دریای و دشت و کوہ ؛ از سم اسپ آہن و پولاد شد ستوہ

صفہا کشیدہ خیل امیراں گراں شکوہ ؛ ہریک صفے چو سد سکندر بجد کردہ

با ہول و ہیبتے کہ کند شوکت و شکوہ ؛ در لرزہ بد زمین و دل مردوین پژدہ

می خواستند صبح دماں بردم خردہ

کز بیخ برکنند بیکبارہ آں خراب

.... ؛ ....

کاں قوم ہم بہم سیہ روی تافتند ؛ ناکردہ رزم سینہ زہیبت شگافتند

چنداں کہ چاہ غور کز اندیشہ کافتند ؛ جز عجز و مسکنت رہ دیگر نیافتند

لابد رسن ز موی سر و ریش بافتند

بردند روی عجز بدرگاہ آنجناب

فیروز شاہ تغلق جام اور بانہبینہ دونوں سرداروں اور دوسرے صاحب اثر و رسوخ مقدم اور زمینداروں کو اپنے ہمراہ دہلی لے گیا، دہلی میں ان لوگوں کے لئے سرائے میں رہنے کا انتظام کیا گیا، بعد کو یہ علاقہ سرائے ٹھٹھہ کے نام سے موسوم ہو گیا، دو لاکھ تنکے سالانہ ان دونوں سرداروں کے لئے علیحدہ علیحدہ مقرر ہوئے اور وقتاً فوقتاً تحائف و خلعت بھی ملتے دربار میں اعزاز و اکرام کے ساتھ صدر جہاں کے برابر نشست مقرر ہوئی اور بقول عفیف دہلی میں وہ اتنے خوش تھے کہ ٹھٹھہ کو بھول گئے تھے[1]

فیروز شاہ تغلق نے اگرچہ ٹھٹھہ فتح کر لیا مگر دوری کی وجہ سے امراء ٹھٹھہ دہلی کے اثر سے آزاد ہی رہے اور جلد ہی جام تماچی نے مرکزی حکومت کی اطاعت سے سرتابی اور بغاوت

[1] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۱۸۰ تا ۱۸۱

کی اس مرتبہ بادشاہ نے جام جونا کو دفع شر کی غرض سے ٹھٹھہ بھیجا اور اس موقع پر بھی حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمات حاصل کی گئیں، اتفاق سے مخدوم صاحب اس زمانہ میں دہلی ہی میں تھے۔ خیال ہے کہ وہ جام جونا کے ہمراہ ہی ٹھٹھہ پہنچے ہوں گے، غرض مخدوم صاحب بغیر کسی رزم و معرکہ کے تماچی کو دہلی لے آئے۔[1] ملفوظات میں ہے کہ:۔

اس مجلس کا بیان کہ حضرت مخدوم جہانیاں ٹھٹھہ سے واپس آئے جبکہ وہ رائے تماچی کو لینے کے لئے گئے تھے۔	مجلس معلّی در آنکہ حضرت مخدوم جہانیاں از ٹھٹھہ بازگشتہ می آیند کہ برائے درآوردن رائے تماچی رفتہ بودند۔

ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ۷۷۲ھ/۱۳۷۱ء میں وقوع پذیر ہوا چنانچہ سراج الہدایہ میں ایک حوالہ موجود ہے۔[3]

سید السادات جہم ٹھٹھہ سے حضرت دار الملک دہلی کی طرف ماہ مبارک رجب ۷۷۲ھ/۱۳۷۱ء میں واپسی (ہوئی)	بازگشتن سید السادات از جہم ٹھٹھہ درسمت حضرت دار الملک دہلی در ماہ مبارک رجب اثنان وسبعین وسبعمایۃ

رائے تماچی کی جگہ جام جونا (علاء الدین) کو ٹھٹھہ کی حکومت ملی اور ایک یقینی شہادت موجود ہے کہ ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء تک وہ ٹھٹھہ کا حاکم تھا کیونکہ ٹھٹھہ سے دس میل کے فاصلہ پر موضع گجو (تعلقہ میرپور ساکرو) میں حاجی بوترابی[4] کی ایک خانقاہ ہے جو جام علاء الدین کے حکم سے صفر ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء میں تعمیر ہوئی اس خانقاہ کی مشرقی دیوار پر مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے۔[5]

---

[1] اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء
[2] مناقب مخدوم جہانیاں ورق ۱۸۷ (مجلس ۷۷)
[3] اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء
[4] حاجی بوترابی کے لئے دیکھئے آب کوثر ص ۴۴
[5] اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۴۸ء

سند شہریار دہر سلطان داور . . . . . ؎ شہ فیروز و منصور و مظفر در صف میداں

ر بر فراز مسند خاص حضرت عالی ؎ کہ پائے قدر او اعلیٰ ز فرق فرقد تاباں

ودہ جام جم سیرت علاء الدین دریا دل ؎ کہ از دہمانی؟) لطفش جہاں شد جملہ آباداں

مد ایں چنیں گنبد معلی کز صفا گوی ؎ ببال بیت معمور آمدست انہار ایں ایواں

ام شیخ حاجی بوترابی آں ولی اللہ ؎ کہ بر درگاہ او گردد روا حاجات خلق آساں

ال ہفصد شصت و دو از ہجرت احمد ؎ زعون ایزد ذو المن و الافضال و الاحساں

شہ ثالث ماہ صفر ایں روضہ میموں ؎ بسعی کمترین بندگاں موسیٰ بن شہ جاں

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم کا سندھ کے عوام و خواص پر کتنا
ر تھا، مرکزی حکومت سے ان کے تعلقات بہت اچھے تھے بادشاہ ان کا بڑا اعزاز و اکرام
تا تھا اور وہ بھی شاہی مفادات کا خیال رکھتے تھے، ملتان کا گورنر سیاسی نزاعات میں
ن سے رجوع کرتا تھا، حاکمان ٹھٹہ ان کو سفارشی مقرر کرتے تھے اور فیروز شاہ تغلق
یران ٹھٹہ کو راہ راست پر لانے کے لئے ان کو بھیجا تھا، ان واقعات سے حضرت مخدوم کے سیاسی
ر و نفوذ کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم کی دہلی تشریف آوری

حضرت مخدوم ہر دوسرے تیسرے سال دہلی تشریف لے جایا کرتے تھے ۷۷۷ھ / ۱۳۷۵ع کا

واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے، حضرت مخدوم کی مجلس رشد و ہدایت منعقد تھی مشارق الانوار
کا سبق ہو رہا تھا، حضرت نے نواہی کا ذکر فرمایا اور ایک دیوان کے دو اشعار پڑھے:۔

شرم نہ داری کہ ہر گناہ می کنی ؎ نامہ خود را سیہ می کنی

سگ نہ کند با سگ بے گانگاں ؎ آنچہ تو با حضرت حق می کنی

اور حاضرین سے فرمایا کہ لکھو اور یاد کرو اس موقعہ پر شہزادہ ظفر خاں خدمت

حاضر تھا اس نے بھی لکھا۔[1]

۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں جبکہ سلطان فیروز شاہ سامانہ کی مہم پر گیا ہوا تھا تو حضرت مخدوم نے دہلی میں ورود فرمایا چونکہ سلطان دہلی میں موجود نہ تھا اس لئے حضرت مخدوم کو دہلی میں قیام کرنا پڑا[2] اور اس زمانہ میں دہلی کے باشندوں نے حضرت مخدوم کے فیوض و برکات سے خوب فائدہ حاصل کیا، حضرت مخدوم کے دہلی کے زمانہ قیام میں حضرت کے مرید علاء الدین علی نے جو ملفوظات مرتب فرمائے ان کا نام جامع العلوم رکھا، اس میں دہلی کے قیام کے مفصل حالات موجود ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم کے یہاں درس و تدریس کی مجلس منعقد ہوتی تھی اور رشد و ہدایت کا بیان ہوتا تھا، کبھی فقہ و شریعت کے اصول و احکام بتائے جاتے تو کبھی اخلاق و معاشرت کا بیان ہوتا اور کسی وقت تصوف و علوم باطنی کے اسرار و رموز حل فرمائے جاتے، تصوف کا بیان عام طور سے تہجد کے بعد ہوتا تھا۔

امراء و وزراء سے ملاقاتیں

دہلی کے قیام کے زمانہ میں امراء وزراء اور شہزادے حضرت مخدوم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے رہے، سلطان فیروز شاہ کے حکم کے مطابق خان جہاں وزیر حاضر ہوا[3] اس کو بادشاہ کا حکم تھا کہ وہ حضرت مخدوم کے ارشادات کی تعمیل کرے۔ اکثر حاضر ہوتا تھا، ایک مرتبہ خان جہاں حاضر خدمت تھا حضرت مخدوم نے فرمایا کہ شریعت کے موافق عدل کرنا چاہیئے، ایک موقعہ پر خان جہاں وزیر ۲۴ جوڑے لے کر حاضر ہوا، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ اگر مشروع کپڑے ہیں تو ہم استعمال کریں گے ورنہ اہل خانہ کے استعمال میں آئیں گے[4]، حاضرین نے عرض کیا کہ مشروع

---

[1] الدر المنظوم ص ۳ [2][3] الدر المنظوم ص ۲۹۱

[4] ایضاً ۳۴۰ تا ۳۴۱، ۷۵۸ تا ۷۵۹۔

ے ہیں حضرت مخدوم نے اس موقع پر مشروع و نامشروع لباس کا بیان فرمایا کہ سلطان
دیا ہوا کپڑا پہنوں گا۔

فیروز شاہ جب مہم سے واپس آیا تو شہزادہ محمود خاں کو بھیجا کہ حضرت مخدوم محل
میں تشریف لادیں اور قیام پذیر ہوں مگر حضرت مخدوم کے ساتھ مریدین اور طلاب کی
جمعیت تھی لہٰذا منع کر دیا۔ مگر جب اصرار زیادہ ہوا تو ناچار حضرت مخدوم محل میں تشریف
لے گئے، شہزادہ محمود خاں کو رخصت کرتے وقت مخدوم نے کلاہ پہنائی اور کچھ شیرینی بھی دی
اسی وقت شہزادہ مبارک خاں حاضر خدمت ہوا اس کے بچے نامشروع لباس پہنے ہوئے
تھے، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بچوں سے تو مواخذہ نہ ہو گا مگر ان کے دلی سے ہو گا۔[۲] ایک
مرتبہ نماز جمعہ میں حضرت مخدوم تشریف لے گئے، موذن نے اذان میں اللہ اکبر میں اکبر کو
اکبار اداکیا حضرت مخدوم نے افسر دربانان کو اس کی طرف توجہ دلائی سلطان کو جب
خبر ہوئی تو موذن پر عتاب ہوا، موذن نے حضرت مخدوم سے رجوع کیا حضرت نے سلطان
سے سفارش فرمائی۔[۳]

ایک مرتبہ حضرت مخدوم نے خاں جہاں سے فرمایا کہ میرے چند کام ہیں ان کو انجام
دو:۔ (۱) رکن الدین مانک پوری کے تین گھوڑوں کا پروانہ (۲) شمس الدین قرضدار ہیں
ان کو وظیفہ دو تاکہ وہ وطن چلے جائیں (۳) چند مستحقین کا استحقاق پورا کر دو، خان جہاں
نے عرض کیا کہ نشان کرنے کا مجھے حکم نہیں ہے۔ باقی دونوں کام میں پورے کروں گا۔[۴]

---

[۱] الدر المنظوم ص ۳۲
[۲] ایضاً ص ۹۸، تا ۹۹
[۳] ایضاً ۸۰۰ تا ۸۰۱
[۴] الدر المنظوم ص ۳۲

— (*) —

ایک موقع پر شہزادہ ظفر خان، اس کے بیٹے، تغلق شاہ اور دوسرے ارکان دولت حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بادشاہ نے فرمایا ہے کہ آپ صحن خانہ میں تشریف فرما ہوں تاکہ جلد جلد ملاقات ہو سکے، مخدوم نے قبول کیا اور چل دئے صحن خانہ میں نزول اجلال فرمایا، جمعہ کا دن تھا، غسل کے بعد نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں موذن نے اللہ اکبر کی بجائے اللہ اکبار کہا مخدوم نے تنبیہہ فرمائی نماز کے بعد بادشاہ، شہزادوں اور دوسرے ارکان دولت نے ملاقات کی اور رخصت کیا۔[1]

ایک مرتبہ سلطان فیروز شاہ کا پوتا مبارک خاں حاضر خدمت ہوا، بادشاہ نے دستر خوان حضرت مخدوم کے لئے مرحمت فرمایا تھا، حضرت مخدوم اس روز روزے سے تھے اس لئے اس کھانے کو رکھ دیا اور فرمایا کہ شام کو افطار کے وقت کھائیں گے اور یہ حدیث شریف پڑھی۔[2]

من فطر صائما	جو شخص روزے دار کو افطار کرائے اس
فلہ اجر مثلہ	کو بھی روزے دار کی طرح اجر ملتا ہے۔

قاضی علاءالدین صدر جہاں اکثر حضرت مخدوم کی خدمت میں تشریف لاتے تھے ایک مرتبہ صدر جہاں نے پوچھا کہ ختم تراویح کی رات میں امام کو چاہئے کہ چند آیتوں کے بعد سورۂ اخلاص پڑھے تاکہ نماز کا جواز متفق علیہ ہو جائے اس لئے کہ امام مالک رح کے نزدیک سورۂ قرآن کا پڑھنا مع سورۂ فاتحہ کے فرض ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ حضرت امام مالک کے نزدیک ایسا فرض نماز میں ہے نفل نماز میں نہیں ہے۔ میں نے ممالک عرب میں مالکیوں کو دیکھا ہے کہ تراویح ختم کرتے ہیں اور آخر میں کوئی سورت نہیں پڑھتے اور صحابہ

[1] الدر المنظوم ص ۹۸، ۷ تا ۹۹، ۷

[2] ایضاً ص ۱۰۱

ما نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔[1]

ایک مرتبہ صدر جہاں نے کسی کے ذریعہ حضرت مخدوم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ
مشغول ہوں مگر مکاشفہ وغیرہ نہیں ہوتا، حضرت مخدوم نے جواب میں فرمایا کہ جو کوئی
س راہ سے ذکر و اذکار کرتا ہے اس کو کبھی مکاشفہ نہیں ہوتا۔[2] قاضی صدر جہاں حضرت
سلسلہ ارادت میں منسلک تھے اور اکثر حضرت مخدوم ان کے لئے دعا کیا کرتے تھے۔[3]

حضرت مخدوم دہلی کے قیام کے دوران میں اکثر شیخ الاسلام کے یہاں تشریف لیجایا
تے تھے، ایک مرتبہ غرہ شعبان کی مبارکباد دینے کے لئے شیخ الاسلام کے یہاں پہنچے بڑے
لوص سے مصافحہ و معانقہ ہوا پھر مخدوم نے وضو کیا اور فرمایا کہ راہ میں نیند آگئی
ی بے وضو شیخ الاسلام کو کیونکر دیکھوں، شیخ الاسلام نے فرمایا کہ آپ لوگ زندہ دل ہیں
ر شیخ الاسلام کی مزاج پرسی کی کیونکہ اس سے پہلے مزاج ہمایوں کچھ ناساز تھا اور شیخ الاسلام
نے حضرت مخدوم کی خدمت میں ملک علی طبیب کو بھیجا تھا پھر مسجد جامع میں اعتکاف
نے کے لئے طے ہوا اس درمیان میں ایک مرید حاضر ہوا، حضرت مخدوم نے کہا کہ
ہے حضرت شیخ الاسلام کی دست بوسی کرو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔[4] دہلی سے رخصت کے موقعہ
بھی حضرت مخدوم شیخ الاسلام کی خدمت میں تشریف فرما ہوئے۔[5]

دہلی میں عید الاضحی

۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء میں بقر عید کے موقع پر حضرت مخدوم دہلی میں مقیم تھے اس عید کا تفصیلی بیان مولانا علاء الدین نے

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۷۹ [2] ایضاً ص ۳۰۳ [3] ایضاً ۲۱۶
[4] الدر المنظوم ص ۲۷۹ [5] ایضاً صفحہ ۲۱۶ [6] ایضاً ص ۵۷۲ تا
۵۷۵۔

جامع العلوم میں قلم بند کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بقرعید کی رات میں نماز عشار کے بع
چار رکعت نماز ادا کی اور اعتکاف سے باہر نہیں آئے اور فرمایا کہ میں اپنے یاروں کے
واسطے عیدی مانگتا ہوں اور خیر چاہتا ہوں[1]

عید اضحیٰ کے دن نماز فجر کے بعد نودونہ اسمائے باری تعالیٰ کے ورد سے طلوع آ
سے قبل فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد غسل کیا۔ جب آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تو پالکی میں
ہو کر عید گاہ تشریف لے گئے احباب و اعزاء و مریدین ہمراہ تھے سب لوگ تکبیر کہ
جاتے تھے، جب نماز گاہ کے قریب پہنچے تو اتر پڑے تازہ وضو کیا اور ریش مبارک میں کنگھی
کی نماز کے لئے محراب کے روبرو صف اول میں بیٹھے خطیب کو آنے میں قدرے دیر ہوئی
تو حسن خادم کو طلب فرما کر حکم دیا کہ داروغہ مطبخ سے کہہ دو کہ نماز پڑھنے کے بعد فوراً
جائے اور قربانی کرے اور کھانا تیار کرے۔ اسی درمیان میں خان جہاں اور صدر جہا
بھی عید گاہ میں پہنچے صدر جہاں نے نماز کے بعد اپنے گھر مدعو کیا[2]

نماز عید میں خطیب سے کچھ سہو ہو گیا فراغ نماز کے بعد تمام ائمہ اور صدور نے
حضرت مخدوم سے رجوع کیا حضرت مخدوم نے فرمایا کہ عید کی تکبیریں واجب ہیں اس لئے
اعادہ کرنا چاہئے، مگر چونکہ مخلوق کثیر ہے اس لئے اعادہ مناسب نہیں ہے، اس کے بعد
خطیب نے خطبہ ادا کیا، نماز عید کے بعد حضرت مخدوم نے چار رکعت مزید ادا کی اس کے
بعد پالکی میں سوار ہو کر صدر جہاں کے گھر پہنچے وہاں تمام ائمہ، صدور، قضاۃ، علماء، خطبا
حکماء، اکابر مفتی اور دیگر اعزاء موجود تھے اس کے بعد نماز و اذان کی بے احتیاطی کے متعلق
گفتگو ہوتی رہی، اس کے بعد اپنے استاد عبد اللہ مطری کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ مدینہ میں

---

[1] [2] الدر المنظوم ص ۵۶، تا ۵۹۔

رمضان کے عشرہ آخر میں لوگ معتکف ہوتے ہیں، نیز فرمایا کہ قبروں کے پاس کھانا پینا نہیں چاہئے یہ مکروہ ہے، بلکہ ایک لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مردہ کو ثواب بخشنا چاہئے اس کے بعد نماز اشراق ادا فرمائی، پھر سیخ کے کباب کھائے اس کے بعد کھانا کھایا، اور رخصت ہوئے[1]

سلطان فیروز شاہ سے ملاقاتیں

حضرت مخدوم اکثر دہلی تشریف لے جایا کرتے تھے خود بادشاہ فیروز شاہ تغلق استقبال کے لئے آتا تھا حضرت مخدوم کبھی تو منارہ سے متصل کوشک محل میں، کبھی شفاخانے میں اور کبھی شاہزادہ فتح خاں کے حظیرے میں قیام فرمایا کرتے تھے اور اپنی قیام گاہ سے مقررہ طریقہ کے مطابق بادشاہ سے ملاقات کے لئے تشریف لیجاتے، جیسے ہی مخدوم محل حجاب میں پہنچکر سلام کرتے، بادشاہ تخت گاہ پر ایستادہ ہو جاتا اور ملاقات کرتا، واپسی پر بھی بادشاہ اسی اعزاز کے ساتھ رخصت کرتا، فیروز شاہ تغلق بھی دوسرے تیسرے روز حضرت مخدوم کی قیام گاہ پر حضرت سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتا۔[2] آخری مرتبہ حضرت مخدوم ۷۸۱ھ ۱۳۷۹ء میں تشریف لے گئے اس موقع کی چار ملاقاتوں کا مولانا علاء الدین نے جامع العلوم میں ذکر کیا ہے۔

(۱) ۲۰ ذی الحجہ ۷۸۱ھ ۱۳۷۹ء کو فیروز شاہ تغلق حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بہایت تعظیم و تکریم کی اس موقع پر حضرت مخدوم نے صحاح سے مندرجہ ذیل حدیث پڑھی کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رزین سے فرمایا:۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۷۶۰ تا ۷۶۴

[2] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۳۴۴۔

یا ابا رزین اذا خلوت فاکثر ذکر اللہ وزر فی اللہ فانہ من زار فی اللہ شیعہ سبعون الف ملک ویقولون وصلنا الیہ فیک فصلہ۔	اے ابورزین جب تم خلوت میں ہو تو کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور اللہ کے لئے زیارت کرو جو شخص اللہ کے لیے زیارت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کی طرف دوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس بندے کی طرف پہنچے پس اس کو بدلہ دے۔

. . . .

پھر حضرت مخدوم نے سلطان سے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تم کو جزائے خیر دے کہ میری ملاقات کے لئے آئے، سلطان نے عرض کیا کہ یہ حدیث شریف معہ ترجمہ مجھے مرحمت فرمائیں حضرت مخدوم نے وہ حدیث لکھ کر دیدی، اس کے بعد حضرت مخدوم کو جو کچھ سلطان سے کہنا تھا وہ کہا اور جن کے لئے وظائف وغیرہ مقرر کرانے تھے وہ بھی کرائے اور تیس سے زیادہ آدمیوں کو بادشاہ نے کپڑے مرحمت فرمائے اور رخصت ہو گیا۔[۱]

(۲) ۲۳ ذی الحجہ ۷۸۱ھ کو سلطان فیروز شاہ سے ملاقات ہوئی دہلی سے واپسی کے متعلق گفتگو ہوئی اور طے پایا کہ بعد عشرہ محرم حضرت مخدوم اوچ تشریف لے جائیں گے۔[۲]

(۳) غرہ محرم ۷۸۲ھ ۱۳۸۱ء کو سلطان فیروز حضرت مخدوم سے ملنے کے لئے آیا آپ نماز اشراق پڑھ رہے تھے، سلطان کھڑا رہا جب آپ فارغ ہوئے تو سلام و مصافحہ ہوا سلطان نے پھولوں کی ایک ٹوکری نذر کی وہ پھول تمام حاضرین میں تقسیم کر دئے گئے، مخدوم نے بادشاہ سے فرمایا کہ میرا ارادہ خود حاضری کا تھا آپ تشریف لے آئے، اس کے بعد مولانا سراج الدین

---

[۱] الدر المنظوم ص ۷۶۳ تا ۷۶۵۔

[۲] الدر المنظوم ص ۸۶ تا ۸۱۱

کی امامت میں دو رکعت نماز ادا کی نماز میں سلطان بھی شریک ہوا، نماز کے بعد حضرت مخدوم نے فرمایا کہ امام شافعی کے نزدیک نفل نماز باجماعت ادا کی جاسکتی ہے اور فقہ کافی کے حوالہ سے ارشاد فرمایا کہ عبادت میں غیر مسلک پر عمل کیا جاسکتا ہے مگر معاملات میں غیر مسلک پر عمل جائز نہیں ہے، پھر سلطان فیروز شاہ سے نماز کی نیت، خانۂ کعبہ کی زیارت، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مراتب، خرقۂ مشائخ اور دشمن نفس پر گفتگو رہی، اس کے بعد مولانا جمال الدین معبری کے صاحبزادے، شیخ بہاء الدین زکریا کے پوتوں، اپنے رشتہ داروں، خادموں، عزیزوں کے لئے سلطان سے وظائف مقرر کرائے، اس کے بعد ایک ہندو بچہ کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا، سلطان نے اس کے وظیفے کا بھی وعدہ کیا[1]

(۴) ۷، محرم ۷۸۲ھ / ۱۳۸۰ء کو بادشاہ ملاقات کے لئے آیا بہت گفتگو ہوئی علو ہمتی کے متعلق مخدوم نے یہ شعر پڑھا۔

همت بس بلند روزی کن

که من از تو همیں تمنا خواهم

بادشاہ کو یہ شعر بہت پسند آیا اور اس نے خود لکھا، سید الحجاب سلطان کے ہمراہ تھا اس نے شیخ امین الدین کے مندرجہ ذیل ابیات لکھے[2]

ہر آں کو غافل از وے یک زمان است	؎	دراں دم کافر است اما نہان است
مبادا غائبے پیوستہ باشد	؎	در اسلام بروے بستہ باشد
حضوری بخش اے پروردگارم	؎	کہ من غائب شدن طاقت ندارم

(۵) ۱۳ ر محرم ۷۸۲ھ / ۱۳۸۰ء کو حضرت مخدوم سلطان سے رخصت ہونے کے لئے تشریف

---

[1] الدر المنظوم ص ۸۱۲ تا ۸۱۳ [2] و [3] ایضاً ص ۸۳۶

لے گئے، سلطان خانے میں نماز ادا کی پھر بعض مسائل فقہ پر گفتگو رہی، اس کے بعد بعض لوگوں کی درخواستیں حضرت مخدوم نے پیش کیں جن کو سلطان نے قبول کیا، یہ سلطان سے رخصتی ملاقات تھی۔[1]

حضرت مخدوم اوچ میں رہتے ہوئے اکثر لوگوں کی سفارش سلطان فیروز شاہ تغلق سے فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ اوچ کے ایک امیر مردان دولت کو خیال ہوا کہ بادشاہ اس کے باپ سے ناراض ہے تو اس نے حضرت مخدوم سے سفارش چاہی۔[2] اسی طرح حضرت مخدوم کے ایک مرید خواجہ محمد ظفاری نے مقروض ہونے کی شکایت کی تو حضرت نے سلطان فیروز شاہ تغلق سے سفارش کی اور سلطان نے خواجہ ظفاری کی مدد کردی۔[3] ایک مرتبہ ایک مسکین آدمی نے حضرت مخدوم سے عرض کیا کہ حج کو جانا چاہتا ہوں، میرے لئے کچھ مدد سلطان سے دلوادی جائے۔ حضرت مخدوم نے اس کی سفارش سلطان سے کردی اور اس کا کام ہوگیا۔[4] اس طرح اکثر کام سلطان سے حضرت مخدوم غرباء و مساکین، اعزاء و اقارب اور مریدین و متعلقین کے کروا دیا کرتے تھے، سلطان بھی حضرت مخدوم کا بڑا لحاظ کرتا تھا۔

مولانا علاء الدین مرتب جامع العلوم نے حضرت مخدوم کی دہلی سے واپسی کے حالات تفصیل سے قلم بند کئے ہیں غرض ۱۷ محرم الحرام ۷۸۲ھ کو حضرت مخدوم اوچ کی جانب روانہ ہوگئے، لوگوں نے حضرت مخدوم کے قدم چومنے چاہے مگر انہوں نے لوگوں کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔[5]

۱؎ الدر المنظوم ص ۸۵۲ — ۲؎ ایضاً ص ۱۶۹، ۶۳۲

۳؎ ایضاً ص ۳۷۲ — ۴؎ ایضاً ص ۳۵۵

۵؎ ایضاً ص ۸۵۱ تا ۸۵۵

فیروز شاہ کی اصلاحات پر ایک نظر

سلطان فیروز شاہ عادل، مذہب اسلام کا شیدائی اور شریعت غرا کا پابند تھا۔ غیر اسلامی رسوم اور بدعات کا سخت مخالف تھا، علماء، فقراء اور صوفیاء سے اعتقاد رکھتا تھا حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے نواسے شیخ علاء الدین اجودھنی کے حلقۂ ارادت میں منسلک تھا[۱]۔ ایک موقع پر جب سلطان دیبال پور سے لوٹا تو اجودھن میں حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے مزار پر حاضری دی اور ان کے خاندان کے لوگوں کے وظائف مقرر کئے[۲]۔

حضرت مخدوم اور سلطان فیروز شاہ کے تعلقات پر روشنی ڈالی جا چکی ہے، سلطان فیروز شاہ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوتا، مواعظ سنتا، حضرت کے ارشادات پر عمل کرتا اس طرح امراء، وزراء اور شہزادے بھی حضرت مخدوم سے مستفیض ہوتے تھے، سلطان فیروز شاہ کی اصلاحات میں حضرت مخدوم کی تعلیمات کے اثرات نمایاں طور سے نظر آتے ہیں سراج عفیف لکھتا ہے[۳]

"علماء و مشائخ ہر وقت بادشاہ کے قریب رہتے تھے اور اسی لئے فیروز شاہ کو ہمیشہ مکروہ، حرام اشیاء و افعال کا علم ہوتا رہتا تھا، بلکہ یہ مقدس گروہ ممالک محروسہ کے ہر محصول سے اپنے جواز و عدم جواز سے بادشاہ کو مطلع کرتا تھا اور فیروز شاہ ہر نامشروع محصول سے دست کش ہو جاتا اور اس طرح بے حد نقصان برداشت کرتا تھا"۔

فیروز شاہ سے قبل بہت سے ایسے محصول رعایا سے وصول کئے جاتے تھے جو شرعی طور سے

---

[۱] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۷۴

[۲] تاریخ فیروز شاہی (برنی) ص ۵۴۳

[۳] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۷۴

مناسب نہ تھے جن کا بار عام رعایا اور پیشہ ور حضرات پر پڑتا تھا، ان میں منڈی کا ٹیکس قصائیوں پر ٹیکس، پھولوں کی فروخت پر ٹیکس، رنگ بنانے پر ٹیکس، دھنے پر ٹیکس رسی اور ڈوریوں کے بنانے پر ٹیکس، تیل نکالنے پر ٹیکس، پان پر ٹیکس، مچھلی بیچنے پر ٹیکس صابون بنانے پر ٹیکس خوانچہ والوں پر ٹیکس، چرائی ٹیکس، ترکاری پر ٹیکس، اینٹیں اور مٹی کے برتن بنانے پر ٹیکس خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے ٹیکس وصول کئے جاتے تھے[۱] فیروز شاہ تغلق نے ان تمام محاصل کو یک قلم موقوف کر دیا اور حکم دیا کہ وہی محاصل وصول کئے جائیں جن کی شرع میں اجازت ہے۔[۲] اس طرح خراج آراضی عشور، زکوٰۃ، جزیہ، ترکات، خمس، غنائم بیت المال کے خاص ذرائع آمدنی تھے۔[۳]
بادشاہ نے جن محاصل کو موقوف کیا تھا ان میں بیشتر وہ تھے جن کو حضرت مخدوم ناجائز سمجھتے تھے۔ سراج الہدایہ میں ہے۔[۴]

> وجوہات ایشاں (ملوک و سلاطین) را امروز مال ظلم و تعدی است چنانکہ مال دلالت بازارہا و مال جنداری، و مال امیر مطربی، و مال جکری غلہ مال حاصل کیالاں، مال حبہ ستدن، و مال خماراں و مال دلگنی گراں ستدن مال ماہی فروشاں، مال سبزہ و ترہ فروشاں و مال طرہ یعنی اخراجات لسبت و قسمت و مال صابون گراں ستدن و مال مصادرہ فروشاں

---

[۱] ان محاصل کی تفصیل کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۴۱۲ تا ۴۳۳ تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۳۷۵ تا ۳۷۵، فتوحات فیروز شاہی (علی گڑھ ایڈیشن) ص ۵ تا ۶، دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دہلی ص ۲۴۲ تا ۲۴۵

[۲] و [۳] ملاحظہ ہو فتوحات فیروز شاہی ص ۵ تا ۶۔

[۴] سراج الہدایہ (قلمی) ورق ۳۳

ومال گل فروشاں، و مال جزائی و مال مردہ ستدن و مال غائبے از دیگراں ستدن، باتفاق علمائے دین اسلام ایں اموال حرام است بغیر اختلاف۔

فیروزشاہ تغلق نے جن محاصل کو منسوخ کیا ہے[1] اُن میں یہ تمام محاصل شامل ہیں اس سے خیال ہوتا ہے کہ ان محاصل کی منسوخی میں حضرت مخدوم کی کوششوں کو ضرور دخل تھا، ایک واقعہ سے ہمارے اس خیال کو مزید تقویت پہنچتی ہے۔ مولانا علاءالدین لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم ملتان سے اوچ کو تشریف لا رہے تھے راستے میں ایک باورچی مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے درخواست کی کہ میرے محصول کم کرانے کے لئے سفارش کریں، مخدوم نے وعدہ کیا کہ میں سفارش کروں گا۔[2]

---

[1] ان محاصل کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دہلی ص ۴۲۴ تا ۴۴۶ و سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۴۲۱ تا ۴۲۲
[2] الدر المنظوم ص ۳۰۷

باب ششم

رشد و ہدایت حضرت مخدوم کی تمام زندگی رشد و ہدایت سے عبارت ہے سفر حضر میں رشد و ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا اور آپ کی خانقاہ میں مریدین و طالبین کا کثیر مجمع رہتا باہر سے لوگ آتے اور حضرت مخدوم سے فیضیاب ہوتے، عوام، خواص، امراء، وزراء اور سلاطین سب ہی حاضر ہوتے تھے یہی نہیں بلکہ ہر مذہب فرقہ کے لوگ حضرت مخدوم کی خدمت میں آتے تھے۔ اور فیض حاصل کرتے تھے۔[1] علماء دین و مفتیان شرع نیز مشائخ کرام بھی حضرت مخدوم کی خدمت میں پہنچتے اور مختلف مسائل شریعت و تصوف کا حل حضرت مخدوم سے فرماتے تھے۔ الدر المنظوم میں ایک مجلس کا ذکر ہے جس میں قریب ۲۹ حضرات موجود تھے، ان میں بعض بڑے بڑے عالم تھے۔[2]

ایک موقع پر ایک عزیز دانشمند نے دریافت کیا کہ رمضان کے بعد متصل روزے رکھنا کیسا ہے حضرت مخدوم نے جواب باصواب دیا جس سے وہ دانشمند مطمئن ہو گیا۔[3] ایک دانشمند نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میری عورت کو تین طلاقیں ہوں اگر میں گھر

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۹۳ ۔ [2] ایضاً ص ۲۹۳

[3] ایضاً ص ۳۳۴ تا ۴۳۵۔

میں آتی ایسی صورت میں وہ کیا کرے، حضرت مخدوم نے ایسا حل بتایا کہ اس کی مشکل رفع ہو گئی، حالانکہ وہ مختلف علماء سے یہ مسئلہ پوچھ چکا تھا۔[1] ایک اور دانش مند نے حضرت مخدوم سے دریافت کیا کہ حدیث قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

من لیس لہٗ شیخ فشیخہ الشیطان	یعنی جس کا کوئی شیخ نہیں تو اس کا شیخ شیطان ہے۔

اس کے بارے میں حضرت کی کیا رائے ہے حضرت مخدوم نے فرمایا کہ حدیث صحاح کی ہے، مراد اس سے یہی سلسلہ بیعت ہے جو کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور تابعین کا ہے قولہٗ تعالیٰ:۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم	یعنی بیشک جو لوگ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بیعت کرتے ہیں تو وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، قدرت اللہ کی ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔[2]

مولانا حسام الدین حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے اوراد و وظائف پڑھتے تھے۔[3] اسی درمیان میں حضرت مخدوم نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک قریب البلوغ لڑکا حضرت مخدوم کے پاس بیعت کے لئے آیا حضرت مخدوم نے اس سے پوچھا کہ سہروردیوں کا خرقہ پہنے گا یا چشتیوں کا اس نے ہندی زبان میں جواب دیا کیونکہ فارسی جانتا نہ تھا کہ اس سلسلے میں بیعت کیجئے جس کے اوراد بڑے ہوں

---

[1] الدر المنظوم ۴۳۷ تا ۴۳۸
[2] الدر المنظوم ۵۲۱ - ۵۲۲
[3] ایضاً ۶۴۶

پس سہروردی سلسلہ میں حضرت مخدوم نے بیعت کیا۔ ایک مرتبہ چند دانش مند حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ختم تراویح کا مسئلہ دریافت کیا۔[1] چند علماء جو صاحب افتاء تھے حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مخدوم سے ذکر کی تلقین حاصل کی۔[2]

ایک روز قاضی ابراہیم معہ فرزندان و یاران آئے اور شیخ علاؤ الدین علی (مرتب جامع العلوم) کے ساتھ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے، قاضی ابراہیم سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے حضرت مخدوم نے ہدایت فرمائی کہ علم پڑھو اور آخر شب کو عبادت کرو، تہجد ادا کرو اور سوتے کے وقت تین بار استغفار بعد آمن الرسول کے پڑھتے رہو، انشاء اللہ ساری آفتوں سے بچے رہو گے، شیخ علاء الدین علی دہلی کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ روز عاشورہ کو بعد اشراق کے حضرت مخدوم نے دو رکعت نماز باجماعت ادا کی جس طرح کہ اوراد میں ہے اور باقی تنہا ادا کی علماء و فقہاء، امراء، وزراء اتنی خلق آگئی کہ گھر کا تمام صحن بھر گیا اور جگہ نہ رہی۔[3] خلق کی کثرت کے سلسلے میں ایک دوسری جگہ تحریر ہے:۔

> یہ فقیر (علاء الدین علی) خدمت میں اس امیر (حضرت مخدوم) کے حاضر تھا، نا کثیر کا ہجوم و انبوہ خلق تھا فرمایا الشہرۃ آفۃ یعنی مشہور ہو جانا ایک آفت ہے اس زمانہ میں پہاڑ اختیار کرنا چاہئے کہ تنہا رہیں

ایک عزیز نے پوچھا کہ اقامت جماعت و جمعہ فوت ہو جائے گی، جواب فرمایا کہ جو کوئی بصدق یعنی سچے طور پر باہر آئے گا تو ابدال آئیں گے، پانچوں وقت

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۰۵ تا ۳۰۶ [2] ایضاً ص ۶۹۱

[3] ایضاً ص ۸۴۳ ۔

اس کی جماعت کے واسطے حاضر ہوں گے اور جمعہ تو اس پر واجب ہی نہیں ہے

اس لئے کہ شہر سے دور ہے[1]

اس طرح اکثر درویش حضرت مخدوم کی خدمت میں حصول فیض کے لئے حاضر ہوتے تھے۔[2] حضرت مخدوم ایک روز دہلی کی مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے، موذن نے اللہ اکبر کی بجائے "وہ اکبار" کہا، حضرت مخدوم نے تنبیہہ فرمائی، حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ کوشک تک کا ولایت سندھ اوچ و ملتان میں کیا مجال کہ کوئی "وہ اکبار" کہہ سکے دعا گو (حضرت مخدوم) نے سب کو منع کر دیا ہے۔[3] حضرت مخدوم سندھی و ہندی زبان بھی بولتے تھے اور حسب ضرورت ان زبانوں میں تلقین و تبلیغ بھی فرماتے تھے۔

حضرت مخدوم کی مجلس رشد و ہدایت تہجد کے بعد خاص طور سے منعقد ہوتی تھی اس مجلس میں عام طور سے مریدین حاضر خدمت ہوتے تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کے مسائل کا درس و بیان ہوتا تھا یا پھر صبح میں اشراق کے بعد لوگ حاضر خدمت ہوتے اور فیض حاصل کرتے۔

حضرت مخدوم کے علوم و معارف اور رشد و ہدایت کا اندازہ ان کے ملفوظات سے ہو سکتا ہے، جامع العلوم (الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم) عالم و سالک دونوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہے، حضرت مخدوم اس مجموعہ کے متعلق ایک موقع پر مرتب جامع العلوم شیخ علاءالدین علی سے ارشاد فرماتے ہیں کہ (ملفوظات کا مجموعہ) بہت اچھا ہو گیا ہے، تجھے چاہئے کہ میرے مریدوں اور معتقدوں میں سے اصحاب دول کو پہنچانے میں تقصیر نہ کرے تاکہ جن لوگوں نے میری صحبت نہیں کی ہے ان کو یہی کافی ہو جائے تو نے بہت زحمت دیکھی

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۴۵ [2] ایضاً ۶۵۸ [3] ایضاً ص ۲۶۱

ہے، خدا تجھ پر رحمت کرے۔[۱]

حضرت مخدوم کے دوسرے مجموعہ ملفوظات "سراج الہدایہ" میں احادیث نبوی کی تشریح فقہی مسائل کی تصریح انبیاء کے قصے اور اوراد و وظائف کی تفصیلات کے علاوہ روزمرہ کی ضروریات کے متعلق بھی بہت سی مفید معلومات ملتی ہیں، مثلاً ایک باب میں چاول گندم، خرما، انگور، امرود، تربوز، انار، اسپغول، ہلیلہ، کشمش، بیان گوشت، بیضۂ مرغ، سرکہ، دودھ وغیرہ کے فوائد بیان کئے ہیں، یہی حال حضرت کے دوسرے ملفوظات جواہر جلالی، خزانۂ جلالی، مظہر جلالی کا ہے ان تمام ملفوظات میں شریعت کی تشریح بڑے اچھے انداز میں کی گئی ہے۔

دیار و امصار سے طالبین کی آمد

حضرت مخدوم کے حضور میں نہ صرف برصغیر ہندپاکستان کے لوگ حاضر خدمت ہو کر رشد و ہدایت اور فیض و برکت حاصل کرتے تھے بلکہ بیرون ملک سے کثیر تعداد میں لوگ حصول تعلیم و تلقین کے لئے حاضر خدمت ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ شیراز کے حفاظ کی ایک جماعت حضرت مخدوم کی خانقاہ میں پہنچی اور ان حفاظ نے قرآن کریم کی پانچ آیتیں پڑھیں اور چند اشعار بھی پڑھے یاران مجلس کو رقت و بکا ہوا، مولانا تاج الدین نے نعرہ مارا اور گر پڑے، ہاتھ پاؤں مارنے لگے اور منہ سے کف نکلتا تھا، یاران مجلس نے ان کو پکڑ لیا، حضرت مخدوم نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور حفاظ کی تعریف کی اور فرمایا کہ کتب فتاویٰ میں ہے کہ امامت کے لئے خوش خواں کی بجائے درست خواں ہونا چاہئے اور پھر شربت کا گھڑا منگایا اور ایک پیالہ ہر ایک کو مرحمت فرمایا۔[۲]

---

[۱] الدر المنظوم ص ۳۱۵ [۲] الدر المنظوم ص ۶۴۵

فخر الدین ترمذی کے شرف بیعت اور حصول خرقہ کا واقعہ الدر المنظوم میں اس طرح تحریر ہے کہ وہ حضرت مخدوم کی خدمت میں پہنچے اور بہت روئے تھوڑی دیر کے بعد تسکین ہوئی، حضرت مخدوم نے نام و مقام اور مقصد آمد دریافت فرمایا، فخر الدین نے کہا کہ میں مجاورت کعبہ سے آیا ہوں اور میرا نام فخر الدین ہے، ترمذ میں پیدا ہوا ہوں حضرت مخدوم نے وہاں کے مشائخ کے متعلق پوچھا تو فخر الدین نے جواب دیا کہ حضرت مخدوم کے مرتبہ کا کوئی نہیں ہے، متغیل لوگ بہت ہیں، اس کے بعد فخر الدین مرید ہوئے، اور سو آدمیوں کے واسطے خرقہ طلب کیا کہ انھوں نے التماس کیا ہے، اس کے بعد حضرت مخدوم نے اپنے سر مبارک پر دستار باندھی اور وہی دستار فخر الدین کے سر پر باندھ دی اس کے بعد منشیوں سے فرمایا کہ بادشاہ کے نام ایک خط تحریر کرو کہ وہاں جو خانقاہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے نام سے بنائی گئی ہے اس کا انتظام فخر الدین ترمذی کو دیدیا جائے فخر الدین ترمذی کچھ مدت حاضر خدمت رہے۔[1]

گاذرون کے مشہور بزرگ حضرت شیخ المشائخ امین الدین کے پوتے جو بہت بڑے عالم اور واعظ تھے حضرت مخدوم کی زیارت کے لئے اوچ تشریف لائے جب معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم دہلی تشریف لے گئے ہیں تو دہلی حاضر خدمت ہوئے اور ملاقات کا شرف حاصل کیا۔[2]

ایک موقع پر شرفائے عراق حاضر خدمت ہوئے اور ایک قطعہ جلکے کا نذر کیا اور کہا کہ ہم لوگ حضرت مخدوم کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ہیں، حضرت نے ان کا اکرام کیا اور ان کے لئے شیرینی منگوائی اور یہ حدیث شریف پڑھی:۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۶۷ [2] ایضاً ص ۳۹، ۶۸۔

من زار حیا ولم یذق منہ شیئاً فکانما زار میتا۔ ... ...

یعنی جو شخص کہ کسی زندہ آدمی کی ملاقات کرے اور اس سے کوئی چیز نہ چکھے تو اس نے گویا کسی مردے کی زیارت کی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم کو دونوں ذوق حاصل ہو گئے، ذوق معنوی تو یہ ہے کہ تم نے عوارف کا سبق سنا اور ذوق صوری یہ حاصل ہوا کہ تم نے شیرینی کھائی اور پھر تبسم فرمایا۔[۱]

جب حضرت مخدوم دہلی میں مقیم تھے تو حدود بخارا سے شیخ زادہ معظم حضرت مخدوم کے پاس حاضر ہوئے، حضرت نے تعظیم و تکریم کی اور پوچھا کہ کس لئے آئے ہو، شیخ زادہ نے جواب دیا کہ حضرت مخدوم کی قدمبوسی اور تربیت کے لئے حاضر ہوا ہوں، حضرت نے مشورہ دیا کہ اول شیخ الاسلام کے پاس جاؤ مگر شیخ زادہ حضرت مخدوم کے حدود ہی میں اترے اور وہیں قیام کیا۔[۲] شیخ فخر الدین گازرونی گازرون سے آئے حضرت مخدوم کی خدمت میں ایک مدت تک رہے جب رخصت ہوئے تو حضرت نے فخر الدین گازرونی کو پانچسو تنکے سفر خرچ کے لئے دئے[۳]۔

پیروی شریعت و اتباع سنت

حضرت مخدوم اپنے دور کے ممتاز شیخ طریقت تھے، مریدین و طالبین کو تربیت فرماتے اور ہمیشہ شریعت کی پابندی مد نظر رہتی ہر بات میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا خیال رکھتے۔ مرآۃ الاسرار میں ہے[۴]۔

"در جمیع امور صوری و معنوی قدم بہ قدم حضرت رسالت پناہی صلی اللہ

---

[۱] الدر المنظوم ص ۵۳ ج ۶ [۲] ایضاً ص ۶۵۷ [۳] ایضاً ص ۶۸۱

[۴] بحوالہ بزم صوفیاء ص ۲۰۶

علیہ وسلم می رفت"۔

اس اتباع سنت کا نتیجہ تھا کہ حضرت مخدوم بارگاہ رسالت میں مقبول تھے خود حضرت مخدوم نے لکھا ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں بلاواسطہ سنیں۔[۱] حضرت مخدوم ہمیشہ مشروع کپڑوں کے متعلق استفسار فرمایا، شہزادہ مبارک کو غیر مشروع کپڑوں پر تنبیہہ فرمائی، سردیوں میں اتباع سنت کے خیال سے گرم گوش ٹوپی استعمال فرماتے۔[۲] دستار کی لمبائی گزوں میں ہمیشہ طاق عدد ہوتی جو کہ سنت ہے۔[۳]

بچوں کے نام رکھتے وقت حضرت مخدوم ہمیشہ ان ناموں کو ترجیح دیتے جن کا احادیث میں حکم آیا ہے۔[۴] ہمیشہ بچوں کو وہ دعائیں دیتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر بچوں کو دی ہیں، یا تین سالنوں میں نوش فرماتے کہ یہ سنت ہے۔[۵] اتباع سنت کے خیال سے حضرت مخدوم جنگل سے لکڑیاں خود چن کر لایا کرتے تھے۔[۶] حضرت مخدوم درویشوں کو نصیحت فرمایا کرتے کہ شریعت کا علم پڑھو، بدعت سے بچو اور سنت پر عمل کرو۔[۷]

جب حدیث کا درس دیتے تو حضرت مخدوم دوزانو بیٹھتے کیونکہ یہ بات آداب تدریس میں ہے۔[۸] حضرت مخدوم کے پاس فتوح بکثرت آتی تھی مگر رات تک کچھ باقی نہیں رہتا تھا یہاں تک کہ پانی بھی نہیں بچتا تھا، بارہا قرض لے کر کام چلایا گیا۔[۹]

حضرت مخدوم کا ارشاد ہے کہ ہر سالک کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا چاہیئے کہ اس سے قرب و محبت حاصل ہوگی قلندروں کی وضع کو بدعت و ضلالت بتایا

۱؎ الدر المنظوم ص ۳۷۰ ۲؎ ایضاً ص ۴۰۰ ۳؎ ایضاً ص ۳۰۰ ۴؎ ایضاً ص ۳۰۰ تا ۳۱۔ ۵؎ ایضاً ص ۲۹۰ ۶؎ ایضاً ص ۵۴۷ ۷؎ ایضاً ص ۶۵۹

۸؎ الدر المنظوم ص ۶۶۸ ۹؎ ایضاً ص ۶۸۰۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ـــــ حضرت مخدوم کی مجالس میں ہمیشہ درس حدیث جاری رہتا، صحاح ستہ، شکوٰۃ مصابیح اور مشارق الانوار کا باقاعدہ درس ہوتا، عوارف المعارف کے اسباق کی تشریح ہمیشہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کی جاتی نماز پنجگانہ، تہجد، اشراق، چاشت، روزہ، تراویح، سحری، شب قدر، طعام، غرض ان جملہ معاملات میں ہمیشہ اتباع سنت کا خیال رہتا۔

حضرت مخدوم کا ارشاد ہے کہ جو شخص گفتار و کردار و رفتار میں متبع سنت نہیں ہے وہ ولی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ سنت کی احتیاط ایسی کرنی چاہئے کہ موت کی حالت میں بھی سنت کے اتباع میں کمی نہ ہو[1]۔ حضرت مخدوم اتباع سنت پر ہمیشہ زور دیتے اور ان آیات واحادیث کا اکثر وعظ فرماتے، جن میں اتباع و فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے[2]۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ خانہ کعبہ کی راہ بہت دور ہے، بس جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت کرے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرے ایسی صورت میں وہ خدا کے مقربین میں سے ہو جاتا ہے اور جو نفس کے لئے زیارت کرتا ہے وہ خدا سے دور ہو جاتا ہے، اسی طرح جو ذکر کیا جائے وہ خدا کی دوستی کے لئے ہو نفس کے لئے نہ ہو۔

مجاہدہ کی تشریح کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجاہدہ، نفس کو لذائذ سے روکنا ہے، لذائذ میں کھانے، پینے، پہننے، سننے اور دیکھنے کی چیزیں اور عورتیں بھی شامل ہیں[3]۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۹۷ [2] ایضاً ص ۶۶۲ تا ۶۶۳۔

[3] الدر المنظوم ص ۴۳۹ تا ۴۴۰۔

ایک مرتبہ فرمایا ان تین طرح کے لوگوں سے محترز رہنا چاہئے

۱۔ جابر، جو حق سے غافل ہیں اور جبر و معصیت کرتے ہیں۔

۲۔ ایسے عالم، جو علم دنیا کے حصول کے واسطے پڑھتے ہیں۔

۳۔ کمبل پوش جاہل، جو دین کے چور مسلمانوں کے رہزن ہیں[1]۔

ایک موقعہ پر کسی مرید نے حضرت مخدوم کو قطب عالم، شیخ الشیوخ اور سید السادات کہا تو آپ نے اس کو منع کیا اور کہا کہ گدائے عالم کہو[2]۔

ایک شخص حج کو گیا واپس آنے کے بعد تعریف کی اور شہرت دی تو حضرت مخدوم نے فرمایا کہ عبادت کا اخفاء بہتر ہے[3]۔

ایک موقع پر فرمایا جس وقت قرآن کی ایک سورت پڑھو تو اعوذ اور بسم اللہ پہلے پڑھو[4] جب قرآن کریم یا تفسیر کا مطالعہ کرو تو تعظیم کرو یہ نہیں کہ جب ذکر یا عبادت سے تھک گئے تو اس وقت قرآن کریم کی تلاوت کرنی شروع کر دی، یہ تو ایسا ہوا جیسے کوئی سیر و تفریح کو جائے[5]۔

فرمایا عالم بغیر عمل کے جاہل ہے اور جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ شیطان کا مسخرہ ہے[6]۔

ایک مرتبہ مخدوم نے فرمایا[7]:۔

علی الدوام باید کہ نفس خود را نصیحت گر باشد تا سعادت ہر دو جہاں یابد درست	(سالک کو) چاہئے کہ ہمیشہ اپنے نفس کو نصیحت کرتا ہے دونوں جہاں کی نیک بختی حاصل ہو

---

[1] الدر المنظوم ص ۳۴۷ ـ ۳۴۸ [2] ایضاً ص ۴۵۳ [3] ایضاً ص ۴۷۲ [4] ایضاً ص ۵۰۵

[5] ایضاً ص ۵۲۱ [6] ایضاً ص ۵۳۵ [7] مقررنامہ (مکتوبات مخدوم جہانیاں جہاں گشت) (قلمی) مرتبہ تاج الدین احمد بن معین سیاہ پوش نمبر ۱۶ مخزونہ سبحان اللہ کلکشن، مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ۔

پیغمبر علیہ السلام متابعت کند تا سعادت و کرامت سرمدی یابد کما قال النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) من خالف سنتی فھو کافر۔

پیغمبر علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرے تاکہ سرمدی سعادت و کرامت حاصل ہو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے میری سنت کی مخالفت کی پس وہ کافر ہوا۔

سماع

حضرت مخدوم سماع کے متعلق سخت احتیاط فرماتے تھے اور مشروط طور پر اس کی اجازت دیتے تھے ایک مرتبہ چند قوال مخدوم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور کچھ اشعار پڑھے جب تالیاں بجانی چاہیں تو حضرت مخدوم نے منع کر دیا اور فرمایا کہ چاروں (فقہی) مذاہب میں منع ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ سماع میں اختلاف ہے اس شخص کے لئے مباح ہے جو اس کی اہلیت رکھتا ہو۔ السماع لاھلہٖ مباح۔[1]

ایک مجلس میں حضرت مخدوم پہنچے وہاں کچھ قوال گا رہے تھے۔ حضرت مخدوم نے درج ذیل اشعار پڑھنے کے لئے کہا[2]

بنمائے لقائے خود بمہجور ؎ مشتاق توام نہ طالب حور
من عاشق دید تستم نہ فردوس ؎ من تشنہ ساقیم نہ کافور
شیدائے تو ہر کجا کہ عاقل ؎ رسوائے تو ہر کجا کہ مستور
گر یکشی بکش بیکبار ؎ تا چند ز خویش داریم دور

ایک موقعہ پر ایک عزیز نے پوچھا کہ سماع کس سبب سے منع ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو مروی ہے کہ آپ نے دو بیتیں رباعی کی سنی ہیں، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ یہ روایت

[1] الدر المنظوم ص ۷۹۸

[2] ایضاً ص ۳۰

صحیح نہیں ہے، غیر صحیح ہے بطریق احتمال اور احتمال کا ترک کرنا واجب ہے اور فرمایا ہاتھ پر ہاتھ نہیں مارا ہے۔[1]

حضرت مخدوم کے حضور میں ایک شخص گانے بجانے لگا تو فرمایا کہ منع کرو درست نہیں ہے، جس وقت گانے والے پہنچے تو ان کو بھی منع کر دیا، جب وہ گانے لگے تو ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔[2]

ایک عزیز کے سوال کے جواب میں حضرت مخدوم نے فرمایا کہ مزامیر کا بجانا اور اس کا سننا گناہ ہے اور طبل کا بجانا بھی گناہ ہے، مگر لڑائی اور قافلہ میں اجازت ہے، اسی طرح دف کا بجانا بھی روا نہیں ہے، مگر نکاح کے وقت دف بجانا درست ہے، البتہ قضاۃ، ائمہ اور صاحب اخبار حضرات کے حق میں یہ بھی منع ہے۔[3]

شریعت و طریقت

حضرت مخدوم شریعت و طریقت کو کبھی جداگانہ حلقوں میں تقسیم نہیں کرتے تھے، طریقت عین شریعت ہے بغیر شریعت کی پابندی کے طریقت کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ طریقت سالک کے واسطے ایک سیدھی راہ ہے، شریعت سے نکالی گئی ہے، جیسے کسی چیز کا مغز و خلاصہ کھینچ لیتے ہیں، مثلاً گیہوں سے میدہ نکالتے ہیں کہ میدہ کی اصل وہی گیہوں ہے، شریعت توحید و معاملات کا بیان ہے اور طریقت معاملات کی تحقیق کا طلب کرنا ہے طریقت اعضاء باطن یعنی صفائی ضمیر و تہذیب اخلاق کے ساتھ اعمال ظاہر کا آراستہ کرنا ہے۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۷۶ [2] ایضاً ص ۱۲۲

[3] ایضاً ص ۲۹۵۔

سالک کو ان چوبیں باتوں یعنی رغبت دنیا، ہوا، ریا، جفا، شرک خفی، حسد، غسل غش، غضب، بغض، کینہ، خصومت، تکبر، عجب، حرص، رغبت، طمع، منزلت، ریاست، شوکت، جاہ، قبول اور تمنا سے علیحدہ رہنا چاہئے، ایک دوسرے مقام پر حضرت مخدوم فرماتے ہیں کپڑے کو نجاست سے اور بدن کو معصیت سے محفوظ رکھنا شریعت اور دل کو کدورت بشریت سے محفوظ رکھنا طریقت اور فراخدلی سے دل کو محفوظ رکھنا حقیقت ہے، منہ قبلہ کی طرف لانا شریعت اور حق کی طرف رکھنا طریقت اور اس میں ملازم رہنا حقیقت ہے[1]۔

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا علم موروث اولیاء کرام کو نہیں پہنچتا ہے جب تک کہ نہیں فقہ و اصول فقہ و علم کلام کا علم نہ ہو علم طریقت در حقیقت علم شریعت پر موقوف ہے جب تک کہ شریعت کو خوب نہ جانئے گا تب تک طریقت و حقیقت کو کہ مرتبہ میں اس سے بڑھی ہوئی ہیں کیا جانے گا، جب علم شریعت جان لیا تو انبیاء علیہم السلام کی اتباع و پیروی کرنے کہ علم موروث پہنچے گا[2]۔

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ علم کے تین اقسام ہیں علم اقوال یہ شریعت ہے علم افعال یہ طریقت ہے، علم احوال یہ حقیقت ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شریعت میرے اقوال ہیں، طریقت میرے افعال ہیں اور حقیقت میرے احوال ہیں[3]۔

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ طریقت شریعت سے مستخرج ہے، جیسے کہ دودھ سے خالص گھی نکلتا ہے، جب تک دودھ نہ ہو گا گھی کیونکر ہو گا، شریعت میں رخصت وحیلہ

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۲۴
[2] ایضاً ص ۵۶۸
[3] ایضاً ص ۵۷۶ تا ۵۷۷۔

رہا ہے اور طریقت میں حیلہ اور رخصت روا نہیں ہے، اصحاب شریعت کو ابرار اور ارباب طریقت کو مقربین کہتے ہیں۔[1]

شیخ کامل حضرت مخدوم نے شیخ طریقت کے لئے تین چیزیں ضروری قرار دی ہیں ایک تو یہ کہ وہ تینوں علوم کا عالم ہو، علم شریعت، علم طریقت اور علم حقیقت دوسرے یہ کہ اس کے زمانہ کے بعض علماء اس سے تعلق کریں تیسرے یہ کہ وہ (اخلاق فاضلہ کو زندہ کرے اور نفس کو) مارے۔

ایک مرتبہ قسم کھا کر حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جاہل ہرگز شیخ نہیں ہوتا مگر وہ دین کا چور اور مسلمان کا رہزن ہوتا ہے۔[2]

مرید کو پیر کا متبع ہونا چاہئے کیونکہ شیخ کامل غیر مشروع کام ہرگز نہ کرے گا جس میں شریعت، طریقت اور حقیقت نہ ہو وہ ہرگز مقام مشائخ کو نہ پہنچے گا اس لئے کہ یہ مقام[3] ارشاد کا ہے جب تک خود نہ جانیں گے، دوسرے کو کب بتا سکیں گے، اگر کوئی صالح شخص ہو اور اس میں یہ تینوں علوم موجود ہوں تو اس کو ولی نہ کہیں گے۔

صالحین کے دس شرائط ہیں:- (۱) روزہ رکھنا (۲) رات کو قیام کرنا (۳) موت کا یاد کرنا (۴) جنازہ کے ساتھ جانا (۵) قبرستان جانے کو لازم کرنا (۶) یتیموں کی سرپرستی کرنا (۷) بیماروں کی عیادت کرنا (۸) صدقہ دینا، سخاوت کرنا (۹) محبت اہل خیر کی۔ (۱۰) ذکر کرنا۔ جو شیخ کہ جاہل ہو اور علم شریعت سے عاجز ہو وہ طریقت وحقیقت کو کیا جانے گا۔ ایسے شیخ سے تعلق کریں کہ علمائے زمانہ اس کے مرید و معتقد ہوں، یہ بڑا پر خطر

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۲۶
[2] الدر المنظوم ص ۳۱۱
[3] ایضاً ص ۲۴۰، ۳۲۰
[4] ایضاً ص ۲۵۷

راستہ ہے، اس میں بہت سے لوگ ہلاک ہوگئے ہیں، مشائخ پیغمبر کے نائب ہیں۔

تصوف کے تین مرتبے ہیں، جب تک تینوں مجتمع نہ ہوں تصوف کامل نہ ہو:-

(۱) علم شریعت، علم طریقت اور علم حقیقت (۲) واسطہ (۳) موہبت من اللہ[۱] حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ شیخ کی شرطیہ ہے کہ تینوں علوم شریعت، طریقت اور حقیقت کا عالم ہو، تفسیر، فقہ، اور احادیث کا عالم ہو اس کے اسناد سماع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہوں، ہر عالم شیخ نہیں ہوتا ہے، شیخ وہ شخص ہے جو کہ سالک طریقت ہو اور اس نے راہ سلوک میں محمود و مذموم کو دیکھا ہو[۲]۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ خلوت اختیار کرنا مسنون فعل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حرا میں خلوت فرمائی ہے، سالک اگر خلوت اختیار کرے تو اس کو ثمرہ ولایت ملتا ہے[۳]۔

ایک موقع پر فرمایا کہ دین ایک ہے اور ایمان ایک ہے اور پیغمبر ایک ہے تو شیخ بھی ایک ہی ہونا چاہئے اور دوسرے مشائخ سے اعتقاد رکھے اور اپنے شیخ کو بحسن اعتقاد بہتر جانے[۴]

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ[۵]

پیر را باید کہ در مرید بہ نظر شفقت ببیند و بصدق دست او گیرد تا ہر فعلے کہ ازو ظاہر گردد موافق و متابع شریعت باشد	پیر کو چاہئے کہ مرید پر شفقت کی نظر رکھے اور سچائی کے ساتھ اس کی مدد کرے اور جو کوئی فعل اس (مرید) سے صادر ہووے وہ شریعت کے متابع اور موافق ہونا چاہئے۔

---

[۱] الدر المنظوم ص ۳۴۴ [۲] ایضاً ص ۷۰۳ [۳] الدر المنظوم ص ۵۷۴، ۶۸۹

[۴] ایضاً ص ۵۷۵ [۵] مقر رنامہ (قلمی) ص نمبر ۲۷۔

سالک حضرت مخدوم سالک کے متعلق فرماتے ہیں کہ سالک کو چاہئے گوشت کم کھائے یعنی ہفتے میں ایک بار کھائے اور ریاضت کرنی چاہئے، نفس بد کو راہ پر لائے، ریاضت کے چند شرائط یہ ہیں کم بات کرنا، کم کھانا، کم سونا، لوگوں سے کم ملنا، سالک کو چاہئے کہ ایسی غذا کھائے کہ تھوڑا کھانے سے سیری ہو جائے اور بار بار رفع حاجت کی ضرورت نہ ہو اور اسی طرح کم پانی پینا چاہئے۔[1]

سالک کو چاہئے کہ اللہ کی امانت کو نگاہ رکھے آنکھ کی امانت یہ ہے کہ صرف دیکھنے کے لائق چیز کو دیکھے، ہاتھ کی امانت یہ ہے کہ صرف لینے کے لائق چیز کو لے، ناک کی امانت یہ ہے کہ صرف سونگھنے کے لائق چیز کو سونگھے، منہ کی امانت یہ ہے کہ صرف کھانے کے لائق چیز کو کھائے اور امانت دل کی یہ ہے کہ اپنے دل میں حق تعالےٰ کو جگہ دے اور غیر حق سے پرہیز کرے۔[2]

سالک کو واجب ہے کہ حلال کھائے اور حلال پہنے کیونکہ اگر ایک دانہ حرام کا یا ایک تار حرام کا ہوگا تو سلوک درست نہ ہوگا۔[3] سالک جب کھانا کھائے تو چھوٹا لقمہ اٹھائے اور جلد جلد کھائے، پانی آہستہ آہستہ پئے سالک کو اول علم حاصل کرنا چاہئے۔

مشائخ عجم کا یہ طریقہ ہے کہ جس وقت کوئی طالب آتا ہے اور اگر وہ عالم ہے تو مشائخ کبار اس کو خانقاہ میں حجرہ دیتے ہیں اور شغل کی اجازت دیتے ہیں اور اگر علم نہیں رکھتا ہے تو اول اس کو تحصیل علم کے لئے مدرسہ میں بھیج دیتے ہیں، جب وہ علم حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس کو مشغول کرتے ہیں۔[4]

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۱۸، ۵۱۹ — [2] ایضاً ص ۵۲۰

[3] ایضاً ص ۸۲۶ — [4] ایضاً ص ۵۴۱

سالک کو واجب ہے کہ جو کچھ کرے خدا کے واسطے کرے اگر کھانا کھائے تو خدا کی عبادت کی نیت کرے، یہانتک فرمایا کہ اگر پاخانہ میں جائے تو نیت کرے کہ جلد فارغ ہو جائے[۱] جس وقت سالک کا مقصد حل ہو جاتا ہے تو انوار اس کے باطن میں وارد ہوتے ہیں[۲] سالک کو عالی ہمت ہونا چاہئے مکاشفات کی طرف نظر نہ کرے اس کا مطلوب مقصود تو حق تعالیٰ ہوتا ہے[۳] جب تک سالک کا دل دنیا و عقبیٰ کی آلودگی بلکہ ماسوائے اللہ سے پاک نہ ہوگا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل نہ ہوگی اور فرمایا[۴]:۔

قلب المومن حرم اللہ تعالیٰ فحرام علی احرم اللہ تعالیٰ ان یلج فیہ غیر اللہ	مومن کا دل تو اللہ تعالیٰ کا حرم ہے۔ پس خدا کے حرم پر حرام ہے کہ اس میں غیر خدا داخل ہو۔

اور یہ آیت شریف پڑھی:۔

قد افلح من زکاھا وقد خاب من دساھا۔

ایک موقعہ پر سلوک کے بیان میں فرمایا کہ اول مبتدی سے خلوت کرائیں سنت اور فرض کی بجاآوری کے بعد ذکر کرایا جائے، یہاں تک کہ سامنے ظلماتی حجاب دور ہو جائیں پھر نورانی حجاب آئے گا، اس حجاب کے بعد آگے وصال ہے۔[۵]

سالک کو خلوت میں کلمہ لاالٰہ الا اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہئے اس سے ترقی ہوتی ہے[۶] سالک کو اس بات پر غرور نہیں کرنا چاہئے کہ اس کی طرف رجوع خلق زیادہ ہے سالک کے پاس جو کچھ آئے اس کو خرچ کر ڈالنا چاہئے۔ سالک کو ہر حال میں ادب ملحوظ رکھنا

---

[۱] الدر المنظوم ص ۶۷ ۔ [۲] ایضاً ۸۲۶ [۳] ایضاً ص ۶۶

[۴] الدر المنظوم ص ۹۶۲ [۵] ایضاً ص ۵۹۱ [۶] ایضاً ص ۵۹۸۔

چاہئے[1] جب سالک بے ادبی کرتا ہے تو قبض ہو جاتا ہے۔ سالک کو کبھی بے وضو نہیں رہنا چاہئے سالک کو کم کھانا چاہئے اور اکثر روزہ دار رہنا چاہئے۔[2] سالک کو عالی ہمت ہونا چاہئے مکاشفات کی طرف نظر نہیں کرنا چاہئے، اس کا مطلوب و مقصود حق تعالیٰ ہونا چاہئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالی ہمتوں کو دوست رکھتا ہے

سالک کو یہ دس باتیں ضروری ہیں:۔

۱۔ نفل پڑھ کر اللہ سے دوستی کرے

۲۔ تدبیر و تفکر کرنا چاہئے پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرے پھر خلق کو نصیحت کرے۔

۳۔ قرآن شریف کی تلاوت کثرت سے کرے۔

۴۔ قرآن کریم کے اوامر و نواہی کی رعایت کرے۔

۵۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ سے شرم کرے کہ وہ بندے کو ہر وقت دیکھتا ہے۔

۷۔ جو کچھ ملے اس کو خرچ کرے۔

۸۔ وصول رب کی کوشش کرے۔

۹۔ تھوڑے سے پر راضی رہے۔

۱۰۔ قناعت اختیار کرے۔[3]

درویش کو علم سے بہرہ ور ہونا چاہئے۔[4] مخدوم فرماتے ہیں:۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۶۱۷۔ ۶۱۹

[2] ایضاً ص ۶۶۰

[3] ایضاً ص ۶۶۵

[4] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۲۰ ل

درویشے کہ علم ندارد باید کہ در صحبت پیر خود یا صحبت دانش مند صالح باشد تا از راہ بے راہ نشود۔

جو درویش بے علم ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پیر کی صحبت میں یا کسی صالح دانش مند کی صحبت میں رہے تاکہ راہ سے بے راہ نہ ہو۔

.. ..

ایک موقعہ پر مخدوم نے فرمایا[1]:۔

یکے از علامت قیامت آں است کہ علماً فاسق گردند و صوفیاء جاہل باشند۔

قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ علماء فاسق ہوں گے اور صوفی جاہل ہوں گے

مخدوم نے فرمایا کہ صحابہ کرام حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت کی حاجت نہ تھی وہ تو صحبت مبارک نبوی کے ملازم و مصاحب رہے ہیں اور وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جو کہ خلوت اختیار کرتے ہیں، یہانتک کہ اس خطاب سے مشرف ہوئے۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم وان ابیتم غویتم

میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں تم نے ان میں سے جس کسی کا اقتداء کیا راہ پالی اور اگر انکار کرو گے اور ان کی مخالفت اختیار کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

.. ..

.. ..

صحابہ کی ستاروں کی طرف نسبت کی گئی اس لئے کہ قافلہ شب کے چلنے والے ستاروں سے راہ کی سمت پاتے ہیں اور دریا میں بادبان باندھتے ہیں، اسی طرح امت کے لوگ دنیا کی تاریکی میں جو کہ رات کے مشابہ ہے عاجز رہتے ہیں، اگر ان دین کے ستاروں سے راستہ لیں گے تو کبھی بے راہ نہ ہوں گے[2]۔

---

[1] خزانہ جلالی ورق ۳۴۴

[2] الدر المنظوم ص ۵۹۴

سلوک بعض لوگ جب سلوک میں پہنچتے ہیں تو سنن و فرائض کے ساتھ کفایت کرتے ہیں اور نوافل و مستحبات کا ترک اختیار کرتے ہیں، یہ نقصان ہے کمال یہ ہے کہ جتنی قربت زیادہ ہو اتنی ہی طاعت و عبادت بھی زیادہ ہونی چاہئے[1]۔

سالک کو چاہئے کہ کتاب و سنت پر عمل کرے اور ادب کی محافظت کو نگاہ رکھے کیونکہ بے ادب کسی مقام کو حاصل نہیں کر سکتا۔

حضرت مخدوم نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ کسی شہر میں ایک درویش بہت مشہور تھا، شیخ بایزید بسطامی مع اپنے دوستوں کے اس کی ملاقات کو گئے، وہ درویش کسی غرض سے گھر سے باہر گیا۔ اس نے کعبہ مکرمہ کی جانب تھوک دیا، امام بسطامی اسی وقت مع دوستوں کے واپس ہو گئے اور اس سے ملاقات نہ کی، دوستوں نے پوچھا کہ آپ نے اس کی زیارت کا قصد فرمایا اور اس سے ملاقات نہ کی جواب دیا کہ میں نے اس سے سنت کی مخالفت دیکھی پوچھا کہ وہ کیا مخالفت تھی؟ فرمایا کہ اس نے کعبہ کی طرف تھوکا اگر وہ ولی ہوتا تو ہرگز سنت کی مخالفت نہ کرتا، آدمی ولی نہیں ہوتا ہے جب تک کہ گفتار، کردار اور رفتار میں اپنے نبی کا پیرو نہ ہو[2]۔

حضرت مخدوم فرماتے ہیں[3]

علم و طاعتے امروز از معاصی ترا باز ندارد	جو علم یا طاعت آج تجھے گناہوں سے
و در طاعت و عبادت و در مجاہدہ و در	باز نہیں رکھتی اور طاعت، عبادت، مجاہدہ
خیرات نیاورد، موافق شرع ترا کار نفرماید	اور نیکیاں شرع کے موافق نہیں ہیں تو یقین

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۹۵ [2] ایضاً ۵۹۶

[3] مقرنامہ (قلمی) نمبر ۱۱

یقین و تحقیق بداں کہ ایں چنیں علمے و طاعتے و عبادتے ترا ہیچ از عذاب فردائے قیامت باز ندارد۔

رکھ کہ ایسا علم اور ایسی طاعت تجھے کل قیامت کے روز عذاب سے باز نہ رکھ سکیں گے

ایک موقع پر حضرت مخدوم نے فرمایا[1]

باید کہ پیوستہ از صحبت ملوک و اغنیاء اجتناب نماید تا ثمرہ سالکان از خدائے عزوجل یابد ہر عالم و درویشے کہ مبتلا بہ نفس و ہوا باشد او از جملہ معانی حقائق محجوب ماند۔

سالک کو چاہئے کہ ہمیشہ ملوک و اغنیاء سے دور رہے تا خدا کے تعالیٰ سے اسے سالکوں کا پھل ملے، جو عالم اور درویش نفس و خواہشات میں مبتلا ہوتا ہے تو حقیقت کے رموز و اسرار سے وہ دور رہتا ہے۔

سالک کو چار چیزوں کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی ہے، ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہئے مقرنامہ میں تحریر ہے[2]:-

اول آنکہ دروغ نگوید دوم غیبت نگوید در ملاء و خلاء سوم ہیچ مخلوقے را نیازارد چہارم در ہمہ چیزہا امین گردد۔

.. ..

اول جھوٹ نہ بولے دوسرے غیبت ظاہری پوشیدہ طور سے نہ کرے تیسرے مخلوق کو آزار نہ پہنچائے چوتھے ہر معاملہ میں امانت کو نگاہ رکھے۔

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ سلوک کی چار منزلیں ہیں، پہلی منزل ناسوت ہے دوسری منزل ملکوت ہے، تیسری منزل جبروت ہے اور چوتھی منزل لاہوت ہے ناسوت حیوانات کا عالم ہے، ملکوت فرشتوں کا عالم ہے جبروت روح کا عالم ہے، لاہوت بے نشان

[1] مقرنامہ ۱۶-۱۸؛ [2] ایضاً نمبر ۲۱

عالم یعنی لامکان ہے[۱]، ناسوت نفس کی صفت ہے اور ذمیمہ ہے جس وقت یہ صفت محو ہو جاتی ہے تو سالک ملکوت کی منزل میں پہنچتا ہے، جب سالک اس عالم سے گزرجاتا ہے تو عالم جبروت میں پہنچتا ہے اور یہ خاص روح کی صفت ہے اور ذات الٰہی سے قریب ہے آخری منزل لاہوت ہے[۲]۔

صفات مرید | حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہئے کہ ایک شیخ کا مرید ہو ورنہ اصلاح نہ ہو گی[۳]۔ خرقہ تصوف خرقۂ صحبت ہے اور اس کو خرقۂ ارادت بھی کہتے ہیں، سارے صحابۂ کرام نے صحبت کا خرقہ پہنا ہے اور وہ خرقۂ ارادت ہے ارادت طلب خدا کو کہتے ہیں اور شیخ کی سب سے کم صحبت ایک چلہ ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، پہلے زمانہ کے مشائخ کے اسی یا سو مرید ہوتے تھے اب ہزار ہوتے ہیں اور صحبت ایک بھی نہیں کرتا ہے۔ پس مرید کو شیخ کی صحبت میں کچھ دنوں رہنا چاہئے[۴]۔ مرید شیخ کے افعال کی پیروی کرے اگر یہ دولت میسر نہ آوے تو جو اوراد کہ پیر سے مروی ہیں ان ہی پر عمل کرے اگرچہ وہ تھوڑا ہو خود کوئی چیز اختیار نہ کرے[۵]۔ مرید کو چاہئے کہ ایسا پیر طلب کرے جو پختہ، مشفق، کاردیدہ اور آفات راہ کا پہچانا ہوا ہو اور اس کی صحبت میں رہے مرید کے لئے شیخ مثل بدرقہ کے ہے کہ رہبری کرتا ہے اور مرید کو شیخ کی صحبت میں رہنا چاہئے اور شیخ سے کامل ارادت ہونی چاہئے، اور ارادت طریقت میں ایسی ہی ہے جیسے عبادات میں نیت ہوتی ہے[۶]۔ طالب کو عالی ہمت ہونا چاہئے، مرید کو شیخ کی پیروی کرنی واجب ہے[۷]

۱۔ الدر المنظوم ص ۲۸۶ ۲۔ ایضاً ص ۱۸۷
۳۔ الدر المنظوم ص ۲۸۵ ۴۔ ایضاً ص ۳۲۸ ۵۔ ایضاً ص ۴۱۵
۶۔ ایضاً ص ۲۷۰ ۷۔ ایضاً ص ۹۴

طالب کو شریعت کا پورا پورا اتباع کرنا چاہئے اس کے بعد اس کو طریقت کا راستہ ملے گا اور جب طریقت سے عہدہ برآ ہو جائے گا تو حقیقت کی منزل کو پہنچے گا۔[۱] طالب کو غرور نہیں کرنا چاہئے۔[۲] طالب ہمیشہ گناہوں سے احتراز کرے حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ مرید مصاحب کو کہتے ہیں، اگر شیخ کی مصاحبت کا موقع نہ ملا ہو تو اس کے متعلق کہتے ہیں[۳]

سرزمین ہند پاکستان حضرت مخدوم نے ایک روز دوران گفتگو میں فرمایا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعد (ہند پاکستان) کی زمین عظمت والی ہے جیسا کہ کتاب[۴] میں ہے۔[۵]

اول ارض مسها قدم النبی آدم	پہلے جس زمین نے حضرت آدم علیہ السلام
ھی الھند و ادراک الخضر علیہ السلام	کا قدم چھوا وہ یہی ہند پاکستان کی زمین تھی
فی الھند کثیر و کثیر الابدال	اور خضر علیہ السلام کو ہند پاکستان میں
فی الھند والحجر الاسود محاذی	بہت پاتے ہیں اور ہند پاکستان میں ابدال
الھند وھو افضل ارکان الکعبہ	زیادہ آئے ہیں اور حجر اسود مقابل ہند پاکستان
.. ..	کے ہے جو ارکان کعبہ میں سب سے افضل ہے

دہلی کے قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام سے بھی اسی گفتگو کو دہرایا تو انہوں نے کہا کہ آپ ہندوستان (ہند پاکستان) کو کیوں فضیلت دیتے ہیں، آپ اور میں تو یہاں کے نہیں ہیں، مخدوم نے فرمایا کہ میں نے حجاز و عرب میں ایسا ہی سنا ہے میں اپنی طرف سے نہیں

---

[۱] الدر المنظوم ص ۲۷۰ [۲] ایضاً ص ۹۴ [۳] ایضاً ص ۲۰۵

[۴] ملفوظات میں کتاب کا نام نہیں دیا ہے۔ [۵] الدر المنظوم ص ۹

کہتا ہوں۔[۱]

عمل کے بغیر نسب بیکار ہے

حضرت مخدوم مسلم معاشرہ کی یگانگی اور یک جہتی کا بڑا خیال رکھتے تھے، نسل و نسب کے ظاہری دعویٰ کو مناسب نہیں سمجھتے تھے ہر وقت ان کے سامنے قرآنی حکم ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم رہتا تھا۔ حضرت مخدوم نے اپنے ملفوظات میں اکثر جگہ واضح طور سے لکھا ہے کہ بغیر عمل کے نسب بیکار ہے اور نسب پر اترانا نہیں چاہئے۔

ایک روز حضرت مخدوم کی خدمت میں ان کے پوتے حامد بن محمود قرآن شریف پڑھ رہے تھے اور قصہ نوح علیہ السلام کی آیت کا سبق تھا حضرت نے اس آیت کے معنی اور تفسیر بیان فرمائی کہ کس طرح نوح علیہ السلام کا سرکش بیٹا کنعان غرق ہوا اور اس کو اس کے نسب نے کچھ فائدہ نہ دیا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم۔	جس وقت صور پھونکا جائے گا تو نسب بیکار ہو جائیں گے۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :- من ابطا بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ۔	جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا تو نسب اس کا رہائی نہ دے گا۔

... ...

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ آل اصل میں اہل تھا تصغیر اس کی اہیل آتی ہے یہ اس کی اصل پر دلیل ہے۔[۲]

---

[۱] الدر المنظوم ص ۸۴۶

[۲] الدر المنظوم ص ۴۹۴-۴۹۵

ایک مرتبہ عوارف المعارف کے سبق کے دوران میں یہ حدیث آئی۔

قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ترکت بعدی الکتاب وعترتی	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد کتاب اور اپنی سنت چھوڑی ہے۔

حضرت مخدوم نے فرمایا کہ کتاب سے قرآن کریم مراد ہے اور عترت سے سنت (احادیث) مراد ہے اور احادیث اس لئے کہ کتاب اللہ کے بعد احادیث کا درجہ ہے۔ عبدالرحمٰن ظفاری اور خواجہ محمد ظفاری نے عرض کیا کہ والعترۃ الاولاد" کہ عترت کے معنی تو اولاد کے ہیں مخدوم نے فرمایا کہ میں نے اپنے مشائخ سے اسی طرح سنا ہے[1]۔

ایک روز ایک شخص حضرت مخدوم کی خدمت میں آیا اور کپڑا طلب کیا اس وقت کپڑا موجود نہ تھا، انھوں نے لحاف منگوایا اور اسے ادھیڑ کر کپڑا اس شخص کو دیدیا اور کہا کہ روئی بیچ کر خانقاہ کے خرچ میں کرلی جائے، جس پر خادم نے کہا کہ حضرت مخدوم کو کس قدر شفقت ہے اور یہ آیت پڑھی ومارسلنٰک الا رحمۃ العالمین حضرت مخدوم نماز نفل شروع کرچکے تھے، نماز توڑ دی اور فرمایا کہ یہ آیت خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے ان ہی کو خطاب ہے، آپ کی اولاد اس میں داخل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے "ومارسلنٰک واولادک" کا نہیں فرمایا اور اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حسن بصری، زین العابدین بن حسینؓ کے پاس گئے، حضرت زین العابدین خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے گریہ جاری تھا، یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہوکر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو حسن بصری نے عرض کیا کہ رسول اللہ کے فرزند آپ کیوں روتے ہیں آپ کے اور

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۵۵

آپ کے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آپ کے والد حسین بن علی رضؓ ہیں، زین العابدینؒ نے جواب دیا کہ اے حسن! کیا تو قرآن کو بھول گیا اور یہ آیت پڑھی۔ فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم۔ یہ حسن بصری خاموش ہو گئے، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ہمیں زین العابدینؒ کی متابعت کرنی چاہئے۔[1]

فضیلت صحابہ حضرت مخدوم صحابہ کرامؓ کی محبت سے سرشار تھے، صحابہ کرام کے تواتر و تعامل پر خاص نظر رکھتے تھے، تراویح میں قرآن کریم رمضان کی ستائیسویں شب کو ختم کرتے تھے کیونکہ صحابہ کرام کا معمول تھا۔[2] مخدوم کا ارشاد ہے کہ صحابہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ ہیں اس لئے ہمیں ان کی اتباع کرنی چاہئے۔[3]

خزانہ جلالی کا چودھواں باب فضیلت صحابہ اور اہل بیت میں قلم بند کیا گیا ہے حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ عشرۂ مبشرہ اہل جنت سے ہیں، انہوں نے درخت کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور آنحضرت نے ان کو جنت کی بشارت دی اور وہ یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ	۲۔ حضرت عمر فاروقؓ
۳۔ حضرت عثمان غنیؓ	۴۔ حضرت علی مرتضیٰؓ
۵۔ حضرت طلحہؓ	۶۔ حضرت زبیرؓ
۷۔ حضرت سعدؓ	۸۔ حضرت سعیدؓ

۱؎ الدر المنظوم ص ۲۸۷ - ۲۸۸ ۲؎ الدر المنظوم ص ۲۸۳، ۲۷۹

۳؎ ایضاً ص ۲۸۳

۹۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ　　　۱۰۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ

اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا انکار نہیں کرنا چاہیئے[۱]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین انسان حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں، پھر حضرت عمر فاروقؓ پھر حضرت عثمان غنیؓ اور پھر حضرت علی مرتضیٰؓ۔ صحابہ کرام کا ذکر عیب وطعن سے نہیں کرنا چاہیئے ان کو بھلائی سے یاد کرنا چاہیئے[۲]

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کسی کا تم اقتدار کرو گے راہ پاؤ گے اور اگر انکار کرو گے تو گمراہ ہو گے۔	اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم وان ابیتم غویتم

احادیث میں صحابہ کرام کے بہت فضائل ہیں ....

....

اور ہم سارے اصحاب کو درست رکھتے ہیں، ہم کسی صحابی سے بیزار نہیں ہیں اور ان کی متابعت و پیروی کرتے ہیں[۳]

حضرت مخدوم نے عقائد نسفی کے سبق کے دوران میں فرمایا کہ "صدیق" فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے اشتقاق کی دو وجوہ بیان کی گئی ہیں، پہلی یہ کہ خدا کی یاد کثرت محبت وصدق سے کی جائے اور دوسری وجہ کثرت تصدیق بیان کی جاتی ہے اس کے بعد

---

[۱] و [۲] الدر المنظوم ص ۲۲۰　　[۳] ایضاً ص ۶۳-۶۴، ۵۹۴

فرمایا کہ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں یہ دونوں وجہیں موجود تھیں کثرت محبت بھی تھی اور کثرت تصدیق بھی حضرت ابو بکر جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے اس کا انکار نہ کرتے تھے، اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور ابو بکر دو گھوڑوں کے مشابہ ہیں کہ وہ دوڑیں اگر وہ آگے بڑھ جاتے تو میں ان پر ایمان لاتا لیکن میں آگے بڑھ گیا پس وہ مجھ پر ایمان لائے[1]

دہلی کے قیام دوران میں شیخ الاسلام نے حضرت مخدوم سے دریافت کیا کہ وہ چار عورتیں جو ساری عورتوں سے بہتر ہیں کونسی ہیں۔ حضرت نے فرمایا:۔

۱۔ حضرت حوا ۲۔ حضرت مریم ۳۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

۴۔ حضرت فاطمہ۔ شیخ الاسلام نے قصیدۂ لامیہ کا یہ شعر پڑھا ؎

ولِلصدیقۃ الرجحان فاسمع

علی الزهراء فی بعض الخلال

اور پوچھا کہ حضرت عائشہؓ کو حضرت فاطمہؓ پر کیوں فضیلت ہے تو مخدوم نے فرمایا کہ حضرت عائشہ کو حضرت فاطمہ پر علم و اجتہاد کی بناء پر فضیلت ہے، حضرت عائشہ نے چند مسائل میں اجتہاد فرمایا ہے[2]۔

حضرت مخدوم سے منسوب سفرنامے میں ایک واقعہ درج ہے کہ حضرت کسی شہر میں تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں تو حضرت مخدوم نے ان کو تائب کر دیا اور وہ سب تائب ہو کر حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ مخدوم فرماتے ہیں[3]:۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۴۷۔ ۱۹۴ [2] ایضاً ص ۴۴۳

[3] مکمل سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (لاہور ایڈیشن)

"میں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہے حضرت امیر معاویہ بھی اصحاب کرام میں سے ہیں یہ سن کر وہ مجھ سے جھگڑ پڑے اور جنگ و جدال کی نوبت آ گئی بہ بھی بھلی باتیں انہوں نے کہنی شروع کیں، آخر کار میں ہی جیتا۔ ان میں سے ایک شخص فاضل، عالم منصف اور حاکم تھا اس نے میری اور ان کی گفتگو میں تمیز کر کے انہیں الزام دیا اور جھوٹا قرار دیا اس کے بعد سب لوگ تائب ہوئے......

قرآن شریف یا حدیث میں کہیں اس بات کا حکم نہیں آیا ہے کہ کسی پر لعنت کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا یلعن بعضکم علیٰ بعضاء

پس جو شخص اللہ کے حکم کے خلاف کرے اور نامناسب باتیں کہے وہ بڑا گنہگار ہے میں نے کہا کہ توبہ کرو اگر صبر نہیں کر سکتے ہو تو یزید اور دوسروں پر لعنت نہ کرو.... جب انہوں نے یہ سچی بات سنی اور سمجھی تو توبہ کی اور اہل سنت و جماعت کا مذہب اختیار کیا اور اس دعاگو کے خاندان کے محب بن گئے اور رافضی گروہ سے بالکل تائب ہوئے"۔

ارشادات حضرت مخدوم

۱۔ مصیبت پر نوحہ و فریاد کرنا درست نہیں (ص ۲۴۵)[1]

۲۔ خدا کے سوا کسی دوسرے سے حاجت طلب نہیں کرنی چاہئے (ص ۲۵۹)

۳۔ اولیائے کامل کے مقبرہ میں خوشبو آتی ہے اور اگر کامل نہیں ہے تو بھی بدبو نہیں آتی ہے (ص ۳۵۴)

۴۔ بحق (فلاں) کہنا بطریق کرم ہے نہ بطریق وجوب اور عوام کے لئے بحق کہنا منع ہے (ص ۳۸۱)

---

[1] یہ تمام حوالے الدر المنظوم کے صفحات کے دئے گئے ہیں۔

۵۔ نماز جنازہ غائبانہ مذہب حنفی میں درست نہیں ہے (ص ۳۸۲)

۶۔ اعتکاف تزکیہ نفس کے واسطے ہوتا ہے (ص ۳۸۳)

۷۔ صدیق صیغہ مبالغہ ہے اور اس کی دو وجہ اشتقاق ہیں۔

(ا) ھو ذکر المحبۃ (ب) ھو کثرۃ التصدیق

اور فرمایا کہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں دونوں چیزیں موجود تھیں کثرت محبت بھی تھی اور کثرت تصدیق بھی (ص ۴۱۸)

۸۔ درم مہر کو نیچے نہ رکھنا چاہئے کہ ممنوع ہے کیونکہ اس میں حروف کے نقش ہوتے ہیں (ص ۴۴۴)

۹۔ رمضان میں ایک زائر پھول لایا تمام حاضرین کو سونگھنے کا حکم دیا کہ مخالفت روافض ہو کیونکہ وہ پھول کا سونگھنا ناقص صوم جانتے ہیں۔ (ص ۴۲۱)

۱۰۔ صبح میں سونا مکروہ ہے، اس سے تین چیزیں تنگی عیش، کوتاہی عمر اور قلت معاش پیدا ہوتی ہیں (ص ۱۸۲)

۱۱۔ تقویٰ کے تین اقسام ہیں:۔

(۱) تقویٰ عام کہ کفر، گناہ اور بدعت سے بچنا چاہئے۔

(۲) تقویٰ خاص کہ لایعنی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔

(۳) تقویٰ خاص الخاص کہ ماسوائے اللہ سے پرہیز کیا جائے (ص ۱۹۹)

۱۲۔ ہاتھوں کا چومنا اگر طمع کے واسطے ہو تو مکروہ ہے اور اسلام کی تعظیم کے لئے ہو تو درست ہے (ص ۲۸۵)

۱۳۔ فانکحوا ماطاب کی تفسیر کے بیان میں روافض کا رد کیا اور فرمایا کہ صحیح مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے کہ چار عورتیں مراد ہیں (ص ۳۴۴)

۱۴۔ جب سالک میں بے ادبی آجاتی ہے تو وہ محجوب ہوجاتا ہے (ص ۳۷۲)

۱۵۔ قیامت کے دن نسب نفع نہ دیں گے اس دن اعمال کام آئیں گے اور فرمایا کہ سیدوں کو سیادت نفع نہ دے گی جب تک کہ عمل صالح نہ ہو (ص ۳۳۷)

۱۶۔ نسب پر فخر نہ کرنا چاہئے اور عمل کی کوشش کرنی چاہئے، قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا تو نسب منقطع ہو جائیں گے (ص ۶۸۸)

۱۷۔ انسان کو چاہئے کہ سعی و کوشش کرے صرف نسب پر کفایت نہ کرے اور دین کے کام میں ناز نہ کرے (ص ۳۳۸)

۱۸۔ غلام کے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہئے اور اس کو وہی کھلائے جو خود کھائے (ص ۵۷)

۱۹۔ فضائل صحابہ میں فرمایا کہ ان کے فضائل میں حدیثیں بہت ہیں۔ ہم سارے صحابہ کو دوست رکھتے ہیں اور کسی ایک صحابی سے بیزار نہیں ہیں اور ہم ان کا اقتداء کرتے ہیں اور رافضی صحابہ کو دشمن رکھتے ہیں (ص ۶۳، ۶۴)

۲۰۔ قریشی صحیح لفظ نہیں ہے، صحیح لفظ قرشی ہے، قریش ایک دریائی مچھلی کا نام ہے جو غلیظ ترین مچھلی ہے اور عرب والے جب کسی کو گالی دیتے ہیں تو قریشی کہتے ہیں اور جب قبیلہ قریش کی طرف نسبت کرتے ہیں تو قرشی کہتے ہیں (ص ۲۰۸)

۲۱۔ جس شخص میں بزرگی و کمال ہوتا ہے وہ تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے اور جو اس سے عاری ہوتا ہے وہ کبر و عجب اختیار کرتا ہے (ص ۵۱۰)

۲۲ عالم کو عامل ہونا چاہئے جو عالم کہ اپنے علم پر عمل نہ کرے تو مسخرہ ہے (ص ۲۷۴)

۲۳۔ جس دن کہ نافرمانی نہ کی جائے وہ دن عید ہے (ص ۲۳۴)

۲۴۔ انسان جو کام کرے خدا کی دوستی کے لئے کرے (ص ۳۸۴)

۲۵۔ بغیر علم کے خلوت اختیار نہیں کرنی چاہئے (ص ۲۷۴)

۲۶۔ تین آدمیوں سے ڈرنا چاہئے:۔

(۱) جاہل پیر (۲) جابر حاکم (۳) دنیا دار عالم

۲۷۔ سویم کے روز میت کی قبر کے پاس شربت و برگ و میوہ لے جاتے ہیں، سیپارہ خلاف کرتے ہیں یہ سب مکروہ ہے بلکہ اور چیزیں بھی کرتے ہیں لیکن اگر ایک لاکھ بار کلمہ پڑھ کر ثواب بخشیں تو میت کی مغفرت کا سبب ہووے (ص ۷۶۲، ۷۶۳)

۲۸۔ خط کا جواب دینا سلام کے جواب کی طرح ضروری ہے (ص ۴۹۱)

۲۹۔ نفس عارضی حظ اور لذت کو چاہتا ہے (ص ۴۹۳)

۳۰۔ بعض اولیاء اللہ بعض تقدیرات پر اطلاع پاتے ہیں (ص ۵۰۵-۵۳۴)

۳۱۔ جو بزرگ اور صاحب کمال ہے اسے تواضع اختیار کرنی چاہئے۔ (ص ۵۱۰)

۳۲۔ جس کو اجتہاد کا درجہ حاصل ہے اس کو قرآن کریم کی تفسیر کرنی چاہئے (ص ۵۴۱)

۳۳۔ عالم وہ ہے جو عامل ہے ورنہ پھر وہ جاہل ہے۔

۳۴۔ ولی کی پہچان یہ ہے کہ وہ گفتار و کردار و رفتار میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہو۔

۳۵۔ قیامت کے دن فرزندوں کو ماؤں کی طرف نسبت کریں گے اس میں دو قول ہیں:۔
(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے (۲) ولد الزنا کے راز افشا نہ ہونے کی وجہ سے

۳۶۔ جس وقت طالب کمال کو پہنچتا ہے تو سوائے خدا کے اور کوئی دل میں نہیں رہتا ہے (ص ۶۲۴)

۳۷۔ دعائیں قضائے مبرم کو بدل دیتی ہیں (ص ۶۲۴)

۳۸۔ سالک کے واسطے ذخیرہ کرنا جائز نہیں ہے (ص ۶۳۵)

۳۹۔ سالک بے ادبی کرتا ہے تو قبض ہو جاتا ہے۔ قبولیت عمل کے لئے تقویٰ شرط ہے (ص ۶۷۱)

۴۰۔ وضو فصل ہے اور نماز وصل ہے (ص ۶۹۲)

۴۱۔ ادب ظاہر ادب باطن کی علامت ہے (ص ۶۱۳)

۴۲۔ محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے محاسبہ کیا جائے (نمبر ۹)[1]

۴۳۔ ایسا علم ہونا چاہئے کہ جس پر عمل ہو سکے اور وہ آخرت میں مفید ہو (نمبر ۱۲)

۴۴۔ اتنا علم حاصل کرنا چاہئے جتنے پر عمل ہو سکے (نمبر ۲۶)

۴۵۔ عالم کامل، طبیب حاذق ہے (نمبر ۳۲)

۴۶۔ ہر حال میں قناعت کرنی چاہئے (نمبر ۳۹)

---

[1] آخر کے پانچ ارشاد مقرر نامہ سے ماخوذ ہیں اور حوالہ میں مقرر نامہ کے سلسلہ کے نمبر دئے گئے ہیں۔

باب ہفتم

درس و تدریس

حضرت مخدوم کی مجلس مبارک میں علوم و معارف کے رموز و غامض حل فرمائے جاتے تھے، درس و تدریس کا باقاعدہ انتظام تھا، دور و نزدیک سے طلباء "مدرسہ جلالی" میں آکر تعلیم حاصل کرتے تھے، نامور عالم و ناصح مطالب قرآن و احادیث حل کرتے تھے، مریدین و معتقدین باالالتزام تفسیر و حدیث اور کتب تصوف کا درس لیتے تھے، خاص مریدوں کے لئے تہجد ورنہ عموماً فجر کے بعد حضرت کا درس شروع ہوتا تھا جیسا کہ علاء الدین مرتب جامع العلوم نے خود اپنے بارے میں ذکر کیا ہے[1]

حضرت مخدوم عام طور سے تفسیر کشاف کی بجائے تفسیر مدارک کو ترجیح دیتے تھے کیونکہ کشاف کا مولف علامہ زمخشری معتزلی تھا اور حضرت کے یہاں تفسیر مدارک داخل نصاب تھی[2] حضرت کے پوتے حامد بن محمود نے قرآن کریم حضرت مخدوم سے پڑھا اور ساتوں قرائتیں سیکھیں، حضرت مخدوم ساتوں قرائتوں کے قاری تھے، انھوں نے علم قرأت مکہ و

---

[1] الدرالمنظوم ص ۲۸۵، ۲۹۰، ۲۹۵، ۲۹۷، ۲۹۹، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۱۸، ۳۲۶، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۹ اور ۳۷۴ وغیرہ

[2] ایضاً ص ۹۰، ۹۶

و مدینہ میں سیکھا تھا، حضرت مخدوم سے اوچ کی بعض مستورات نے قرأت سیکھی تھی[1] حضرت مخدوم کے یہاں حدیث کا باقاعدہ درس ہوتا تھا، معمول یہ تھا کہ حدیث کی قرأت کے بعد صرف و نحو کے مطابق تشریح کی جاتی تھی، پھر مشکل لغات کی تشریح ہوتی، اس کے بعد حل مطالب فرماتے تھے[2] بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور مصابیح کے درس کے حوالے ملتے ہیں، جامع صغیر کا باقاعدہ درس ہوتا تھا[3] حضرت مخدوم فقہ میں مجتہدانہ حیثیت کے مالک تھے، ائمہ اربعہ کے مذاہب پہ کامل نگاہ رکھتے تھے، درس کے دوران ہر مذہب کا فرق بیان فرماتے اور پھر فقہ حنفی کی جامعیت کو ذہن نشین کراتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مرید پیتل کا پیالہ لایا انہوں نے اس پیالہ کو قبول کر لیا اور پھر فرمایا:-

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مذہب کی رو سے پیتل کے پیالہ میں کھانا پینا درست ہے[4]۔ حضرت کے یہاں ہدایہ کا باقاعدہ درس ہوتا تھا، ان کے پوتے حامد بن محمود نے ہدایہ (کتاب الحج آگے کا حصہ) خود حضرت سے پڑھی۔

حضرت مخدوم کے یہاں قرآن حکیم، تفسیر مدارک، صحاح ستہ، مشارق الانوار، شرح کبیر جمیل اسم، مشکوٰۃ المصابیح، رسالہ مکیہ، قصیدہ لامیہ، کتاب متفق، عقائد نسفی، شرح نود نام، فقہ اکبر، عوارف المعارف، اوراد شیخ شہاب الدین سہروردی وغیرہ کا باقاعدہ درس ہوتا تھا۔ حضرت مخدوم صرف و نحو اور لغت کی طرف خاص طور سے توجہ دلاتے تھے تاکہ

الدر المنظوم ص ۹۴۳، ۸۲۴

[2] ایضاً ص ۶۵۴ تا ۶۶۴

[3] خزانہ جلالی (قلمی) ورق ۱۲۶ الف

[4] الدر المنظوم ص ۳۷۷، ۴۸۱ تا ۴۸۲، ۴۸۸، ۵۷۱ تا ۵۷۲

عربی زبان کی تحصیل آسان ہو اور اس میں اچھی طرح مہارت و قدرت حاصل ہو جائے[1] اکثر حضرات مخدوم سے تسمیہ خوانی کی رسم ادا کراتے تھے، چنانچہ ایک عزیز اپنے بچے کو حضرت کی خدمت میں اس غرض سے لایا، حضرت نے بسم اللہ پڑھائی اور الف با تختی پر لکھا[2] معزالدین رسولدار دہلوی کے بچوں نے رسالہ نو دو نام حضرت مخدوم سے پڑھا۔[3] شیخ زادہ فخرالدین گازرونی حضرت مخدوم کی خدمت میں شرح کبیر چہل اسم پڑھتے تھے حضرت ان کو نہایت شرح و بسط سے اس کتاب کا سبق پڑھاتے تھے انہوں نے فرمایا کہ یہ شرح صحابہ کرام اور تابعین عظام سے منقول ہے[4]۔ جامع العلوم کے مرتب علاء الدین نے حضرت مخدوم سے چار کتابیں پڑھیں اور چند کتابیں سماع کیں[5]۔

عبدالرحمن ظفاری حضرت مخدوم سے اسرار الدعوات پڑھا کرتے تھے، ظفاری عرب تھے اس لئے حضرت مخدوم ان سے عربی میں گفتگو فرمایا کرتے تھے[6]۔ عبداللہ گجراتی حضرت کے ہاتھ پر اسلام لائے تحصیل علم کی قرآن حفظ کیا اور مبلغ اسلام ہوئے[7]۔

حضرت مخدوم ابتدائی اور اوسط درجہ کے طلباء کے اسباق ان طلبہ کے سپرد کر دیتے تھے جو اعلیٰ کتابیں پڑھتے تھے، چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت کے پاس ہجوم تھا تو علاء الدین مرتب جامع العلوم سے کہا کہ تم اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے سبق پڑھ لو چنانچہ انہوں نے محمد

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۴
[2] ایضاً ص ۱۷۶
[3] ایضاً ص ۷۴
[4] ایضاً ص ۵۹۴
[5] ایضاً ص ۴۸۴
[6] ایضاً ص ۵۱۶ تا ۵۱۷
[7] ایضاً ص ۳۲۲۔

ظفاری سے سبق پڑھ لیا۔

حضرت مخدوم آداب درس کو خاص طور سے ملحوظ رکھتے تھے طریقہ تعلیم کے سلسلہ میں ارشاد ہے کہ طالب علم کو حسن استماع چاہئے اور وہ ہمیشہ ادب کو نگاہ رکھے۔ جب استاد تقریر کرتا ہو تو طالب علم کو چاہئے کہ وہ خاموشی سے سنے اور درمیان میں سوال نہ کرے بلکہ استاد کی تقریر کے بعد سوال کرے کیونکہ درمیان میں سوال کرنے سے استاد کی توجہ ہٹ جاتی ہے۔[1]

حضرت مخدوم کو عربی و فارسی کے بکثرت اشعار یاد تھے قصیدۂ لامیہ و کتاب متفق تو گویا حفظ تھی درس و تدریس کے درمیان اکثر اشعار بھی پڑھا کرتے تھے بلکہ اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ خود حضرت کو شعر و شاعری کا ذوق تھا۔[2]

کتب خانہ حضرت مخدوم کے پاس ایک اچھا کتب خانہ تھا، طلباء کے لئے آپ خود کتابیں فراہم کرتے تھے شرح کبیر جہل اسم مدینہ شریف سے لائے تھے یہ شرح عربی زبان میں تھی۔[3] حضرت مخدوم کے کتب خانہ میں عوارف المعارف کا وہ خاص نسخہ تھا جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے درس میں رہا تھا اور ان کو یہ نسخہ ان کے استاد محترم شیخ عبداللہ مطری سے ملا تھا یہ بہت عمدہ نسخہ تھا حضرت مخدوم کے بعد یہ نسخہ ان کے فرزند محمود کے پاس رہا۔[4] عبدالرحمٰن ظفاری کے پاس ایک نادر کتاب اسرار الدعوات

---

[1] الدر المنظوم ص ۵۲۳

[2] الدر المنظوم ص ۵۱۳، ۴۸۶، ۴۷۹، ۵۱۶، ۵۱۷

[3] الدر المنظوم ص ۵۹۴

[4] ایضاً ص ۴۷۸ تا ۴۷۹

تھی اس کے نسخے بہت کم تھے، حضرت مخدوم نے ظفاری صاحب سے اس کی نقل کی اجازت چاہی، اول تو انہوں نے منع کیا مگر بعد کو راضی ہو گئے اور حضرت مخدوم نے نقل اپنے کتب خانہ کے لئے حاصل کی۔[1] ایک مرتبہ ایک فقیہہ و محدث مسافر اوچ میں تشریف لائے اور حضرت مخدوم کے یہاں ٹھہرے حضرت نے مصابیح اور دیگر کتب کا سماع کیا انہوں نے سات جلدوں میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی تھی یہ تفسیر معانی من اللہ تھی، اس فاضل مفسر نے تفسیر کی یہ ساتوں جلدیں حضرت مخدوم کو دیدیں جو ان کے کتب خانہ میں رہیں۔[2] شیخ قطب الدین دمشقی نے جب تصوف کا مشہور رسالہ مکیہ مکمل کر لیا تو اس کا ایک نسخہ حضرت مخدوم کے پاس بھیجا، حضرت نے اس کا فارسی ترجمہ کیا۔[3]

حضرت مخدوم کتابت کے فن میں ماہر کامل تھے، انہوں نے ایک قرآن کریم لکھا تھا حضرت کا کتابت شدہ قرآن کریم سجادہ نشین اوچ کے پاس موجود ہے۔ مولوی خلیفہ محمد رمضان (ف ۱۳۴۴ھ) لکھتے ہیں[4]

قرآن شریف وتخطی حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں کہ اندر روضہ اقدس بحضور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تحریر فرمودند وخط بہار مرقوم اند۔	حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں کا دستخط شدہ قرآن شریف جو انہوں نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے اندر تحریر فرمایا تھا خط بہار میں لکھا ہوا ہے۔

---

[1] الدر المنظوم ص ۴۷۸ تا ۴۷۹۔ [2] ایضاً ۵۶۷ تا ۵۶۹

[3] ایضاً ص ۶۰۶،۷۴۲۔ [4] شجرہ سادات کرام اوچ شریف بخاری از مولوی خلیفہ محمد رمضان (سال تصنیف ۱۳۳۵ھ) قلمی ورق ۴۴ اب (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں صاحب ساکن اوچ)

خلیفہ محمد رمضان کا بیان ہے کہ اس قرآن کریم کی ایک نقل بھی سجادہ نشین اوچ کے پاس ہے جو تبرکات کی زیارت کے موقع پر دکھائی جاتی ہے۔

حضرت مخدوم کے عہد میں اردو زبان

حضرت مخدوم عربی و فارسی کے علاوہ مقامی بولیوں میں بھی تلقین وارشاد فرماتے تھے ان کے ملفوظات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملتانی، سندھی اور ہندی میں بھی گفتگو فرماتے تھے اور حسب ضرورت ان زبانوں میں تعلیم بھی دیا کرتے تھے، ہندی وہی زبان ہے جو بعد کو اردو کے نام سے موسوم ہوئی، ایک مرتبہ حضرت مخدوم کے حضور میں ایک شخص سندھ سے بیعت کے لئے حاضر ہوا وہ جاہل مطلق تھا، حضرت مخدوم نے بہ ہزار دشواری سندھی زبان میں تلقین فرمائی[1]

ایک مرتبہ ایک قریب البلوغ لڑکا حاضر خدمت ہوا اور حضرت مخدوم سے بیعت ہوا۔ اس سے ہندی (اردو زبان) میں گفتگو ہوئی[2] ایک موقعہ پر ایک شخص کو ملتانی زبان میں تلقین فرمائی۔

ایک موقع پر فیروز شاہ تغلق سے بھی ہندی (اردو) زبان میں گفتگو ہوئی، مرتب جامع العلوم مولانا علاء الدین لکھتے ہیں کہ دہلی کے قیام کے زمانہ میں ایک موقعہ پر فیروز شاہ تغلق سے شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتوں، اپنے رشتہ داروں، عزیزوں اور خادموں کے لئے وظائف مقرر کرائے اور اسی موقعہ پر بادشاہ کے حضور میں ایک چھوٹے ہندو بچہ کو بھی پیش کیا، سلطان نے کہا کہ یہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا، حضرت مخدوم نے فرمایا کہ جس زمانہ

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۲۶

[2] ایضاً ص ۲۲۷

میں یہ بچہ دعاگو کے پاس آیا تھا تو دعا کی گئی تھی کہ خدائے تعالیٰ اسے اسلام سے مشرف فرمائے
حضرت مخدوم کی یہ تمام گفتگو سلطان فیروز شاہ تغلق سے ہندی (اردو) میں ہوئی[۱]

جمعات شاہی[۲] تالیف شاہ مقبول عالم (ف سنہ ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء) میں حضرت مخدوم کا ایک قول ملتا ہے جو انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی صدرالدین راجو قتال کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

تساں راجے اساں خواجے

یعنی ہم وزیر اور تم بادشاہ ہو[۳]

جمعات شاہی میں خود حضرت راجو قتال[۴] کا ایک قول ملتا ہے، جو انہوں نے فیروز شاہ تغلق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

کاکا فیروز چنگا ہے[۵]

---

[۱] الدر المنظوم ۳/۱۱۸ [۲] جمعات شاہی (قلمی) ورق ۱۵۰ ب (مخزونہ انجمن ترقی اردو، کراچی (مکتوبہ سنہ ۱۰۸۰ھ) [۳] اردو زبان کا اصل مولد سندھ" از پیر حسام الدین راشدی (اردو، کراچی، اپریل سنہ ۱۹۵۱ء) [۴] ڈاکٹر رضیہ سلطانہ نے اپنی کتاب: "اردو نثر کا آغاز اور ارتقا، ص ۴۰، ۶۰ تا ۶۵ (مجلس تحقیقات اردو حیدرآباد دکن) میں صدرالدین راجو قتال (برادر حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت) اور یوسف حسینی راجو قتال کو ایک شخصیت سمجھ لیا ہے اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے بھائی صدرالدین راجو قتال کو حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا والد بتایا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، صدرالدین راجو قتال ان کے والد نہیں بلکہ یوسف حسینی راجو قتال خواجہ بندہ نواز کے والد ہیں۔ (ملاحظہ ہو اردو نثر کا آغاز اور ارتقا پر سخاوت مرزا صاحب کا تبصرہ، اردو نامہ کراچی جنوری تا مارچ سنہ ۱۹۶۳ء) [۵] جمعات شاہی ورق ۱۵۰ ب۔ ڈاکٹر رضیہ سلطانہ نے اس کو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا قول بتایا

اور بادشاہ نے اس پرستش کو موجب افتخار سمجھا۔ خود صدر الدین راجو قتال کے لقب "راجو قتال" میں لفظ "راجو" اس امر کی بدیہی شہادت ہے کہ ہندی کے الفاظ مسلمانوں کے معتدر خاندان اپنے ناموں میں شامل کرنے لگے تھے، مولف تاریخ اوچ نے حضرت راجو قتال کا ایک اور قول نقل کیا ہے کہ:۔

ایک مرتبہ حضرت راجو دہلی کے سفر میں ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرما رہے تھے کہ چڑیوں نے چلا چلا کر آرام میں خلل ڈالا تو حضرت نے خفا ہو کر کہا کہ[1]

"مویاں نیند کرنے دو"

حضرت راجو قتال اکثر ہندی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔[2]

پروفیسر حسن عسکری (پٹنہ) نے اپنے ایک مضمون میں امام الدین راج گری کے قلمی ملفوظ (امام الدین راج گری) کے حوالے سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ کسی شخص نے حضرت مخدوم سے عرض کیا کہ جو اوراد و اعمال آپ ادا کرتے ہیں وہی میں ادا کرتا ہوں، مگر مجھے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس پر حضرت مخدوم نے فرمایا:۔

"کھانڈا ہے سپانڈ کہاں"

یعنی خندق تو موجود ہے اس سے نکلنے کا ذریعہ کہاں ہے، مطلب یہ ہے کہ سچے عرفان کی کمی ہے۔[3]

---

[1] تاریخ اوچ ص ۱۰۸

[2] مناقب الولایت (قلمی) از حامد گنج بخش ص ۱۳ (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ۔

[3] اردو نثر کا آغاز و ارتقاء ص ۴۴

حضرت مخدوم کے ایک نامور خلیفہ اودھ (لکھنو) میں قیام الدین قوام (ف ۸۲۰ھ / ۱۴۱۷ء) تھے انہوں نے اپنے بھتیجے اور مرید حضرت شاہ مینا (ف ۸۸۴ھ / ۱۴۷۹ء) کی پیدائش پر ہندی (اردو) زبان میں فرمایا۔[1]

"ہاں آوا مورا مینا"

یہ اردو زبان کا ابتدائی دور تھا، اس قسم کے کلموں یا جملوں سے ہند، پاکستان میں اردو زبان کے ارتقاء پر روشنی پڑتی ہے، اس قسم کا ایک جملہ پہلے نقل ہو چکا ہے کہ جب ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء میں محمد تغلق نے سندھ پر حملہ کیا تو محاصرہ کے دوران اس کا انتقال ہو گیا پھر جب اس کے جانشین فیروز شاہ تغلق نے سندھ پر حملہ کیا تو پہلی مرتبہ اہل ٹھٹھہ کے مقابلہ میں اس کو کامیابی نہ ہوئی اور وہ گجرات چلا گیا۔ اہل ٹھٹھہ نے محمد تغلق کی موت اور فیروز شاہ تغلق کے فرار کو شیخ پتھا (ف ۶۶۶ھ / ۱۲۶۸ء) کی کرامت پر محمول کیا[2] اور بقول عفیف یہ فقرہ زبان زد خاص و عام ہو گیا۔[3]

برکت شیخ پتھا اک موا اک تھا

خود عفیف نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ شیخ کی برکت تھی کہ ایک مر گیا اور ایک بھاگ گیا۔

---

[1] سبع سنابل از میر عبدالواحد بلگرامی ص ۴۴، (مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۹ھ)

[2] شیخ پتھا کا اصل نام حسین بن راج یار تھا، شیخ پتھا سندھ کے ان قدیم بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے اس علاقہ میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی یہ بزرگ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے ۶۶۶ھ میں فوت ہوئے، ملاحظہ ہو تذکرہ صوفیائے سندھ از مولوی اعجاز الحق قدوسی ص ۷۴-۷۵ (اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۵۹ء) [3] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) بہ تصحیح ولایت حسین ص ۲۱۴ (کلکتہ ۱۸۹۱ء)

اس جملہ کے پڑھنے کے سلسلہ میں اردو زبان کے محققین و مورخین میں سخت اختلاف ہے اور اس بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کی گئی ہیں، ذیل میں ہم تمام آراء کو نقل کرتے ہیں:۔

سید سلیمان ندوی مرحوم نے اس جملہ کو اس طرح پڑھا۔[1]

برکت شیخ کھیا، ایک موا ایک نہا[2]

پروفیسر حافظ محمود خاں شیرانی کے خیال میں یہ جملہ اس طرح ہے[3]

برکت شیخ کھیا اک موا اک نہا

شیرانی صاحب نے لفظ "کھیا" کو ملتانی زبان کے مصدر "کھیونا" (ہونا) کا ماضی مطلق قرار دیا ہے[4]

پروفیسر مسعود حسین خان نے "تہیا" کو کھیا یا کھپا پڑھا ہے اور انھوں نے اس کو عَلَم قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ عہد تغلق کے ایک بڑے بزرگ کا نام تھا[5]

سید ہاشمی فرید آبادی نے لکھا ہے:۔

برکت شیخ ہٹھا اک موا اک نٹھا

ان کی رائے ہے کہ دوسرا لفظ "ہٹھا" کا ہم قافیہ ہونا چاہئے "ہٹا" یعنی ہٹ گیا بھی ہو سکتا

---

[1] نقوش سلیمانی از مولانا سلیمان ندوی ص ۴۶ (کراچی سنہ ۱۹۵۱ء)

[2] تاریخ فیروز شاہی ص ۲۳۱) میں ایک کی بجائے "اک" اور نہا کی بجائے "تہیا" ہے۔

[3] پنجاب میں اردو از محمود خاں شیرانی ص ۱۳،۸۲

[4] الضیاً ص ۱۲ تا ۱۳

[5] مقدمہ تاریخ زبان اردو از پروفیسر مسعود حسین خاں ص ۱۲۴

ہے لیکن "نٹھا" زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے، نواحِ دہلی کے دیہاتوں میں ناٹھنا، نٹھنا،
اور نہٹھنا پلٹ جانے اور مکر جانے کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ سندھی، گجراتی اور پنجابی
میں بھاگ جانے کے معنوں میں آتا ہے[1]

پروفیسر ہوڈی والا نے اس جملہ کو بالکل مسخ کر کے اس طرح پڑھا ہے[2]

به برکت پیتھا اک موا اک بھگا

پروفیسر حبیب اللہ خاں غضنفر نے "دہھا" کو تھتکارا خیال کیا ہے[3]

ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ نے اس جملہ کو اس طرح پڑھا ہے[4]

برکت شیخ پیٹھا اک موا اک نٹھا

اور ڈاکٹر صاحب نے "نٹھا" کے معنی بھاگنا بتائے ہیں[5]

تاریخ سندھ کے فاضل محقق پیر حسام الدین راشدی، سید ہاشمی فرید آبادی کے ہم رائے ہیں
اور ان کی رائے میں بھی یہ جملہ اسی طرح ہے۔

برکت شیخ پیٹھا اک موا اک نٹھا

شیخ پیٹھا کی برکت تھی کہ ایک مر گیا اور ایک بھاگ گیا۔

---

[1] اردو کی حقیقت تاریخ سے" از سید ہاشمی فرید آبادی "اردو" کراچی جنوری واپریل ۱۹۵۲ء

[2] اسلامک کلچر (حیدر آباد دکن) اکتوبر ۱۹۴۸ء

[3] تاریخ ادب اردو جلد اول (اردو زبان کے آغاز وارتقاء کے مختلف نظریے از پروفیسر حبیب اللہ
خاں غضنفر) مرتبہ عبدالقیوم ص ۲۲۷ (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی ۱۹۶۱ء)

[4-5] تاریخ معصومی (اردو ترجمہ) ۳۴۷

ہمارا خیال یہ ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) کے تاریخ فیروز شاہی (عفیف) کے قلمی نسخے کے کاتب اور مرتب و مصحح مولوی ولایت حسین صاحب کی سندھی زبان اور اس کے رسم الخط کی عدم واقفیت کی وجہ سے یہ جملہ مختلف طریقے سے لکھا اور پڑھا گیا ہے، سندھی رسم الخط میں یہ جملہ "برکت شیخ بیٹھا اک موا اک نٹھا" اس طرح لکھا جائے گا۔

"برکت شیخ بیٹا اک موا اک نٹا"

اس تحریر کو کاتب اور مرتب نے فارسی رسم الخط میں "برکت شیخ تھبا اک موا اک تہا" بنا دیا جس کی وجہ سے یہ اختلافات رونما ہوئے۔

کم وبیش اسی زمانہ کا ایک کتبہ مولوی حفیظ الرحمٰن بہاول پوری (ف ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء) نے اپنی کتاب "ذکر کرام" میں نقل کیا ہے جو حضرت مخدوم کے زمانہ یعنی سمّوں کے عہد کا ہے اس سے بھی اردو کے ارتقاء کا اندازہ ہوتا ہے۔ ڈاک خانہ سنجر پور (ضلع رحیم یار خاں) کے نواح میں ایک کنوئیں سے ایک پختہ سل (اینٹ) برآمد ہوئی تھی اس پہ یہ تین شعر کندہ تھے ۔[1]

سالاں سل بند تھیاں، تھیگیا نام نصیر
اینٹیں خشت سانے تیار کیں جس کا نام نصیر قوم تھیگیا ہے
گھو کھٹایا پتر گامن دے، اونٹر نام حمیر
کنواں تیار کرایا گامن کے بیٹے حمیر اونٹر ذات نے

---

[1] ذکر کرام ص ۱۲۸ تا ۱۲۹

وقت سکندر بادشاہ[1] ملک دمنی پہلوان

سکندر بادشاہ عالی ملک اور طاقت ور کے عہد میں

رعیت راضی ایہہ جی جو بدھانت جواں

رعیت اس قدر خوش ہے کہ بڈھے جوان معلوم ہوتے ہیں

ہک لکھ سولاں لگ چکیاں، تھیا کھوہ تمام

ایک لاکھ سولہ اینٹیں لگیں، تب کنواں مکمل ہوا

ترے سو بوٹی باغ دی سادھی اونز جام

تین سو درخت باغ میں جام اونڑ نے لگائے ہیں

تبلیغ اسلام

تبلیغ اسلام کا سہرا حضرات صوفیائے کرام کے سر تھا حضرت مخدوم تبلیغ اسلام میں بڑے کوشاں رہتے تھے، شیخ الاسلامی کے زمانہ میں تو یہ چیز داخل فرائض تھی لیکن اس عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد تو ساری زندگی ہی رشد و ہدایت کے لئے وقف ہو گئی، حضرت مخدوم کی خدمت میں اکثر ہنود حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔ حضرت مخدوم مقامی زبانوں سندھی ہندی میں گفتگو فرمایا کرتے تھے[2]۔ اور یہ چیز مقامی آبادی سے ربط و ضبط قائم کرنے اور ان میں تبلیغ کرنے کے لئے بہت ضروری تھی، اوچ، سندھ اور گجرات میں حضرت مخدوم کے ذریعہ اسلام کی خوب تبلیغ و اشاعت ہوئی اور غیر مسلموں کی بڑی تعداد اسلام سے مشرف ہوئی مشہور مورخ ٹی ڈبلیو آرنلڈ لکھتا ہے[3]

---

[1] ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے جام سکندر شاہ صدر الدین کا زمانہ ۸۱۶ھ متعین کیا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ معصومی (اردو ترجمہ) ۳۶۴ [2] الدر المنظوم ۲۱۲، ۲۴۷، ۸۱۱

[3] دعوت اسلام ص ۲۹۶

"چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں ایک اور داعی اسلام جنھوں نے صوبہ گجرات میں تبلیغ کے لئے کوشش کی شیخ جلال تھے جو مخدوم جہانیاں کے نام سے زیادہ تر مشہور ہیں، یہ بزرگ گجرات[1] میں آکر سکونت پذیر ہوئے تھے اور بہت ہندوؤں کو انھوں نے اور ان کی اولاد نے مسلمان کیا"۔

شیخ محمد اکرام نے اپنی کتاب آب کوثر میں مغربی پنجاب اور سندھ میں اشاعت اسلام اور صوفیاء کرام کی تبلیغی کوششوں کا جائزہ لیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں[2]۔

"مغربی پنجاب کے جن قبیلوں نے آپ (حضرت مخدوم جہانیاں) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، بہاولپور کے سرکاری گزیٹر میں ان کی فہرست درج ہے ان قبیلوں کی تعداد آٹھ تک پہنچی ہے اور ان میں کھرل راجپوتوں کا مشہور اور بڑا قبیلہ بھی شامل ہے، آپ کا فیض ہندوستان کے سب علاقوں میں پھیلا ہوا تھا"۔

شیخ محمد اکرام صاحب میکلیگن مرتب گزیٹر ملتان کی رائے نقل فرماتے ہیں کہ راجپوتوں میں سیال ایک مشہور قبیلہ ہے اس قبیلہ کے لوگ اضلاع ملتان، منٹگمری، جھنگ (سیالاں) میں کثرت سے آباد تھے، یہ قبیلہ حضرت بابا فرید گنج شکر کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا نون (راجپوت) مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے[3] یہی انگریز مورخ کھرل راجپوتوں کی

---

[1] آرنلڈ کو تسامح ہوا ہے، حضرت مخدوم کے خاندان کے اکثر افراد گجرات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے

[2] آب کوثر از شیخ محمد اکرام ص ۳۱۸

[3] آب کوثر ص ۳۲۵

نسبت لکھتا ہے کہ ان کا مورث اعلیٰ راجہ کرن ہستناپور کا راجا تھا اس کے ایک جانشین بھٹو یا بھتو نے ہستناپور چھوڑ کر اچہ میں رہائش اختیار کی اور یہاں بھوپا اور اس کے بیٹے کھول نے حضرت مخدوم جہانیاں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، اچہ سے یہ قبیلہ بڑھتے بڑھتے دریائے راوی کے دونوں طرف پھیل گیا۔

حضرت مخدوم کسی شخص کے اسلام لانیکے بعد اس کی باحسن وجوہ تربیت فرماتے تھے یہاں تک کہ اس شخص کا پورا قبیلہ یا پوری قوم مسلمان ہو جاتی تھی، عبداللہ گجراتی کے متعلق بیان ہے کہ یہ شخص زنار دار تھا اور حضرت مخدوم کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا تھا جماعت خانہ میں رہتا تھا، کلام اللہ حفظ کیا اور تمام احکام شریعت کے سیکھے، حج کی سعادت سے مشرف ہوا پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے اجازت لے کر اپنے گھر والوں اور قوم کو مسلمان کرنے گیا، اور اس میں اس کو کامیابی نصیب ہوئی۔[1] یہ شیخ عبداللہ اوچ ہی میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، ان کے خاندان کو حضرت مخدوم کے خاندان سے ایک خاص تعلق رہا، اوچ میں صرف دو ایسے خاندان ہیں جن میں سے حضرت مخدوم کی خانقاہ کے مجاور مقرر ہوئے ہیں، ان میں سے ایک خاندان عبداللہ کا ہے آج کل اس خاندان کا نمائندہ خلیفہ غلام محمد بن غلام حسین ہے۔

شیخ عبداللہ کی طرح حضرت مخدوم نے ایک اور شخص کو مسلمان کر کے عبدالسلام نام رکھا اور اس کے حق میں دعا فرمائی کہ یہ مثل عبداللہ کے ہو۔[2] ایک مرتبہ ایک شخص قبول اسلام کی نیت سے حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت مخدوم نے اس کو اسلام سے

---

[1] الدر المنظوم ۳۱ تا ۳۲

[2] ایضاً ۳۱

مشرف کیا اور اس کو نیا لباس مرحمت فرمایا غسل کرایا اور اپنے ایک دوست کے سپرد کیا۔ کہ وہ اس کو قرآنی آیات سکھا دے تاکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق نماز درست ہو جائے[1]

حضرت مخدوم تبلیغ اسلام کا ہر وقت خیال رکھتے دہلی کے قیام میں ایک روز حضرت کے پیٹ میں کچھ تکلیف ہوئی، کوتوال کی طرف سے ایک ہندو طبیب دوا لے کر حاضر ہوا حضرت مخدوم نے اس کی آمد پر اظہار مسرت کیا اور دعا فرمائی کہ خدائے تعالےٰ انہیں اسلام سے مشرف فرمائے[2]

حضرت مخدوم نے سلطان فیروز شاہ تغلق سے سنبل ترا نیر کی ایک عورت کا ذکر کیا کہ وہ پہلے ہندو تھی حضرت کے دست حق پرست پر مسلمان اور مرید ہوئی اس کی برکت سے اس کا شوہر اور اس کے دوسرے متبعین بھی مسلمان ہو گئے، اب وہ سخت ریاضت و مجاہدہ کرتی ہے اور رات کو بالکل نہیں سوتی، اس عورت کا ارادہ اوچ جانے کا بھی ہے[3]۔

حضرت مخدوم کے تبلیغ اسلام کے متعلق ہمیں دو روایتیں اور ملی ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ ہندوؤں کے مشہور تیرتھ ہردوار (یو۔پی) کے پاس ایک قصبہ جوالا پور ہے، وہاں راجپوتوں کا ایک مقتدر قدیم خاندان آباد ہے جس کا خاندانی لقب راؤ ہے اس خاندان کے ایک ذی علم بزرگ راؤ محمد صدیق کے بیان کے مطابق یہ خاندانی روایت ہے کہ راجپوتوں کا یہ خاندان حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے ہاتھ پر مشرف با سلام ہوا تھا۔ اسی طرح

---

[1] ایضاً ص ۳۸۵ تا ۳۸۶ [2] ایضاً ص ۱۳۵

[3] ایضاً ص ۷۹۱، ۸۰۷ تا ۸۰۸ [4] مکتوب مولوی سبطین احمد بدایونی بنام راقم مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۶۰ء۔ نیز ملاحظہ ہو "بینات" کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء

ہمارے ایک دوست چوہدری بشیر احمد خاں ولد چوہدری فیض محمد خاں سکنہ سابق موضع تلونڈی رائے ضلع لدھیانہ ساکن حال موضع نور پور چک ۱۲۲ ج ب ضلع لائلپور کا بیان ہے کہ ان کے آبا و اجداد شیخ راجپوت اور علاقہ جیسلمیر کے قدیم باشندے تھے۔ اس خاندان کے ایک شخص رائے تلسی داس نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور شیخ چاچو نام مقرر ہوا۔ شاہان اسلام کے زمانہ میں یہ خاندان ریاستی شان و شوکت کے ساتھ مشرقی پنجاب کے ایک علاقہ پر قابض رہا۔ سکھوں کے زمانہ میں روبزوال ہوا اور تقسیم ملک ۱۹۴۷ء کے بعد تو شیرازہ ہی منتشر ہو گیا، اور اب اس خاندان کے بعض افراد چیچہ وطنی (ضلع منٹگمری) اور نور پور (ضلع لائلپور) میں سکونت پذیر ہیں۔[1][2]

شیخ محمد اکرام صاحب حضرت مخدوم کے بھائی اور خلیفہ شیخ راجو قتال کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا اصل کام اوچ میں اشاعت اسلام اور گجرات وغیرہ کے صاحب ہمت لوگوں کی تربیت ہے جنہیں انہوں نے علوم باطنی سے مالا مال کر کے گجرات کے قدیمی دار الحکومت میں اشاعت اسلام کے لئے بھیجا۔[3]

علاقہ گجرات میں اسلام کی نشر و اشاعت بڑی حد تک خانوادہ حضرت مخدوم جہانیاں کے ذریعہ ہوئی بلکہ گجرات کی خود مختار حکومت کے قیام میں بھی حضرت مخدوم کی

---

[1] مکتوب مولوی بشیر احمد خاں، بنام راقم مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۶۳ء، بشیر احمد خاں صاحب کے پاس ہم نے قلمی صورت میں بھی کچھ کاغذات دیکھے جن سے ان کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے

[2] صحیفہ زریں جلد اول ص ۳۲۸ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۲ء) میں ان کا نام تلسی رام اور اسلامی نام شیخ چاکو تحریر ہے۔

[3] آب کوثر ص ۳۲۱

دعائیں شامل رہیں، سلاطین گجرات کے مورثان سہارن وسادھو دو بھائی تھے، تھانیسر کے رہنے والے اور قوم کے ٹانک تھے، سلطان فیروز شاہ تغلق ان کی خدمات سے بہت خوش ہوا اور ان دونوں بھائیوں پر شاہی عنایات روز بروز ہونے لگیں، یہاں تک کہ دولت دنیاوی کے ساتھ ساتھ دولت ایمانی سے بھی مالا مال ہو گئے اور حضرت مخدوم کے سلسلہ ارادت میں منسلک ہوئے، مراۃ سکندری کا بیان ہے[۱]:۔

"ہر دو برادر بشرف اسلام مشرف گشتند سلطان، سہارن را بخطاب وجیہ الملک مخاطب ساخت و بعد ازاں باجازت سلطان در سلک مریدان قطب الاقطاب حضرت مخدوم جہانیاں منسلک شدند و بسعادت مندئ دارین منسوب گشتند"

دونوں بھائی شرف اسلام سے مشرف ہوئے، سلطان نے سہارن کو وجیہ الملک کے خطاب سے مخاطب فرمایا اور اس کے بعد وہ سلطان کی اجازت سے قطب الاقطاب حضرت مخدوم جہانیاں کے مریدوں میں داخل ہوئے۔

حضرت مخدوم کی برکت اور دعا سے یہ خاندان سلطنت اور بادشاہت کا مالک ہوا[۲] اور سلاطین گجرات کے خاندان میں کم وبیش دو سو سال حکومت رہی یہی وجہ ہے کہ گجرات میں حضرت مخدوم کے خاندان کے اکثر اکابر شیوخ سکونت پذیر رہے اور ان کے رشد و ہدایت سے گجرات میں اسلام اور شریعت اسلامیہ کی خوب نشر واشاعت ہوئی۔

اسی طرح ریاست مانگرول کا قیام اور وہاں اسلام کی نشر واشاعت بھی حضرت مخدوم کی نظر فیض اثر کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے، حضرت مخدوم کے ایک مرید سکندر بن مسعود

---

[۱] مراۃ سکندری از شیخ سکندر بن محمد ص ۷، (مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۸ھ)

[۲] ایضاً ص ۷ تا ۸

تھے، جو ایک مدت تک حضرت مخدوم کے پاس اوچ میں رہے پھر ان کو تبلیغ و ارشاد کی غرض سے مانگرول (کاٹھیاواڑ) بھیجا گیا، شیخ سکندر سادوران کی اولاد نے تبلیغ و ارشاد کی خدمات کو اس علاقے میں باحسن وجوہ انجام دیا شیخ سکندر کے پوتے رکن الدین آدم کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو[1]

سکونت قصبہ منگلور (مانگرول) برحکم حوالت بندگی قطب الاقطاب عالم قدس سرہ العزیز سید سکندر مرحوم اختیار کردہ اند وقصبہ مذکور خاصہ اسلام نصب کردہ سید موصوف چوں بہ مغرب فنا فروشدند، والد ماجد مرحوم نیز تشبہ طریق وسع امکان باتمام رسانیدہ اند، بعد وفات والد مرحوم بندہ خاکروب بصورت لنگاں و کوراں و ضعیفان برحسب طاقت بشری بامید حیث من تشبہ بقوم فہو منہم و ان لم یعمل بعملہم دراں رہ می شتابد۔

قصبہ منگلور (مانگرول) کی سکونت قطب الاقطاب عالم (مخدوم جلال الدین) کے حکم سے سید سکندر مرحوم نے اختیار کی تھی اور اسلام کا جھنڈا اس قصبہ میں گاڑا تھا۔ جب سید موصوف انتقال فرما گئے تو والد مرحوم جہاں تک ہو سکا ان کے طریقے پر چلتے رہے اور والد مرحوم کے انتقال کے بعد یہ بندۂ ناچیز، کمزور و ناتواں اپنی طاقت کے مطابق ان کی مشابہت کے خیال سے اس کام میں سرگرم عمل رہا۔

... ...

آخر میں یہی خاندان مانگرول کی حکومت و امارات پر فائز ہوا، مولانا ابوظفر ندوی مرحوم لکھتے ہیں کہ ۷۷۰ھ (۱۳۶۸ء) میں فیروز شاہ تغلق نے ملک عزالدین کی ماتحتی میں ایک فوج

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ گجرات از مولانا ابوظفر ندوی ص ۱۵۳ - (ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۸ء)

راجہ کنور پال کی تنبیہہ کے لئے مانگرول بھیجی اس فوج میں سکندر بن مسعود بھی معہ اپنے مریدین اور متبعین کے تھے اور انہوں نے خوب داد شجاعت دی راجہ مارا گیا مسلمان فتحیاب ہوئے، اس فتح کی یادگار میں ایک جامع مسجد تعمیر ہوئی جو ۷۸۵ھ ۱۳۸۳ء میں مکمل ہوئی جیسا کہ ذیل کے کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدًا ۰ ط

در عہد خسروے کہ شہاں پیش درگہش
سر بر زمین نہادہ چو خاکیند در رہش

فیروز شاہ شاہ جہانگیر دین پناہ
بنیاد کفر زو شدہ اندر گل تباہ

شد چراغ شرع ازو یافتہ ضیاء
در عہد دولتش کہ مبا داش انزوا

بنیاد ایں مقام شد از فضل کردگار
از سعی عز الدین بن آرام شہر کار

اتمام ہم بدولت عہدش شد ایں مقام
امید آنکہ عفو گناہش بود تمام

از سال ہجری نبوی بود ہفت صد
ہشتاد و پنج گشتہ بروز انداز عدد

یارب ز فضل و عون خودش عفو کن تمام
با بینش را گناہ بکونین والسلام

بخط العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللہ طاہر عثمان جعفری۔ تاریخ گجرات ص ۲۱۲-۲۱۹

قدم شریف

دہلی میں لاہوری دروازہ کے جانب جنوب تقریباً ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر (علاقہ صدر متصل سرائے خلیل، عیدگاہ جھوٹی کھڑکی) قدم شریف کی درگاہ ہے، در اصل یہ شہزادہ فتح خان بن فیروز شاہ تغلق کی قبر ہے، اس پر ایک پتھر نصب ہے اور اس پتھر پر ایک نقش قدم بنا ہوا ہے جس کا انتساب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا جاتا ہے۔

مشہور ہے کہ یہ قدم شریف فیروز شاہ تغلق کے عہد میں حضرت مخدوم جہانیاں[2] جہاں گشت مکہ معظمہ سے دہلی لائے تھے۔[1] ۷۷۶ھ/۱۳۷۴ء میں فتح خاں کا انتقال ہوا تو یہ نقش قدم اس کی قبر پہ لگا دیا گیا اس کے بعد اس کے گرد مدرسہ، مسجد اور مکانات تعمیر ہوئے، یہاں فیروز شاہ تغلق کے خاندان نیز دوسرے امراء و رؤسا کی قبریں ہیں۔

فتح خاں کی قبر پر سنگ مرمر کا ایک چپٹا تعویذ نو فٹ لمبا، ساڑھے چار فٹ چوڑا اور ڈیڑھ فٹ اونچا ہے، اس کے بیچ میں تختہ سنگ قدم شریف ساڑھے تین فٹ لمبا اور ڈھائی فٹ چوڑا رکھا ہوا ہے، جس پر پورا نقش قدم مبارک افٹ ۱۲ انچ لمبا اور ۸" - انچ چوڑا نمایاں ہے۔[2]

سنگ مرمر کے ٹکڑے پر لکھا ہے۔[3]

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، محمد میر تحویل دار حسینی خانہ عالمگیر شاہی

سنگ مرمر پر یہ تحریر ہے:

رہ گم کناں رہنمائے محمد — ہدایت دہندہ ہدائے محمد

خوش آں مدرسہ منبر و بارگاہے — کہ در وے بباشد ثنائے محمد

شکستہ دلاں راشداں مرہمے — دلِ دردمنداں دعائے محمد

---

[1] واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم از مولوی بشیر الدین ص ۲۷۵ (آگرہ ۱۹۱۹ء)

[2] لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیومنٹس جلد دوم از مولوی ظفر حسن ص ۲۴۲ (کلکتہ ۱۹۱۹ء) و واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم ص ۲۸۵۔

[3] یہ کتبات لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیومنٹس جلد دوم از مولوی ظفر حسن ص ۲۴۳ تا ۲۴۴ (کلکتہ ۱۹۱۹ء) سے نقل کئے گئے ہیں۔

عرش گشتہ در زیر پا او مسلم   بر آں کو شدہ خاکپائے محمد
متمم از سگاں سگ کوئے اویم   شدہ شیرواں از گدائے محمد

..... عرف شیرواں خاں ابن ریحاں خاں حبشی ...... بودہ بتاریخ بست و سویم ربیع الثانی سنہ ۱۰۸۲ھ ایں ابیات در تحریر آوردہ۔ سنگ مرمر کے تالاب پر کندہ ہے:۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود   سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود
چو یوسف در قدم گاہ محمد   مجررا بتوفیق خدا ساخت
پئے تاریخ اتمام بنائش   شنیدم ہاتفے گفتہ بجا ساخت

ڈاکٹر ووگل نے سنہ ۱۹۰۸ء میں مندرجہ ذیل ایک اور کتبہ نقل کیا ہے[1]

"آب قدم الشرف محمد رسول اللہ" سنہ ۱۲۲۲ھ

یہ کتبہ سنگ مرمر کے ایک چھوٹے سے حوض کی ایک دیوار پر ہے اور اب یہ حوض عجائب خانہ (لال قلعہ دہلی) میں رکھا ہوا ہے۔

قدم شریف کے متعلق تمام معاصر کتب تاریخ خاموش ہیں، تاریخ فیروز شاہی (برنی) تاریخ فیروز شاہی (عفیف) سیرت فیروز شاہی اور حضرت مخدوم کے مستند ملفوظات جامع العلوم، خزانۂ جلالی، جواہر جلالی، مظہر جلالی، سفرنامہ وغیرہ میں کوئی حوالہ نہیں ملتا، البتہ فتوحات فیروز شاہی (ص ۲۳) میں ایک اشارہ ملتا ہے لیکن اس میں کوئی صراحت اس کے قدم نبوی ہونے یا حضرت مخدومؒ کے لانے کی نہیں ہے۔ نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں[2]:۔

---

[1] کیٹالاگ آف دی دہلی میوزیم آف آرکیولاجی از ڈاکٹر ووگل ص ۴۴ (کلکتہ سنہ ۱۹۰۸ء)
[2] الفرع النامی ص ۲۲۴۔

می گویند کہ آثار شریف نبوی پائے مصطفوی
کہ در دہلی است آوردۂ ایشان (حضرت
مخدوم) است لکن روایتے از حدیث
صحیحہ نزد محدثین ثابت نشدہ کہ در خور
اعتماد و اعتبار باشد در حدیثے نیامدہ کہ
نقش پائے مبارک بر سنگے چسپیدہ باشد۔
.. ..
.. ..

کہتے ہیں کہ آثار شریف نبوی میں سے قدم
شریف جو دہلی میں ہے وہ ان کا (حضرت
مخدوم) کا لایا ہوا ہے لیکن محدثین کے
نزدیک کسی صحیح حدیث میں ایسی کوئی
روایت نہیں ہے کہ جس پر اعتماد و اعتبار
کیا جائے اور کسی حدیث میں نہیں آیا ہے
کہ پائے مبارک کا نقش کسی پتھر پر آگیا
تھا۔

مفتی عبدالقادر رامپوری (ف سنہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۹ء) نے بھی ان ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔[1]
حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات کو صحابہ کرام نے بڑے ذوق و شوق اور صحت سے محفوظ رکھا ہے، مگر قدم شریف کے متعلق کوئی روایت نہیں ملتی۔ اگر ایسا واقعہ ہوتا تو اس کی روایت صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہوتی اور یقیناً حد تواتر کو پہنچتی مگر ایسا نہیں ہے۔

سید احمد شہید کی تحریک کے زمانہ میں شاہ اسماعیل شہید وغیرہ نے بدعات کا رد کیا اس زمانہ میں قدم شریف کی صحت اور عدم صحت کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا ہو گا۔ اسی لئے دو رسالے برہان محکم علی خذلان من نفی اثر القدم مولوی کریم اللہ (ف سنہ ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء) نے اور سیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول مولوی فرید الدین نے قدم شریف کی صحت کے

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول مرتبہ محمد ایوب قادری ص ۲۳۶ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی سنہ ۱۹۶۰ء

متعلق لکھے[1] اور ان رسالوں کے رد میں میاں نذیر حسین دہلوی (ف ۱۹۰۲ء) نے ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء میں ایک محققانہ رسالہ الدلیل المحکم فی نفی اثار القدم لکھا، یہ رسالہ فخر المطابع دہلی سے ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء میں طبع ہو چکا ہے[2]۔ اس سلسلہ کی ایک کتاب الاستشفاع والتوسل بآثار الصالحین وسید الرسل مولفہ حافظ محمد عمر عرف سراج الحق بن مولوی فرید الدین ہے جو ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء میں خادم اسلام پریس دہلی میں طبع ہوئی ہے، آثار الصالحین کے حوالے سے خان بہادر مولوی ظفر حسن (محکمہ آثار قدیمہ دہلی) نے اپنی کتاب "لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیومنٹس" میں سیر نامہ مولفہ احمد برنی[3] کی روایت نقل کی ہے کہ بادشاہ فیروز شاہ نے اپنے مرشد مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو خلعت خلافت لانے کے لئے مصر بھیجا وہ بڑے اعزاز کے ساتھ خلعت خلافت لائے خلیفہ نے ان کو قدم شریف بھی دکھایا، واپسی پر حضرت مخدوم نے فیروز شاہ سے قدم شریف کا ذکر کیا۔ فیروز شاہ کو قدم شریف حاصل کرنے کا شوق ہوا اور اس نے حضرت مخدوم کو اس کے لانے کے لئے تیار کیا، حضرت مخدوم بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں تیرہ کروڑ تین لاکھ تنکوں کے تحائف لے کر خلیفہ کی خدمت میں پہنچے، خلیفہ اس قدر خوش ہوا کہ اس نے نہ صرف قدم شریف

---

[1] ریاض الانوار از حافظ محمد عمر عرف سراج الحق جلد اول ص ۲۰۲ نصرت المطابع دہلی ۱۳۰۲ھ

[2] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۴۴ و مخدوم زادگان فتح پور حصہ اول از مولوی مسعود علی محوی ص ۳۴ تا ۳۵ (حیدر آباد دکن ۱۹۴۲ء)

[3] ہم عصر مآخذ میں سیر نامہ برنی کا کوئی حوالہ نہیں ملتا سیر نامہ کے تمام نسخے بارھویں صدی یا اس کے بعد کے ہیں، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مجاوروں نے "احمد برنی" کے نام سے سیر نامہ کا رسالہ وضع کیا ہے[4] لسٹ آف محمڈن اینڈ ہندو مونیومنٹس، جلد دوم ص ۲۴۳

دیدیا بلکہ اس کے دو خادم حاجی محمد اور حاجی شمس الدین کو بھی ساتھ کر دیا، جب حضرت مخدوم قدم شریف لے کر آئے تو بادشاہ نے بیس میل سے استقبال کیا اور قدم شریف کو اپنی قبر میں لگانے کے لئے رکھا مگر ایک موقع پر اپنے پوتے فتح خاں سے خوش ہو کر اس کو بخش دیا، بالآخر فتح خاں کی قبر پر قدم شریف نصب ہوا۔ یہ واقعہ ۷۶۷ھ (۱۳۶۵-۶ء) کا بیان کیا جاتا ہے[1]

تاریخی اعتبار سے یہ بیان طلسم ہوشربا کی داستان معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ تاریخ فیروز شاہی وغیرہ میں خلعت خلافت کا آنا بڑی وضاحت سے مرقوم ہے حکومت کے تیسرے سال فیروز شاہ کو درگاہ خلافت سے منشور عطا ہوا، اس موقع پر اس نے جشن عام منا کر خوشی کا اظہار کیا[2] ۷۵۵ھ (۱۳۵۴ء) میں المعتضد باللہ ابوبکر بن الحاکم نے شیخ شہاب الدین احمد صامت کے ہاتھ منشور روانہ کیا اور فیروز شاہ کو سیف الخلافت اور قسیم امیر المومنین خطابات عطا فرمائے۔[3] ۷۶۴ھ (۱۳۶۲ء) میں محمد ابوبکر المتوکل علی اللہ نے قاضی بہاء الدین اور خواجہ کافور کے ہاتھ ایک منشور بھیجا اس منشور میں یہ بھی مرقوم تھا کہ جس نے سید السلاطین فیروز شاہ کی فرمانبرداری کی اس نے گویا خدا اور رسول کی فرمانبرداری کی[4] ۷۶۶ھ (۱۳۶۴ء) میں متوکل علی اللہ کی طرف سے ناصر الدین دوادار خلیفہ اور اشرف الدین نفاعی کے ذریعہ ایک اور منشور آیا[5] فیروز شاہ تغلق نے محمود شمس کے ذریعہ دربار خلافت کو ہند پاکستان

---

[1] یہ روایت سب سے پہلے شجرۂ سہروردیہ (حالات سماء الدین دہلوی) از احمد خاں اکبر شاہی تالیف عہد اکبری ۹۸۵ھ (ورق ۳۷ب۔ ۳۹ل) میں مجاوروں کے حوالہ سے نقل ہوئی ہے۔

[2] تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ص ۲۷۴ [3][4] سیرت فیروز شاہی ورق ۱۴۰ بحوالہ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۳۰۴ [5] ایضاً ص ۳۱۴

اوقاف، مساجد، رباطات، مدارس اور خوانق وغیرہ کے متعلق پوری تفصیل روانہ کی۔

۷۷۱ھ / ۱۳۶۹ء میں محمود شمس کے ساتھ قاضی نجم الدین قریشی اور خواجہ کافور بھی آئے اور خلیفہ کی طرف سے ایک وقف نامہ لائے۔ یہ دربار خلافت سے تعلقات کی تاریخی حیثیت ہے

۷۶۷ھ / ۱۳۶۵-۶ء میں قدم شریف کا لانا بیان کیا جاتا ہے[1]۔ اس زمانہ میں حضرت مخدوم ہندوپاکستان میں تھے ان کا کہیں باہر جانا ثابت نہیں ہے، کیونکہ اسی زمانے میں فیروز شاہ تغلق نے ٹھٹھہ پر تاخت کی تھی اور اس موقع پر حضرت مخدوم نے مصالحت کے فرائض انجام دئے تھے جس کی تفصیل پچھلے باب میں گزر چکی ہے، سیر نامہ کے مؤلف نے فتح خاں کو فیروز شاہ کا پوتا لکھا ہے جو غلط ہے، فتح خاں فیروز شاہ کا بیٹا تھا، ایک ہم عصر مورخ سے یہ غلطی عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔

مؤلف واقعات دارالحکومت دہلی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) کے ایک وصیت نامہ اور خط کا حوالہ دیا ہے، مگر ان چیزوں کی صحت کی سند بیان نہیں کی ہے[2]۔ اس کے برخلاف شیخ عبدالحق نے حضرت مخدوم کے جو حالات اخبار الاخیار میں لکھے ہیں ان میں قدم شریف کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (ف ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۳ء) کا ارشاد ہے کہ قدم شریف کو محدثین صحیح نہیں جانتے ہیں۔۔۔۔۔ میں نے ہر چند اس کی سند کو تلاش کیا مگر نہ پایا[3]۔۔۔۔ قصیدہ بردہ

---

[1] تذکرہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت از سخاوت مرزا ص ۱۱۱ دی انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز، آئندہ حوالہ میں اس کو "تذکرہ مخدوم" لکھا جائے گا، حیدرآباد دکن ۱۹۶۲ء

[2] واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم ص ۴۰۵ [3] ملفوظات شاہ عبدالعزیز اردو ترجمہ مفتی انتظام اللہ و مولوی محمد علی ص ۱۴۷، (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی ۱۹۶۰ء)

میں قدم شریف کا پتھر میں اثر ہونا لکھا ہے مگر اثر کے دوسرے معنی بھی لئے جا سکتے ہیں۔[1]

حافظ محمد عمر عرف سراج الحق دہلوی نے اپنے مرشد حافظ عبد العزیز عرف مقبول احمد دہلوی کے ملفوظات و حالات ریاض الانوار کے نام سے دو جلدوں میں لکھے ہیں اس میں بھی قدم شریف کے متعلق خامہ فرسائی کی ہے، مگر بیان بالکل بے وزن اور پوچ ہے تاریخ و سیر سے ان کو کوئی سند نہیں مل سکی۔[2]

انقلاب ۱۹۴۷ء میں قدم شریف کا تمام علاقہ، مساجد، قبرستان، خانقاہ، اور خاص قدم شریف کے وسیع دالان پر ہندو اور سکھ شرنارتھیوں نے قبضہ کر لیا تھا، قبرستان میں مکان بنا لئے ہیں، اب بھی بعض مسجدیں ان کے قبضہ میں ہیں جن میں وہ بہ حیثیت مکان کے رہتے ہیں، پختہ اور سنگ مرمر کی سیکڑوں قبریں مسمار کر دی گئی ہیں ۱۹۵۹ء میں قدم شریف کا دالان اور دو مسجدیں شرنارتھیوں سے حکومت ہند نے خالی کروا کے مجاوروں کے سپرد کی ہیں۔ قدم شریف اب فتح خاں کی قبر پر نہیں ہے بلکہ علیحدہ مجاوروں کے پاس رہتا ہے۔ ۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء بروز شنبہ ہماری درخواست پر مجاوروں نے قدم شریف دکھایا۔ سفید پتھر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے جس میں قدم جیسا نشان ہے قدم کی لمبائی ایک بالشت پانچ انگشت ہے، اب وہاں کسی قسم کا کوئی کتبہ وغیرہ نہیں ہے اور اس تختہ سنگ قدم شریف کی وہ لمبائی اور چوڑائی نہیں جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے دہلی کے مشہور قدم شریف کی دیکھا دیکھی زمانہ شناس لوگوں نے ہند و پاکستان میں متعدد جگہ قدم شریف کی زیارتیں قایم کر رکھی ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں:-

---

[1] ملفوظات شاہ عبد العزیز ص ۲۳

[2] ریاض الانوار جلد اول ص ۱۹۶ تا ۲۳۰

۱۔ خاص دہلی ہی میں جامع مسجد کے جو تبرکات ہیں ان میں بھی یہ "قدم رسول" موجود ہے، ایک سیچفر پر ایک بالشت ۶ انگشت لمبا نشان ہے۔

۲۔ لاہور میں، کوئی بزرگ حاجی جمیل مکہ معظمہ کی طرف سے یا ایران سے قدم شریف لائے تھے اور حاجی جمعیت نے ان قدموں کے لئے ایک گنبد بھی بنوایا تھا اب یہ قدم شریف مادھو لال حسین کے مزار کے سرہانے ایک گنبد میں نصب ہیں، یہاں دونوں قدموں کے پنجوں کے نقش ہیں[۱]

۳۔ لاہور میں شاہی مسجد کے تبرکات میں بھی قدم شریف ہے، اس میں پورے پاؤں کا نقش ہے[۲]

۴۔ آگرہ میں شاہ گنج اور سکندرہ کی پختہ سڑک پر قدم رسول کی درگاہ ہے جسے سنہ ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء میں شاہجہاں کے میر توزک خدمت پرست خاں نے تعمیر کرایا تھا۔ اس درگاہ کے پنچ حجرے، مغربی ضلع میں مسجد اور باقی اضلاع میں دوہرے دالان ہیں درمیانی صحن مربع ہے اس میں ایک حوض اور درمیان میں قدم شریف کا ایک خوشنما حجرہ بنا ہوا ہے۔ حجرے کے وسط میں چبوترہ ہے، درمیان میں ایک پتھر پر قدم شریف ہے اس درگاہ سے متعلق کچھ وقف بھی ہے[۳]

---

[۱] ملاحظہ ہو تحقیقات چشتی از نور احمد چشتی ص ۲۹۵-۲۹۸ (حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور سنہ ۱۳۲۴ھ) و حدیقۃ الاولیاء از منشی غلام سرور لاہوری ص ۱۶۱ تا ۱۶۲ (مطبع نامی نول کشور کان پور)

[۲] مکتوب حکیم محمد موسیٰ امرتسری بنام راقم مورخہ ۱۳ مئی سنہ ۱۹۶۳ء

[۳] مرقع اکبر آباد از مولوی سعید احمد مارہروی ص ۱۶۷، ۱۱۸ (آگرہ سنہ ۱۹۳۱ء)

۵۔ آگرہ میں محلہ جڑی مار ٹولے میں یوسف شاہ کی مسجد ہے یوسف شاہ کے مزار پر بھی ایک خوش نما محراب کے اندر قدم شریف نصب ہے، محراب کے اطراف میں بخط نستعلیق یہ شعر کندہ ہے ؎

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد شد[1]

۶۔ جے پور میں قدم شریف کی درگاہ ہے، ربیع الاول میں بارہ تاریخ کو بڑا ازدحام ہوتا ہے، آج کل سلیم الدین صاحب مہتمم ہیں۔

۷۔ خیر آباد (ضلع سیتا پور) میں نصیر الدین حیدر کے زمانہ میں سمی مکا درزی نے چالاکی سے بڑا عروج حاصل کر لیا تھا۔ لکھنؤ میں بڑی عالیشان عمارتیں بنوائیں، خیر آباد میں پختہ حویلی، دیوان خانہ، امام باڑہ اور مسجد بنوائی اس کے ساتھ قدم رسول کی زیارت گاہ بھی بنوائی ہے[2]

۸۔ رام پور (یو۔پی) میں نواب کلب علی خاں (ف ۱۸۸۷ء) کے زمانہ میں قدم شریف کی ایک خوش نما عمارت تعمیر ہوئی حکیم نجم الغنی رام پوری لکھتے ہیں[3]

جب ایک نشان قدم، پتھر پر آنحضرت کے قدم شریف کے نام سے ان (نواب کلب علی خاں) کو ملا تو اس کو نہایت عقیدت کے ساتھ بے نظیر کے متصل

---

[1] مرقع اکبر آباد از مولوی سید احمد مارہروی ص ۱۶۷ ، ۱۱۸ (آگرہ ۱۹۳۱ء)
[2] تاریخ اودھ جلد چہارم از حکیم نجم الغنی ص ۳۴۳ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۸ء)
[3] اخبار الصنادید جلد دوم از حکیم نجم الغنی خاں ص ۲۱۱ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

ایک مذہبی زیارت کے طور پر قایم کیا اور اس کی خوشنما عمارت تیار ہو کر ۱۶ محرم ۱۲۸۹ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۸۷۲ء کو منگل کے دن اس کی رسم افتتاح ادا کی گئی، محدثین کو اس بات میں اختلاف ہے کہ آنحضرت سے کوئی ایسا معجزہ ظہور میں آیا ہے یا نہیں، سیرت شامی میں معجزہ قدم کا انکار ہی کیا ہے، ایک بار یہ قدم نواب صاحب کے عہد میں چوری بھی گیا تھا، جو بہت سی کوشش کے بعد دستیاب ہوا جب سے نواب صاحب نے انتقال کیا ہے قدم شریف کا بھی چرچا گھٹ گیا۔

باغ بے نظیر کے پاس یہ عمارت تعمیر ہوئی ہے اس پر "یثرب ہندوستان" ۱۲۸۸ھ تحریر ہے یہ قدم شریف صرف ایک بالشت لمبا ہے۔

۹۔ رام پور میں شاہ بغدادی عبداللہ[1] م ۱۲۰۷ھ ۱۷۹۲ء کے مزار پر بھی ایک قدم رسول نصب ہے اس کی لمبائی ایک بالشت ۷ انگشت ہے

۱۰۔ رام پور میں ایک قدم شریف شاہ درگاہی[2] م ۱۲۲۶ھ ۱۸۱۱ء کی درگاہ میں بھی ان کے سرہانے والے حجرے کے ایک طاقچے میں نصب ہے، یہ قدم شریف دو بالشت لمبا ہے۔

۱۱۔ کٹک (صوبہ اڑیسہ) میں بھی ایک زیارت گاہ قدم رسول کے نام سے ہے، جو عالمگیر ثانی کے عہد میں ۱۱۶۹ھ ۱۷۵۶ء میں تعمیر ہوئی تھی اس کے دروازہ پر یہ تاریخ درج ہے[3]۔

---

[1] شاہ بغدادی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رام پور از احمد علی خاں ص ۴۲-۴۳-۴۴ دہلی ۱۹۲۹ء) [2] شاہ درگاہی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رام پور ص ۱۲۴ تا ۱۲۷

[3] مفتاح التواریخ از طامس ولیم بیل ص ۳۳۶ نول کشور پریس کانپور ۱۸۶۷ء

بارگاہ خدیو دو جہانی
پناہ عالم انسی و جانی
مرتب گشت نوبت خانۂ دیں
بعہد شاہ عالمگیر ثانی
چو فرزند مصالح دین محمد
کہ دیدار علی نامش بدانی
بدرگاہ نبی ایں قصر آراست
خدا حاصل کند مقصود جانی
سوال سال تاریخش چو کردم
سروش غیب گفت از مہربانی
چو طبل کفر را سر شکنی از وے
ز نوبت خانہ دیں سال خوانی

۱۲۔ قصبہ آنولہ (ضلع بریلی) کے ایک شخص حافظ امیر الدین عہد جوانی میں روپوش ہو گئے تھے غالباً ۱۹۴۲ء میں بڑھاپے میں صوفی و عامل بن کر واپس ہوئے وہ اپنے ساتھ ایک قدم شریف لائے تھے، جمعرات کو زیارت قدم شریف ہوتی تھی، نذر اور چڑھاوے شروع ہو گئے تھے دو تین سال ہی میں ان کا انتقال ہو گیا، معلوم نہیں پھر اس پتھر کا کیا ہوا۔

۱۳۔ دیوبند (ضلع سہارنپور) میں پیر جی زاہد حسن ولد شیخ ریاض احمد کے یہاں ایک قدم شریف ہے جو ان کو نمبردار عبدالشکور ٹانک ساکن موضع رسول پور سے ملا ہے اس کی لمبائی ایک بالشت ۶ ۱/۲ انگشت ہے، ہر انگلی علیحدہ علیحدہ کھلی ہوئی معلوم

ہوتی ہے، انگوٹھے کے قریب والی انگلی انگوٹھے سے بڑی ہے، دوسرے جگہ یہ بات نہیں ہے دیوبند کا یہ قدم شریف بھی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

آنولہ، دیوبند، رامپور، دہلی اور لاہور کے قدم شریف ہم نے خود دیکھے ہیں لمبائی چوڑائی، انگلیوں کی ساخت، نقش کی گہرائی، پتھروں کے اقسام کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور زبان حال سے اپنے جعلی و وضعی ہونے کا اعلان کر رہے ہیں،[1] افسوس کہ امت مسلمہ جو دنیا میں توحید کی سب سے بڑی مبلغ اور علم بردار تھی آج قدم کے نقوش و آثار کی پرستش میں مبتلا ہے۔

قدم رسول کی مزید تلاش کی جائے تو ہند و پاکستان کے اکثر مقامات پر ایسے قدم شریف ملیں گے جن کی کوئی اصل نہیں ہے، بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ حضرت علیؓ کے قدم شریف بھی زیارت گاہ بنے ہوئے ہیں، ایسی ہی ایک زیارت دہلی میں ہے جو "شاہ مرداں" کہلاتی ہے، کربلا کے احاطے سے آگے ایک بہت بڑا فصیل نما احاطہ ہے جو شاہ مرداں یا علی گنج کے نام سے مشہور ہے، ادھم بائی زوجہ محمد شاہ بادشاہ جن کو احمد شاہ کے عہد سلطنت میں اول نواب بائی اور پھر نواب قدسیہ صاحب الزمانی کا خطاب ملا، شیعہ مذہب تھیں ۱۱۳۷ھ/۱۷۲۴ء میں ان کے پاس ایک پتھر آیا جس پر حضرت علیؓ کے قدم مبارک کا نقش بیان کیا گیا۔ نواب قدسیہ بیگم نے اس نقش قدم کو سنگ مرمر کے ایک حوض میں نصب کرایا ۱۱۶۲ھ/۱۷۴۸ء میں جاوید خاں خواجہ سرا کے اہتمام سے چار دیواری مجلس خانہ، مسجد اور حوض تعمیر ہوئے، پھر ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء میں عشرت علی خاں نے مجلس خانہ بنوایا، مجلس خانہ کی پیشانی پر سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ نصب ہے۔

---

[1] آپ کا جوتا ایک بالشت دو انگل تھا تلوے کے پاس سے سات انگل چوڑا تھا (شمائل ترمذی ۲۹ ۱۲ (۳) ۲۹

قال محمد حبیب اللہ بد انا مدینۃ العلم و علی بابہا ، در عہد مبارک احمد شاہ بہادر بادشاہ غازی بموجب ارشاد نواب قدسیہ حضرت صاحبہ زمانیہ باہتمام نواب بہادر جاوید خاں صاحب بسر براہے خاکسار لطف علی خاں تعمیر قلعہ و مجلس خانہ و مسجد و حوض در یک سال مرتب شد"[1]

دہلی میں اس سے قبل بھی قدم شریف حضرت علیؓ کی درگاہ تھی جس کی تعمیر عہد جہانگیری کے ایک شیعہ امیر موسوی خاں نے کرائی تھی ممکن ہے کہ اسی عمارت کو اودھم بائی نے ازسرِ نو ترقی دی ہو۔[2]

حضرت علیؓ سے منسوب ایک قدم شریف اوچ میں بھی ہے جو ایک بہت بھاری پتھر میں تقریباً دو فٹ لمبا چھ فٹ چوڑا اور ۱ فٹ گہرا گڑھا ہے اس پتھر کے متعلق بھی مشہور ہے کہ اس کو حضرت مخدوم لائے تھے[3] حضرت مخدوم کے مقبرے کے پاس کوٹھری میں یہ پتھر رکھا ہوا ہے اس کوٹھری کے دروازے پر تحریر ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنہ ۱۳۳۰ھ

تاریخ عمدہ ازسرِ نو

دریں روضہ پاک شیر جلی مبارک قدم است مولا علی

---

۴۵ اس سے آپ کے قدم مبارک کی لمبائی چوڑائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

[1] واقعات دار الحکومت دہلی حصہ سوم ص ۶۰-۶۱۔
[2] ذخیرۃ الخوانین از شیخ فرید بھکری ورق ۱۴۱ (قلمی) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی لائبریری کراچی [3] تاریخ اوچ

مرمت شدہ در زماں شاہ دیں ‌ ‌ ‌ ‌ شہ نو بہار گرامی ولی
ببیں فیض در روضہ عنبر سرشت ‌ ‌ ‌ ‌ ..... شغل است ذکر علی ونبی

دہلی میں دو پرانے برگد اور کھرنی کے درختوں کے متعلق بھی عوام میں یہ روایت مشہور ہے کہ ان درختوں کو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے لگایا تھا۔ کھرنی کا درخت شاہ ترکمان بیابانی کے مزار کے احاطے میں واقع ہے[1]۔

ابن بطوطہ حضرت مخدوم کی خدمت میں

۷۳۴ھ ؍ ۱۳۳۴ء میں مشہور سیاح ابن بطوطہ سیاحت سندھ کے دوران اوچ پہنچا تو حضرت مخدوم کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور خرقہ حاصل کیا، بطوطہ لکھتا ہے کہ بھکر سے چل کر ہم اوچ کے شہر میں پہنچے یہ شہر دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے بڑا شہر ہے، بازار بہت عمدہ ہے، عمارتیں مضبوط ہیں، اس زمانہ میں اوچ کا حاکم جلال الدین کیجی تھا، ابن بطوطہ کی حاکم شہر سے دوستی ہو گئی، ابن بطوطہ حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مخدوم نے اس کو اپنا خرقہ عنایت کیا، اس نے مخدوم کو صالحین میں شمار کیا ہے[2]۔

حضرت مخدوم اور خواجہ گیسو دراز کے تعلقات

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (ف ۸۲۵ھ ؍ ۱۴۲۲ء) اکابر اولیاء ہند میں شمار ہوتے ہیں وہ ۷۲۱ھ ؍ ۱۳۲۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ نے

---

[1] سرور یاض (سر دہلی) از شیخ ریاض الدین احمد مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد ص ۲۷ (علی گڑھ ۱۹۶۲ء)

[2] سفرنامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۱۸ تا ۱۹

سنہ ۷۵۷ھ/۱۳۵۷ء میں ان کو اپنی خلافت اور جانشینی سے سرفراز فرمایا۔

حضرت گیسو دراز سنہ ۸۰۱ھ/۱۳۹۸ء تک دہلی میں مقیم رہے، اس کے بعد دکن تشریف لے گئے وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے چشتیہ سلسلہ میں پیر بھائی ہیں، حضرت مخدوم اکثر دہلی تشریف لیجاتے تھے، ان دونوں بزرگوں میں خاص روابط و تعلقات تھے اور اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں جیسا کہ تبصرۃ الخوارقات میں ایک جگہ اس کا ذکر ملتا ہے[1]

حضرت بندگی مخدوم (خواجہ گیسو دراز) رضی اللہ عنہ را قوتے بود، ہر کس را کہ بکنار می گرفتند، نعمت می دادند و ہم می ستدند چنانچہ حکایت حضرت بندگی مخدوم و حکایت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ خواندہ باشی۔

.. ..

.. ..

حضرت بندگی مخدوم (خواجہ گیسو دراز) رضی اللہ عنہ صاحب قوت تھے جس کسی سے بغل گیر ہوتے تھے اس کو نعمت باطنی سے سرفراز فرماتے تھے اور اس سے نعمت باطنی حاصل بھی کرتے تھے جیسا کہ تم نے حضرت بندگی مخدوم (خواجہ گیسو دراز) اور سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات پڑھی ہوگی۔

افسوس کہ ان ملاقاتوں کی تفصیل نہیں ملتی۔

حضرت مخدوم ابو شرف الدین احمد یحیی منیری

شیخ شرف الدین یحیی منیری (م سنہ ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء) اپنے زمانہ کے

[1] تبصرۃ الخوارقات از خواجہ من اللہ بن خواجہ علی اللہ حسینی (قلمی) ص ۸۵ (مملوکہ مولوی الو حسین نفیس رقم لاہور)

اولیاء کاملین میں سے تھے، انہوں نے پورب میں ایک مدت تک رشد وہدایت کی مجالس برپا رکھیں، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شیخ شرف الدین یحیٰ منیری کا بڑا احترام واعزاز فرماتے تھے، مناقب الاصفیا کی روایت ہے۔[1]

چوں جلال الدین در شہر دہلی در آمدے رو بسوی بہار کردے وسینہ مالیدے وفرمودے بوئے عشق از طرف بہار می آید۔

جب جلال الدین دہلی میں تشریف لاتے تو بہار کی طرف منہ کرکے سینہ ملتے اور فرماتے کہ بہار کی طرف سے عشق ومحبت کی بو آرہی ہے۔

مناقب الاصفیاء کی روایت کے مطابق حضرت مخدوم آخر عمر میں شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ کے مکتوبات اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے صاحب مناقب الاصفیاء لکھتے ہیں۔[2]

جلال بخاری را پرسیدند کہ در آخر عمر در چہ مشغول اید فرمود در مطالعہ مکتوبات شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری باز پرسیدند مکتوبات شیخ شرف الدین منیری چگونہ است فرمود بعضے محل ہنوز فہم نشدہ است۔ .. ..

(حضرت) جلال بخاری سے پوچھا کہ آخر عمر میں کیا شغل رہتا ہے فرمایا کہ شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری کے مکتوبات کے مطالعہ میں مشغول رہتا ہوں پھر پوچھا کہ شیخ شرف الدین کے مکتوبات کیسے ہیں، فرمایا کہ بعض مقامات ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آئے ہیں۔

حضرت شرف الدین یحیٰ منیری کے مکتوبات کے تین مجموعے (۱) یک صدی (۲) سہ صدی (۳)

---

[1] مناقب الاصفیاء از شعیب فردوسی ص ۱۴۰-۱۴۱ مطبع نور الآفاق کلکتہ ۱۸۹۵ء

[2] ایضاً ص ۱۴۰

بت و ہشت شائع ہو چکے ہیں

اخلاق و عادات

حضرت مخدوم اخلاق و عادات میں اتباع سنت کا بہت خیال رکھتے تھے، عاجزی و انکساری ان کی عادت میں داخل تھی کسی معاملہ میں برتری یا امتیاز کا احساس نہیں ہونے دیتے تھے مریدین و حاضرین پر بدرجہ اتم شفقت فرماتے تھے، بہت سے مریدین و متعلقین کا وظیفہ مقرر تھا جب مجلس ختم ہوتی تھی تو شکر یا شیرینی وغیرہ جو فتوح میں آتی تھی تقسیم کی جاتی تھی، مجلس میں پان بھی کھلائے جاتے تھے[۱] حضرت مخدوم کھانا کھانے کے بعد کبھی کبھی چورن بھی کھایا کرتے تھے[۲] مخدوم اپنے شیخ عبد اللہ یافعی کے تباع میں اکثر ٹوپی سے نماز پڑھا کرتے تھے[۳] وہ جب گھر میں داخل ہوتے تھے تو سلام کرتے تھے اور اس سلسلہ میں دوسروں کو بھی تاکید فرماتے تھے[۴] حضرت سواری نہیں رکھتے تھے بلکہ ڈولی میں سوار ہوتے تھے[۵] لباس میں کبھی کبھی شلوار اور اتباع سنت میں نعلین پہنا کرتے تھے[۶] پانی یا شربت ہمیشہ تین سالنوں میں پیا کرتے تھے، ایک مرتبہ سحری کا کھانا آیا اس میں پیاز تھی انہوں نے پیاز کھائی[۷] مخدوم باوجود پیرانہ سالی کے تمام اوراد و وظائف پابندی سے ادا کرتے تھے اور آخر عمر میں اکثر بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا درہم و مہر کو نیچے نہ رکھنا چاہئے اس لئے کہ اس میں حروف کے نقش ہیں ان کی تعظیم کرنی چاہئے[۸] حضرت مخدوم کے کئی خادم اور منشی تھے ان میں سے ایک خادم کا نام حسن اور ایک منشی کا نام نور الدین تھا[۹]

---

۱ الدر المنظوم ص ۳۳۷ ۲ ایضاً ص ۴۳۸ - ۴۳۹ ۳ ایضاً ص ۱۲

۴ ایضاً ص ۸۵ ۵ ایضاً صفحہ ۱۴۷ ۶ ایضاً ص ۱۹۴، ۲۴۸

۷ ایضاً ص ۲۹۰، ۳۴۲ ۸ ایضاً ص ۷۰۵، ۸۱۶، ۴۴۴ ۹ ایضاً ص ۵۴، ۵۴۲

حضرت لڑکیوں کو گڑیاں کھیلنے سے منع نہیں کرتے تھے، وقت ضرورت ہندو بنئے سے قرض بھی لیتے تھے۔[1] کچھ لوگ حضرت مخدوم کی خدمت میں سجدہ کرنے لگے تو انہوں نے فرمایا کہ غیر حق کو سجدہ روا نہیں ہے اور ہمارے مذہب حنفی میں سجدۂ تحیۃ منسوخ ہے[2]

ایک مرتبہ کسی عزیز کا خط مخدوم کے پاس آیا فرمایا کہ فوراً جواب دو اس لئے کہ خط کا جواب دینا اسی طرح واجب ہے جس طرح سلام کا جواب دینا واجب ہے، ایک مرتبہ نظام الملک کے بھانجے جمال الدین، مولانا کریم الدین کی عرضداشت لائے اور سونے کا تنکہ ان کی طرف سے اور چاندی کا تنکہ اپنی طرف سے مخدوم کی خدمت میں نذر کیا، حضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی تمہارے لئے ہدیہ لائے تو تمہیں بھی بدلہ دینا چاہئے اور اگر مقدرت نہ ہو تو اس کے لئے دعائے خیر کرنی چاہئے، اس کے بعد اپنی باراتی ان کو دیدی اور فرمایا کہ یہ میری ذاتی آمدنی سے ہے اور حاضرین کو تاکید فرمائی کہ ہدیہ کا بدلہ ضرور دینا چاہئے[3]۔

ایک مرتبہ دو لونڈیاں اور پانسو تنکے فتوح میں آئے تو حسن خادم سے فرمایا کہ حفاظت سے رکھو کہ کہیں خانگی چور (فرزند محمود) نہ دیکھ لے ورنہ وہ سب لے جائیگا یہ دونوں لونڈیاں میں اپنے پاس رکھوں گا تاکہ استنجا اور وضو کرائیں، میں ضعیف ہو گیا ہوں شاید یہ کچھ سیکھ لیں اور پانسو تنکے فخر الدین گازرونی کو دوں گا کیونکہ وہ وطن جانا چاہتے ہیں[4]

---

[1] الدر المنظوم ص ۱۳۷ - ۱۷۸ - [2] ایضاً ص ۷۲۶ -

[3] الدر المنظوم ص ۹۱۴ - ۹۲۰ -

[4] ایضاً ص ۶۸۱ -

وصال حضرت مخدوم کی عمر شریف اٹھتر سال کی ہوئی سال وفات ۷۸۵ھ / ۱۳۸۴ء ہے[1] ۱۰ ذی الحجہ (۳ فروری ۱۳۸۴ء) عید قربان چہارشنبہ کا دن تھا۔ نماز دوگانہ ادا کرنے کے بعد طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور غروب آفتاب کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت، فلاح و خیر اور علم و فضل کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مخدوم کے زمانۂ علالت کا ایک خاص واقعہ نواہوں، دا سوختہ اوچ کا قتل ہے، جس کا ذکر شیخ راجہ قتال کے بیان میں آئے گا۔ مزار شریف اوچ سابق ریاست بھاولپور میں ہے، دروازہ پر درج ذیل تاریخ ثبت ہے[2]۔

تاریک گشت جملہ جہاں بے جمال شاہ
تاریخ بود ہفت صد ہشتاد و پنج سال

ایک اور مقام پر تاریخ وفات "مخدوم اہل جہاں" درج ہے[3]۔

حضرت مخدوم کا مزار ایک وسیع دالان کے اندر ہے، اس دالان میں بہت سی قبریں ہیں، دروازہ پر مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہوئے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء میں خانقاہ کی مرمت حامد محمد نوبہار خاں کے زمانہ میں ہوئی۔

۱؎ اخبار الاخیار ص ۱۴۳، خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۶۳

۲؎ تاریخ اوچ ص ۱۰۵ ۳؎ الدر المنظوم کے آخر میں محمد فاضل اکبرآبادی مؤلف مجمع الوصلین کا قطعہ تاریخ تولد و رحلت حضرت مخدوم شامل ہے اس میں سن رحلت ۷۸۶ھ تحریر کیا ہے۔ خزینۃ الاصفیاء اور تاریخ اوچ سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ انتقال میں اختلاف ہے مگر ۷۸۵ھ / ۱۳۸۴ء پر اکثر نے اتفاق کیا ہے۔

تاریخ مرمت خانقاہ مقدسہ حضرت مخدوم جہانیاں صاحب علیہ الرحمۃ

حبذا ماں خاص حامد محمد نوبہار	؏	شد مرمت روضہ شاہ افتخارِ اولیاء
کاشف سر الٰہ حضرت جلال الدین نام	؏	در جہاں مشہور مخدوم جہانیاں بر ملا
چون بعالم آمدہ این وارث قطب کمال	؏	اسعاد شعبان المعظم چارم مصطفا
رفت چوں ایں بادشاہ دین پیر از جہاں	؏	تاریخ بود عید الضحیٰ جاں خود بحق کردہ فدا

۷۸۵ھ

نغمہ سرائے ساختہ در مدحش مرغان کاخ	؏	زائریں در روضہ اطہر شاغل اند اندر دعا

۱۹۱۲ء

مخزن اسرار مخدوم جہانیاں شد رقم	؏	بر آستاں سعود جبیں از صدق دل شاہ و گدا
دائما روشن بود ایں چراغ دین نبی	؏	حامد محمد نوبہار شاہ دین سلطان ما
خلق احسان را بسر برنہ بعلم و حلم خویش	؏	ما در گیتی تزادہ ہم چو ..... پارسا
کامراں باشد مخلد در جہاں سلطان فیض	؏	عابد و ساجد فہیم و صاحب جود و عطا

حضرت مخدوم کی خانقاہ کے متصل ایک چھوٹی سی کوٹھری میں حضرت علیؓ کا قدم بتایا جاتا ہے جس کا ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ خانقاہ کے متصل ہی ایک مسجد ہے جسے مسجد الحجاج یا مسجد حاجات کہتے ہیں حضرت مخدوم بالعموم اسی مسجد میں عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے بعض حضرات نے مسجد حجاج کی وجہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ اس مسجد میں ہمیشہ حجاج اقامت پذیر ہوتے تھے، اس لئے اس کو مسجد حجاج کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ بھی اس مسجد میں معتکف ہوتے تھے۔[1]

---

[1] تاریخ اوچ صفحہ ۱۰۴ و صفحہ ۱۰۶

صدرالدین راجو قتالؒ

صدرالدین راجو قتال، حضرت مخدوم کے چھوٹے بھائی تھے، دونوں بھائیوں میں بڑی محبت اور خلوص تھا حضرت مخدوم کے ساتھ ان کے بھائی کا اکثر ذکر آتا ہے، اس لئے ہم نے راجو قتال کا علیحدہ ذکر کرنا مناسب سمجھا حضرت راجو قتال کے حالات میں حاجی حامد گنج بخش نے ایک کتاب "مناقب الولایت" لکھی ہے، خلیفہ اللہ داد خاں صاحب کے کتب خانہ میں اس کتاب سے استفادہ کا موقع ملا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کتاب صدرالدین راجو قتال کے قریب زمانہ میں لکھی گئی ہے، کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے[1]۔

"اما بعد بندۂ کمترین خاکپائے سادات حاجی حامد گنج بخش گنج گیر کھیتو درویش حسنی الگیلانی می گوید کہ باعث تسوید این ارقام آنکہ کلمہ چند از کلمات قدسیہ واز حالات قطب الفلک و مرشد الملک حضرت مخدوم شیخ صدرالدین محمد راجن کتال..... از کتب صغائر و کبائر التقاط کردہ ...... مناقب الولایت نام نہاد"

حضرت راجو قتال کی پیدائش ۱۰ شعبان ۷۰۶ھ/۱۳۵۹ء کو ہوئی[2]، تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے

---

[1] مناقب الولایت از حامد گنج بخش (قلمی) ورق ۱ ب و ۲ ل (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں صاحب اوچ مکتوبہ غلام محمد ۱۲۶۳ھ)

[2] مناقب الولایت (ورق ۵۳) میں ۶۰۷ھ درج ہے جو غلط ہے کیونکہ حضرت مخدوم کی پیدائش بالاتفاق ۷۰۷ھ ہے لہذا ہمارا خیال ہے سیکڑہ کا عدد غلط لکھا ہے اور ۶۰۷ھ ہی مؤلف تاریخ اوچ (ص ۱۰۸) نے نقل کر دی ہے۔

زیر تربیت حاصل کی چند سال میں جملہ علوم کی تحصیل سے فراغ حاصل کر لیا۔[1] مراۃ العالم میں تحریر ہے[2]

صدر الدین راجو قتال مرید و خلیفہ پدر خود احمد کبیر بود و از برادر بزرگوار خود مخدوم جہانیاں جہاں گشت نیز خرقہ خلافت یافت و بعد از وے بر سجادۂ خلافت نشست۔

صدر الدین راجو قتال اپنے والد احمد کبیر کے مرید و خلیفہ تھے اور اپنے بڑے بھائی مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے بھی خرقہ خلافت پایا اور ان کے بعد سجادہ نشین خلافت ہوئے۔

صاحب ثمرات القدس لکھتے ہیں[3]:۔

وے جامع علوم ظاہری و علوم اصول و معاملات و اشارات بودہ و از اجلۂ مشائخ ہندوستان است۔

وہ علوم ظاہری، اصول، معاملات اور اشارات میں جامعیت رکھتے تھے، اور ہندپاکستان کے اجل مشائخ میں سے تھے۔

حضرت مخدوم کے لقب راجو قتال کے سلسلے میں صاحب مناقب الولایت کی رائے ہے کہ یہ لفظ راجن کتال ہے، قتال نہیں ہے اور سریانی زبان کا لفظ ہے جس میں کتال کے معنی بزرگ اور راجن کے معنی ہیبتناک ہے[4]، مگر دوسرے تذکروں میں ان کے رعب و جلال

---

[1] سبع سنابل از میر عبد الواحد بلگرامی ص ۳۳ (نظامی پریس کانپور ۱۲۹۹ھ)

[2] مراۃ العالم (قلمی) از بختاور خاں ورق ۳۶۱ (مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان) نیز ملاحظہ ہو ثمرات القدس (حصہ دوم) کراچی (قلمی) ورق ۴۰ ل

[3] ثمرات القدس (قلمی) حصہ دوم ورق ۴۰ (از لعل بیگ، تصنیف عہد اکبری (مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی) [4] مناقب الولایت (قلمی) ورق ۴۰ ل

کی وجہ سے ان کو "قتال" کہا گیا ہے، اس سلسلہ میں نواہوں کا واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے
کہ جس زمانہ میں حضرت مخدوم مرض الموت میں مبتلا تھے تو اوچ کا ہندو داروغہ نواہوں
عیادت کی غرض سے حاضر ہوا اور کہا[1]:-

خدا تعالیٰ حضرت مخدوم را صحت دہد ذات پاک مخدوم ختم اولیاء است چنانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم انبیاء بود۔	خدا تعالیٰ حضرت مخدوم کو صحت دے مخدوم کی ذات پاک ختم اولیا ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم انبیاء تھے۔

مخدوم جہانیاں اور صدر الدین راجو قتال نے نواہوں کے ان الفاظ پر اس کو بتایا کہ وہ اسلام قبول کر چکا اب اس کا اعلان عام کرے نواہوں نے انکار کیا تو اس پر مرتد ہونے کا الزام لگایا، نواہوں بھاگ کر دہلی پہنچا اس اثناء میں مخدوم جہانیاں کا انتقال ہو گیا اور سوئم کے بعد راجو قتال گواہوں کے ساتھ دہلی پہنچے، اگرچہ دہلی کے بعض علماء نے ان کے خیال کی تائید نہیں کی مگر انہوں نے فیروز شاہ تغلق کو مجبور کیا اور نواہوں کو ارتداد کے الزام میں قتل کرا دیا[2]۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی اس واقعہ پر اظہار رائے فرماتے ہوئے لکھتے ہیں[3]:

"یہ نواہوں کا قتل غلط مذہبیت اور تنگ نظری کی بدترین مثال ہے"

صدر الدین راجو قتال کے فیروز شاہ تغلق سے اچھے تعلقات تھے وہ اس کے لشکر میں بھی رہے بادشاہ نے ان کو مراحم خسروانہ سے نوازا، ایک گاؤں ان کے نام کیا اور دو ہزار تنکے نقد پیش کئے[4]۔ وہ اکثر بادشاہ سے بے تکلفانہ انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے[5]۔

---

[1] دیکھئے سیر العارفین ص ۱۵۹-۱۶۰ [3] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۴۳۷
[2] الدر المنظوم ص ۳۵۰ [5] جمعات شاہی (قلمی) ورق ۱۵۰ ب

حضرت راجو قتال کو سیر و شکار کا خاص شوق تھا اور اکثر شکار کا گوشت کھایا کرتے تھے[1]۔ حضرت مخدوم کے ذریعہ اچ اور ملتان کے علاقہ میں اسلام کی اشاعت خاص طور سے ہوئی، حامد گنج بخش لکھتے ہیں[2]:۔

(او) بمجرد دیدن مسلم گشت بدین نمط سی صد تن کافراں آمدہ اند و مسلمانان گشتند۔

وہ صرف ان کے دیکھنے ہی سے مسلمان ہو گیا اور اس طرح تین سو کافر آئے اور مسلمان ہوئے۔

اسلام میں داخل کرنے کے بعد ان کی تعلیم و تربیت بھی فرماتے تھے، ایک شخص دین محمد کا حال مناقب الولایت میں اس طرح تحریر ہے[3]:۔

ہندو مذکور بمجرد مسموع شدن مسلم گشت ..... نامش دین محمد نہادند و تبرک خرقہ اجازت خلافت باو مرحمت فرمودند و بطریقہ سہروردیہ داخل کردند و تمامی زمرہ مسلمانان گشتند و بہ او شان دین حضرت محمد صلعم مبرہن و قوی ساختند۔

ہندو مذکور صرف گفتگو سنتے ہی مسلمان ہو گیا، اس کا نام دین محمد رکھا اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور سہروردیہ طریقہ میں داخل کیا، تمام جماعت مسلمان ہو گئی اور ان پر دین اسلام کو مبرہن اور قوی کر دیا۔

---

[1] مخزن الولایت (ملفوظات مخدوم شاہ خادم صفی) مرتبہ منشی محمد ولایت علی خان (اردو ترجمہ محمد خصلت حسین صابری) ص (پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء)۔

[2] مناقب الولایت ورق ۱۷ ب

[3] ایضاً ورق ۱۹ الف

حضرت راجو قتال کا ۱۶ جمادی الآخر ۸۲۷ھ / ۱۴۲۴ء کو وصال ہوا، اوچ میں دفن ہوئے ان کا مقبرہ بنا ہوا ہے۔

حضرت راجو قتال کے چار فرزند:۔ (۱) جلال خواجہ (۲) شیخ روح اللہ (۳) عبدالعزیز اور ابو اسحٰق تھے۔[۱]

شیخ ابو اسحٰق اپنے والد کے طریقہ پر بچپن ہی سے تبلیغ اسلام میں مصروف رہتے تھے صاحب مناقب الولایت لکھتے ہیں:[۲]۔

در ایام صغری ہفتاد تن کافراں را باسلام آوردہ بودند۔	بچپن ہی میں ہتر[۲] کافروں کو اسلام میں داخل کیا۔

شیخ ابو اسحٰق کا انتقال ۱۱ ذی الحجہ ۸۰۹ھ / ۱۴۰۷ء کو ان کے والد کے سامنے ہی ہوگیا[۳]

شیخ راجو قتال اگرچہ صاحب اولاد تھے مگر انھوں نے فضل الدین بن ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاں جہاں گشت کو اپنا سجادہ نشین بنایا، فضل الدین کے خاندان میں بھی مسلسل اور باقاعدہ سجادہ نشینی کا سلسلہ جاری ہے۔ مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں[۴]

> اس سلسلہ کے انفاس زکیہ اور برکات سنیہ کے فیض سے کئی ایک ہندو قوموں نے شرف اسلام حاصل کیا، لانگ، کھاکھی، دھونتر، نون وغیرہ اسی سلسلے کی برکت سے حقانیت اسلام کی آگاہی سے ممتاز ہوئے

---

[۱] ذکر سادات بخاری و سادات بھکر و سادات رسول دار (قلمی) ورق ۳۸ (سال تالیف ۱۰۳۹ھ) (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں اوچ)

[۲] مناقب الولایت (قلمی) ورق ۲۶ [۳] ایضاً

[۴] تاریخ اوچ ص ۱۱۹

ملتان اور ضلع مظفر گڑھ ان کے زیر اثر رہا۔"

حضرت راجو قتال کے بہت سے خلفاء تھے جن میں سے (۱) مخدوم فضل الدین (۲) شیخ کبیر الدین اسمٰعیل (۳) برہان الدین قطب عالم (۴) شیخ علاء الدین (۵) شاہ داؤد قریشی (۶) مخدوم عبد الوہاب (۷) شیخ اسماعیل قریشی (۸) اور مخدوم جہاں شاہ[۱] (۹) شیخ سارنگ خاص طور سے قابل ذکر ہیں[۲]۔

حضرت شیخ صدر الدین راجو قتال سے منسوب اوراد کا ایک مجموعہ "مجموعہ تکبیرات راجو قتال" کے نام سے رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے جس کا نمبر ۸۸۲ ہے۔

---

[۱] تذکرہ شاہ رکن عالم ملتانی [۲] سبع سنابل ص ۷۳

آثار اور ملفوظات

ملفوظات کے لفظی معنی "مقالات یا تقاریر" کے ہیں، یہ دراصل صوفیاء کے یہاں تعلیم وتربیت کا ایک رسمی طریقہ ہے، مرید اپنے شیخ کے پاس بیٹھ کر کوئی عنوان شروع کر دیتے ہیں اور شیخ اس عنوان پر اظہار خیال کرتا ہے، کچھ ذہین اور ذی علم مرید اس گفتگو کو نقل کر لیتے ہیں، بعض مرید اس تحریر کو اپنے مرشد کو دکھا لیتے ہیں اس طرح اس تحریر کو درجہ استناد حاصل ہو جاتا ہے، شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات فوائد الفواد مرتبہ حسن سنجری اور خیر المجالس مرتبہ نصیر الدین چراغ دہلی بہت مشہور ہیں، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بڑے صاحب علم وفضل صوفی شیخ تھے اسلامی علوم میں ان کو درجہ اجتہاد حاصل تھا، ان کے ملفوظات مذہب و تصوف کے دائرۃ المعارف کا درجہ رکھتے ہیں، اب ہم مخدوم کے ملفوظات کا ذکر کرتے ہیں۔

اردو ترجمہ خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم الدر المنظوم

ملفوظات کا یہ مجموعہ جامع العلوم کے نام سے مشہور ہے اس کے مرتب ابو عبد اللہ علاء الدین علی بن سعد بن اشرف دہلوی ہیں جو ۷۷۶ھ / ۱۳۷۵ء میں حضرت مخدوم کے مرید ہوئے ان کو خیال ہوا کہ اوچ چل کر مرشد کی خدمت میں رہنا چاہیے

۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں حضرت مخدوم وارد دہلی ہوئے اور تقریباً دس مہینے دہلی میں مقیم رہے علاء الدین علی نے اس قیام کو غنیمت سمجھا اور شب و روز حضرت مخدوم کی خدمت میں مقیم رہے، اور ۲۸ ربیع الآخر ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء سے ۷ محرم ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء تک بقید تاریخ و وقت تقریباً ۹ ماہ حضرت مخدوم کے ملفوظات جمع کرتے رہے، حضرت مخدوم کو معلوم ہوگیا تھا کہ علاء الدین ملفوظات جمع کر رہے ہیں، لہذا جب کوئی تقریر فرماتے تو ان کو مخاطب کرتے کہ لکھ لو علاء الدین اس تقریر کو قلم بند کر لیتے، اگر کسی کو ان ملفوظات کے سمجھنے میں دشواری ہوتی تو ان کے مکان پر جا کر حل کر لیتے، اکثر مرید اس نسخہ کی نقل حاصل کرتے ان ملفوظات میں ہم عصر واقعات اور شخصیتوں کے اکثر حوالے آئے ہیں، جامع العلوم میں قوت القلوب، عقائد نسفی، شرح اوراد کبیر، جامع الفتاوی، فتاوی کامل، جامع صغیر، شرح عزیزی، کتاب کافی، کتاب متفق، شرح لوذنہ، فقہ اکبر، مشکوٰۃ المصابیح، مشارق الانوار، عوارف المعارف، شرح کبیر جمیل رسم، رسالہ مکیہ، قصیدہ لامیہ، تفسیر مدارک کے بکثرت حوالے ملتے ہیں، بلکہ عوارف المعارف، رسالہ مکیہ، قصیدہ لامیہ اور مشکوٰۃ المصابیح کی تو اس قدر تشریحات ہیں کہ ان کتابوں کی مختصر شروح الدر المنظوم سے تیار ہو سکتی ہیں۔

جامع العلوم کا اردو ترجمہ الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم کے نام سے دو جلدوں میں ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء میں مطبع انصاری دہلی سے طبع ہو چکا ہے، صورت یہ ہوئی کہ اس کا ایک قلمی نسخہ کسی صاحب نے نواب صدیق حسن خاں کو نذر کیا جب مولوی ذوالفقار احمد صاحب نے اس کو دیکھا تو نواب صاحب کو اس کی طباعت کی طرف متوجہ کیا نواب صاحب نے اس کی تلخیص شائع کرنے کا خیال ظاہر کیا کہ اسی دوران میں ان کا انتقال ہو گیا، پھر ان کے فرزند اکبر نواب نور الحسن خاں (ف ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) کی سعی بلیغ سے اس کتاب کا اردو ترجمہ

شائع ہوا، اردو ترجمہ کے فرائض مولوی ذوالفقار احمد بن سمت علی نے انجام دئے ...
الدر المنظوم کی دونوں جلدیں ۸۷۲ صفحات پر مشتمل ہیں، اس میں تصوف کے
حقائق و معارف اور بکثرت شرعی، فقہی، اخلاقی اور معاشرتی مسائل کا بیان ہے
الدر المنظوم کو دوبارہ ۱۳۸۲ھ میں ملتان کے ایک ذی علم بزرگ حکیم غلام محبوب سبحانی
نے طبع کرایا ہے اور شروع میں فہرست مضامین بھی شامل کردی ہے، اب ہم جامع العلوم
کے قلمی نسخوں کا ذکر کرتے ہیں۔

۱ ۔ جامع العلوم کا ایک خوش خط اور بہت اچھا نسخہ نو بہار شاہ سجادہ نشین اوچ بخاری
کے پاس ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء کا مکتوبہ ہے اور ہماری نظر سے گزرا ہے۔

۲ ۔ جامع العلوم کا ایک قلمی نسخہ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن (آندھرا پردیش) میں ہے
جس کا نمبر شمار ۸۳ ہے اس نسخہ پر سن کتابت موجود نہیں ہے۔ البتہ بعض مہریں ہیں
ایک مہر پر ...... نواز جنگ ۱۱۵۷ھ / ۱۷۴۴ء ہے۔[1]

۳ ۔ جامع العلوم کے دو نسخے رضا لائبریری رام پور میں ہیں، پہلا نسخہ (نمبر ۱۰۵۶) مکمل ہے
جس میں کل ۲۰۵ اوراق ہیں ترقیمہ کی عبارت نقل کی جاتی ہے:-

"تمام شد کتاب جامع العلوم از زبان مخدوم جہانیاں من
تالیف علاء الدین د ہشتی[2] الحسنی رحمۃ اللہ علیہ و علی جمیع
المومنین الاحیاء منہم والاموات"

جامع العلوم کا دوسرا نسخہ (نمبر ۱۰۵۷) ناقص الطرفین ہے۔

۴ ۔ جامع العلوم کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) میں ہے جو بہت

---

[1] تذکرہ مخدوم ص ۵۳۴ ۔ [2] کذا فی الاصل

اچھی حالت میں ہے، صاف، جلی اور نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے، یہ نسخہ ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء میں نقل ہوا ہے۔[1]

سراج الہدایہ مخدوم کے ملفوظات کا دوسرا مجموعہ سراج الہدایہ ہے، جسے احمد برنی نے مرتب کیا ہے[2]، برنی اس وقت حضرت مخدوم کے ہمراہ تھا فیروزشاہ تغلق ٹھٹہ کے سمہ حکمراں کے خلاف مہم چلا رہا تھا اور شیخ کے ہمراہ ۷۷۲ھ/۱۳۷۱ء میں دہلی واپس آیا، اس کتاب میں فیروزشاہ کی مہم ٹھٹہ کا اکثر ذکر اور حوالہ ملتا ہے۔ ان ملفوظات میں فیروزشاہ، خان اعظم، ظفرخاں اور دوسرے امراء ذی مرتبت حضرات کے متعلق بیش قیمت معلومات ملتی ہے، اس کتاب میں مذہب و تصوف کے متعلق بہت اچھی معلومات ہیں، سراج الہدایہ میں مندرجہ ذیل نو (۹) باب ہیں۔

باب اول :۔ دربیان احادیث پیغمبر۔

باب دوم :۔ دربیان روایت پیر و مرید گرفتن فوائد فقہ و مسائل دینی۔

باب سوم :۔ دربیان فوائد احکام شرع۔

باب چہارم :۔ دربیان حکایات لطیفہ

باب پنجم :۔ دربیان قصص الانبیاء

باب ششم :۔ دربیان ہفتاد و سہ ملت گروہ بنی آدم

باب ہفتم :۔ دربیان احادیث مصابیح و فضائل احادیث

باب ہشتم :۔ دربیان اشعار عربی و نظم فارسی و فضائل سورۃ فاتحہ

باب نہم :۔ برحکم حدیث پیغمبر و دربیان مسائل متفرقہ۔

---

[1] پروسیڈنگس ہسٹری کانفرنس اجلاس منعقدہ کراچی ۱۹۵۱ء ص

[2] بعض حضرات نے احمد برنی کو احمد معین سیاہ پوش ایرجی بھی لکھا ہے۔

سراج الہدایہ کے مندرجہ ذیل نسخے معلوم ہو سکے ہیں:-

- سراج الہدایہ کے دو نسخے رضا لائبریری رام پور میں موجود ہیں پہلا نسخہ (نمبر ۱۰۵۹) سنہ ۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۱ء کا کتابت شدہ ہے، کاتب کا نام شہر اللہ بن احمد بدایونی ہے۔ ۲۲۵ اوراق ہیں۔

خطبہ کے بعد کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے اور مرتب نے اپنا نام احمد برنی لکھا ہے۔

"چنیں گوید بندہ امیدوار برحمت پروردگار احمد برنی
کہ یکے از معتقدان و خدمت گاران اولاد رسول است
صلی اللہ علیہ وسلم کہ بوقت بازگشتن بندگی سید السادات
از جہم ٹھٹہ درسمت حضرت دارالملک دہلی حرسہا اللہ
تعالیٰ عن الآفات در ماہ مبارک رجب سنہ اثنی وسبعین
سبعمائۃ روز پنجشنبہ این بندہ را سعادت قدمبوسی بفضل اللہ
تعالیٰ بوقت نماز پیشین حاصل شد انواع شفقت والاکرام
ارزانی فرمود تا مدت دو ماہ کامل این فقیر در شہر مبارک
بود و انواع فائدہ دارین مشرف می شد"

ترقیمہ مندرجہ ذیل

"جد الفراغ من کتابتہ من شہر جمادی الاخریٰ فی یوم
الثلثاء وقت الضحی منہ عشر الف بخط العبد الضعیف
النحیف الراجی الی رحمتہ اللہ تعالیٰ شہر اللہ بن
احمد القریشی البداؤنی"

سراج الہدایہ کا دوسرا نسخہ نمبر ۱۰۶۰) ۲۶ صفر سنہ ۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۶ء کا کتابت شدہ ہے ترقیمہ، مندرجہ

ذیل ہے:۔

"تمام شد ہذا الکتاب سراج الہدایہ من تصنیف حضرت قطب عالم مخدوم ...... کاتب العبد مولانا فرض اللہ ولد مولانا عبد اللہ بن مولانا کرم اللہ قریشی نارنولی بتاریخ ۲۶ شہر صفر ۱۰۲۶ھ ۱۶۲۶ء"

۲ ۔ سراج الہدایہ کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں ہے[۱]

۳ ۔ سراج الہدایہ کا ایک مکمل نسخہ پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ) کے کتب خانہ میں ہے، نظامی صاحب کا نسخہ ہمارے پیش نظر رہا ہے۔

۴ ۔ سراج الہدایہ کا ایک نسخہ جواہر میوزیم[۲]، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے۔ یہ ناقص الطرفین اور بہت غلط لکھا ہوا ہے، مولوی محمد ابرار حسین فاروقی لکھتے ہیں[۳]:۔

آخر میں ترقیمہ نہ ہونے کی وجہ سے تاریخ کتابت نہ معلوم ہو سکی، یہ نسخہ خط نستعلیق قدیم میں لکھا ہوا ہے کاغذ اور کتابت کے انداز سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ نسخہ گیارہویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ نسخہ معمولی، کرم خوردہ ہے کتاب کا صرف چند سطری پہلا صفحہ جس میں حمد و نعت اور مرتب کا نام ہے اور آخر کا غالباً ایک صفحہ نہیں ہے کتاب فی الجملہ

---

۱ پروسیڈنگس ہسٹری کانفرنس اجلاس اول منعقدہ کراچی ۱۹۵۱ء

۲ پہلے یہ ذخیرہ اسلامیہ انٹر کالج اٹاوہ کی ملکیت تھا اب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو مل گیا۔

۳ تذکرہ جواہر نوادر جلد اول از محمد ابرار حسین فاروقی ص ۸۶ (اٹاوہ ۱۹۵۹ء)

مکمل ہے۔ کتابت اس نسخہ سے جو علی گڑھ میں نظامی
صاحب کے پاس ہے اچھی ہے اور اس سے قدیم بھی ہے
البتہ کاتب نے عربی عبارتوں میں بہت غلطیاں کی
ہیں؛ اس کے علاوہ عربی خط بھی اچھا نہیں ہے۔

مقرر نامہ

مقرر نامہ حضرت مخدوم کے ان مکتوبات و ہدایات کا مجموعہ
ہے جو انہوں نے تاج الدین بن معین سیاہ پوش کے بعض
استفسارات کے جوابات میں تحریر فرمائے تھے یہ خط و کتابت شیخ معز الدین کے ذریعہ
سے ہوئی تھی اس مجموعہ میں تصوف و سلوک کی تعلیم بطور مکتوبات قلم بند کی گئی ہے
یہ مجموعہ ۷۷۶ھ (۱۳۷۴ء) میں مرتب ہوا ہے اس مجموعہ میں بیالیس (۴۲) مکتوبات شامل ہیں، ہر مکتوب
"مقرر باد" کے لفظ سے شروع ہوتا ہے۔ مقرر نامہ کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

> الحمد للہ رب العالمین والسلام علیٰ
> محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ..... سلطان
> پور حفظ اہلہا اللہ تعالیٰ عن البلیات کہ
> قدیم الایام وسلک خدام قطب العالم مسلک وبہال
> گردانیدہ"

خاتمہ اس طرح ہوا ہے :-

> ..... اوقات ضائع مکن تا توانی حق سبحانہٗ تعالیٰ
> ما ہمہ را بر جادۂ شریعت استقامت بخشد و دیدار
> خویش روزی گرداند و عاقبت ما ہمہ بخیر گرداند۔

اب ہم ذیل میں ہر مکتوب کا خلاصہ درج کرتے ہیں :-

مکتوب(۱) :- تا تواند بازمرہ احبا، و اتقیا، باشد کہ فرمان پیغمبر بدین جملہ است۔

"یہ صاحبو مع المتقین" واز گردہ فاسقاں تجنب نماید کہ قول رسول اللہ

علیہ وسلم بدین جملہ است "التقوا من مجالس الفاسقین"

مکتوب(۲) :- جو ذمائم کے مالک ہیں وہ نصیحت قبول نہیں کرتے ہیں۔ (ترجمہ)

مکتوب(۳) :- اول تحصیل علم باید بعدہٗ عمل کردن زیرا کہ علم بدرختے ماند و عمل بمیوہ

مکتوب(۴) :- تاکید نماز، تمام افعال و اعمال سے پابندی نماز ضروری ہے۔

مکتوب(۵) :- مجرد علم دستگیری نکند۔ مجرد علم مفید نیست۔

مکتوب(۶) :- روز قیامت مومنان را بمجرد علم دربہشت نخواہد برد۔

مکتوب(۷) :- تا کار کلی مرد نیابی، در عبادت و خیرات مشغول باشد تا ہر دو جہاں

بفضل ایابد۔

مکتوب(۸) :- باید کہ در عمل بکوشد (علم نمائش کے لئے نہیں ہے اس سے احیاء شریعت

مقصود ہونا چاہیے)۔

مکتوب(۹) :- محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے محاسبہ کیا جائے۔

مکتوب(۱۰) :- ہیچ از علم نجوم و علم طب و علوم شعر و دواوین مثنوی و داستانہا بزرگ

و تصیدہا خورد و حکایتہا مثل و مانند این جملہ تضیع عمر است کہ درین جملہ حاصل

کردن خسارہ، مستحق اجر در آخرت نباشی۔

مکتوب(۱۱) علمے و طاعتے کہ امروز از معاصی ترا باز ندارد و در طاعت و عبادت و در

مجاہدہ و در خیرات نیاورد موافق شرع تا کار نفرماید یقین و تحقیق بداں کہ

ایں چنین علمی و طاعتی و عبادتے ترا ہیچ از عذاب فردا قیامت باز ندارد۔

مکتوب(۱۲) :- ایسا علم ہونا چاہیے کہ جس پر عمل ہو سکے اور وہ آخرت میں مفید ہو۔

مکتوب(۱۳): توشه در عمل بساز که تا در منزل گور که آخرین منزل ها دنیا و اول منزلها قیامت
است ترا بکار آید۔

مکتوب(۱۴): مومنان را مجرد علم کفایت نبودے و بعمل حاجت نبودے پس ندا "ہل من تائب"
و خطاب "ہل من مستغفر" و نوید "ہل من سائل" بکار آمدے۔

مکتوب(۱۵): اساس الاسلام حلال خوردن است چنانکہ می فرماید "یا ایہا الناس
کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً"

مکتوب(۱۶) علی الدوام باید کہ نفس خود را نصیحت گر باشد تا سعادت ہر دو جہاں یابد در
سنت پیغمبر علیہ السلام متابعت کند کہ تا سعادت و کرامت سرمدی یابد۔
کما قال النبی "من خالف سنتی فہو کافر" باید کہ پیوستہ از صحبت
ملوک و اغنیاء اجتناب نماید تا ثمرۂ سالکان از خدائی عزوجل یابد۔

مکتوب(۱۷): حرام در جملہ دین اہل سلوک کہ آمیزش درویش را با ملوک و اغنیاء باشد
عالم و درویش آن است کہ او ہمیشہ در صحبت و مجالس فقراں باشد و بکوشد
و از خصائل مذمومہ محترز باشد۔

مکتوب(۱۸): ہر عالم و درویش کہ مبتلا بہ نفس و ہوا باشد او از جملہ معانی حقائق محجوب
ماند۔

مکتوب(۱۹): پیوستہ دراں بکوشد کہ در زمرۂ اہل صفہ درآید یعنی در عمل بکوشد و در
مجاہدہ باشد۔

مکتوب(۲۰): چوں نفس کاہل را خواہد تا در عبادت بیارد کلمہ تمہید را بسیار بگوید کہ
حضور بدیں حاصل گردد۔ مومن را رغبت بطاعت شود۔

اے دل تو ز ہیچ خلق یاری مطلب ٭ در شام برہنہ سایہ داری مطلب

عزت ز قناعت خواری ز طمع ؛ با عزت خود لبسار خواری مطلب

مکتوب(۲۱) :۔ طالب را باید کہ راہ خدا تعالیٰ را گیرد تا بمقصود برسد در راہ خدای عزو جل بدو چیز بدست آید اول بکارہا صبر کردن دوم امید بہ رضائی عزوجل داشتن و این مقام بیابد معرفت بکمال بیابد و معرفت اساس دین است، در حقائق مذکور است سالک را معرفت در چہار چیز است اول آن کہ دروغ نگوید دوم غیبت نگوید، در ملاء و خلاء، سوم بر مخلوق را نیازارد، چہارم در ہمہ چیزہا امین گردد در روح الارواح مذکور است۔ طالب راہ را باید کہ عبادت نہ از خوف دوزخ کند و نہ در امید حور و قصور و نعیم جنت ـــــ درویش را باید کہ مولیٰ بطلبد چون بلائے ند لم مدد دہند، راضی و خوش دل باشد و میان خلق را آنرا ظاہر نکند و اگر دنیا چیزے بدستش آید آن ہمہ براہ حق تعالیٰ خرچ و صرف کند و خود با فقر و فاقہ تحمل کند و در عبادت مشغول باشد و شکر خدا تعالیٰ بجا آرد کہ صفت اولیا خدا تعالیٰ این است، ادب، ترک محبت بادشاہ۔

مکتوب(۲۲) :۔ گوینده و نا کننده عاقبت در خطر است، زیرا کہ مرد را نسل و نسب و مال و مذہب بخدائی دخیرے نرساند جز عمل نیک۔

مکتوب(۲۳) :۔ اے مومن ہرچہ کنی و ہرچہ مکنی باید کہ جملہ متابعت پیغمبر علیہ السلام کنی قولاً و فعلاً تا مثاب باشی و اگر غیر این کنی محل عتاب کردی۔

مکتوب(۲۴) :۔ باید کہ در شبہا قرآن خواں و طاعت گزار باشد۔

مکتوب(۲۵) :۔ (تاج الحق والدین سیاہ پوش علوی کو نصیحت نامہ لکھا اور عمل کی تاکید کی)

مکتوب(۲۶) :۔ علم ہماں مقدار حاصل باید کرد کہ توانی بعمل کوشیدن زیرا کہ مقصود از ین علم مومن عمل نیک است ـــــ

نکنی کتابہا خرداراست ؛ گر کار کنی سخن بسیار است

مکتوب(۲۷): - پیر را باید کہ در مرید بہ نظر شفقت بنید و بصدق دست دتا ہر فعلے
انہ ظاہر گردد موافقت و متابع شریعت باشد ۔ مذہب سنت و جماعت
این است کہ از کرامت اولیاء در قرآن خبر دادہ است ۔

مکتوب(۲۸): - سالک چوں خواہد کہ بر سجادہ بنشیند نخست در وے علم باید ۔۔۔۔۔
و در وے چند شرائط باشد تا ہر مومنے را ہوس سجادہ نشینی در سر نہ افتد و حلقہ
این در را بر بو الفضول نتواند کہ جنباند اول شرط باید کہ از حب دنیا و جاہ و از خود
پرستی و از کبر و از خودستائی و از مثل و مانند این بیرون آمدہ باشد دوم متابع
بفرمان شیخ بحق بودہ باشد، سوم ۔۔۔۔ ریاضت نفس باید ۔

مکتوب(۲۹): - مرید را باید کہ ظاہر و باطن پیر خویش نگاہ دارد و بحیات و ممات ہیچ نوعے
مجادلہ و مخاصمہ با پیر نکند ۔

مکتوب(۳۰): - ہمیشہ با طاعت و اطاعت مشغول باشد تا راہ سوئی الہ یابد ۔

مکتوب(۳۱): - با ہیچ کس مناظرہ و جدال نکند کہ ازین ہمہ عداوت آید ۔

مکتوب(۳۲): - عالم کامل طبیب حاذق است ۔

مکتوب(۳۳): - گوشندہ و تاکنندہ را عاقبت در خطرات کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من امر بالمعروف ونہی عن المنکر فہو خلیفۃ اللہ فی الارض
وخلیفہ رسولہ"

مکتوب(۳۴): - چہار نصیحت: - (۱) در گفتار تکلف نہ کند (۲) پیوستہ در مطالعہ کردن
کتب فقہ (۳) از غرور شیطان کلی باز آئی (۴) در طاعت و اخلاص باش

مکتوب(۳۵): - از صحبت ملوک و اغنیاء پرہیز د ۔ سالک را شاید کہ از دنیا دلران

واز گروہ ملوک این زمانہ چیزے قبول نکند اگرچہ در گمان او باشد کہ از وجہ حلال است زیرا کہ اسباب واملاک اغنیاء وملوک این زمانہ بوجوہ ثابت ودرست شدہ است کہ حرام است۔

مکتوب(۳۶) :۔ کچھ دعائیں مندرج ہیں :۔

مکتوب(۳۷) :۔ محاسبہ ـــ عمر غنیمت شمار، طاعت خدا کن۔

مکتوب(۳۸) :۔ چند چیز را غنیمت شمار :۔

۱۔ جوانی راپیش از رسیدن ہنگام پیری

۲۔ عبادت در تندرستی پیش از آمدن علت بیماری

۳۔ خیرات در قدرت غنیمت دار پس از رفتن نعمت دنیادی۔

۴۔ حیات راپیش از آمدن مرگ۔

مکتوب(۳۹) :۔ ہمہ حال باید کہ قانع شود۔

مکتوب(۴۰) :۔ مکتوبات کی اہمیت۔

۴۱ ۔ :۔ پیوستہ در طاعت وعبادت حق تعالیٰ باشد۔

۴۲ ۔ ـــ اوقات ضائع مکن تا توانی حق سبحانہ تعالیٰ ما ہمہ را بر جادۂ شریعت استقامت بخشد ودیدار خویش روزی گرداند وعاقبت ما ہمہ بخیر بگرداند۔

مقررنامہ کے مندرجہ ذیل نسخے ہمارے علم میں ہیں۔

ـ مقررنامہ کا ایک نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لائبریری (سبحان کلیکشن) میں ہے جو نہایت صاف اور خوشخط ہے، ہم نے اس نسخہ سے استفادہ کیا ہے اس نسخہ کو ملا الہ یار کاتب نے نقل کیا ہے، یہ نقل ۱۰ رمضان بوقت ظہر ختم ہوئی۔ سنہ ندارد ہے۔

۲ ۔ مفرنامہ کا ایک نسخہ مولوی تسلیم الدین سلیم نارنولی (وفات ۱۸۸۴ء) کے کتب خانہ واقع سلیم منزل جے پور میں ہے۔ جو گیارھویں صدی ہجری کا کتابت شدہ ہے۔[1]

۳ ۔ مفرنامہ کا ایک نسخہ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن (آندھرا پردیش) میں ہے جس کا نمبر ۵۰۷ ہے۔[2]

خزانۂ جلالی

اس کا اصل نام "خزانۃ الفوائد الجلالیہ" ہے مگر خزانۂ جلالی کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ مجموعہ نہایت مشہور و معروف ہے جس کو حضرت مخدوم کے مرید احمد المدعو بہاء بن حسن بن محمود بن سلیمان تلبنی نے مرتب کیا ہے۔ یہ علوم و معارف کا ایک نادر ذخیرہ ہے، اخبار الاخیار سیر العارفین اور خزینۃ الاصفیاء وغیرہ میں اس کتاب کے اکثر اقتباسات اور حوالے ملتے ہیں خزانۂ جلالی میں مشارق الانوار فتاویٰ سراجی، ارشاد المریدین، فوائد الفواد، احیاء العلوم، رونق المجالس، فتاویٰ ظہیری کتاب ملتقط، رسالہ امین الدین گازرونی، قوت القلوب، کتاب عمدہ، فقہ اکبر جامع صغیر، فتاویٰ مسعودی، ترغیب الصلوٰۃ، شرح نوریہ نامہ (از جلال الدین تبریزی) اوراد شیخ کبیر (بہاء الدین زکریا ملتانی) عین العلم، یواقیت المواقیت، در مختار، روضۃ الریاحین (عبداللہ یافعی) رسالہ مولانا ضیاء الدین برنی، جامع الکبیر، سیر الصغیر (سرخسی) فتاویٰ ناصری، فوائد السالکین، منہاج العابدین وغیرہ کے حوالے اور اقتباسات ملتے ہیں، در اصل ان کتابوں کو خزانۂ جلالی کے ماخذ کہہ سکتے ہیں۔

---

[1] کتب خانہ مولوی احترام الدین شاغل از مولوی شاغل، الصائم کراچی (جنوری ۱۹۶۳ء)

[2] تذکرہ مخدوم ص ۴۹۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہے :۔

حمد بے حد و ثنا بے عد صانع موجودات را و خالق مخلوقات جل جلالہ و عم نوالہ کہ بگردانید علماء را ہم چوں ستارگاں کہ بسبب ایشان راہ راست یابند گمراہان، تحفۂ تحیات بر سید کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم . . . . . . دیر صحابہ کبار و مشائخ بزرگوار کہ مقتدایان اہل دین و ہادیان راہ یقین اند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

کتاب کا اختتام یوں ہے :۔

بیت :۔

از سخن چوں سخن شود حاصل ؎ کار کن کار لب بدندان گیر

مرتب کا نام اور کتاب کا عنوان اس طرح ہے :۔

"این فوائد غیبی و فرائد لاریبی از مجلس سید شریف فقیہ محدث مفسر عالم زاہد باذل مفتی الشرق محیی طریقۃ السلف استاذ العصر فرید الدہر قرۃ عین البتول افتخار آل رسول قطب العالم جلال الحق والشرع والدین حسین الحسنی والبخاری متع اللہ المسلمین بدوام بقائہ قدس اللہ سرہ العزیز التقاط کرد بندہ کمینہ احمد المدعو بہ بہاء بن یعقوب بن حسین بن محمود بن

سلیمان التلبنی...... بندہ این گوہر فوائد در سلک تحریر منسلک گردانیدہ و "خزانۃ الفوائد الجلالیہ" نام نہادم۔

خزانہ جلالی ایک مقدمہ اور مندرجہ ذیل سترہ ابواب پر مشتمل ہے:۔

۱۔ باب الاول فی ذکر العلم والعلماء
۲۔ باب الثانی فی ذکر التوبہ
۳۔ باب الثالث فی ذکر الاذکار
۴۔ باب الرابع فی ذکر الصلوٰۃ
۵۔ باب الخامس فی ذکر الموت والزیارت
۶۔ باب السادس فی ذکر الزکوٰۃ والسخاوۃ
۷۔ باب السابع فی ذکر الصوم والاعتکاف
۸۔ باب الثامن فی ذکر الحج والمدینۃ
۹۔ باب التاسع فی ذکر السفر والتجارت
۱۰۔ باب العاشر فی ذکر الاکل والاصناف
۱۱۔ باب الحادی والعشر فی ذکر النکاح والطلاق۔
۱۲۔ باب الثانی عشر فی ذکر حلیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
۱۳۔ باب الثالث عشر فی ذکر اولاد رسول اللہ وازواجہ
۱۴۔ باب الرابع عشر ذکر فضائل صحابہ واہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
۱۵۔ باب الخامس عشرہ فی ذکر تعظیم الولات وآداہم

۱۶- باب السادس عشر فی ذکر مناقب الاولیاء والمشائخ

۱۷- باب السابع عشر فی ذکر سند خرقۃ المشائخ والصوفیۂ خزانۂ جلالی کے مندرجہ ذیل نسخے ملتے ہیں :-

(۱) خزانہ جلالی کا ایک نسخہ کتب خانہ اوچ گیلانی (ملکیت مخدوم شمس الدین ثامن) میں ہے یہ نسخہ ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء کا مکتوبہ ہے، صاف اور خوش خط ہے سائز ۲۰×۲۶/۸ ۳۵۵ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں، عنوان سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ آخر کتاب میں عنوان لکھنے سے رہ گئے ہیں، کتاب کے شروع کے صفحہ ۲ تا ۱۶ غائب ہیں، درمیان میں چھٹا باب بھی شامل کتاب نہیں ہے، ہم نے خزانہ جلالی کے اسی نسخہ سے استفادہ کیا ہے، اس کا ترجمہ یوں ہے :-

"تمام شد بعون اللہ نسخہ کتاب خزینۃ الجلالی فی التاریخ یازدہم ماہ رمضان ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء"

مخدوم شمس الدین ثامن نے یہ نسخہ مولوی غلام احمد اختر (ف ۱۹۴۲ء) کے فرزند حافظ عطاء الرحمٰن شرر سے ۱۹۶۰ء میں خرید کر داخل کتب خانہ کیا ہے۔

(۲) خزانہ جلالی کا ایک نہایت صاف، مکمل اور خوش خط نسخہ نو بہار شاد اوچ بخاری کے پاس ہے، یہ نسخہ بھی ہماری نظر سے گزرا ہے، سائز ۲۰×۲۶/۸، ۴۲۴ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں، ۱۴ ربیع الاول ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء کو کتابت کی تکمیل ہوئی ہے، اختتام یوں ہے :-

من بنشستم صرف کردم روزگار

من نمانم ایں بماند روزگار

کاتب کا نام درج نہیں ہے۔

۳۔ خزانۂ جلالی کا ایک ناقص نسخہ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن میں ہے۔ جس کا نمبر ۱۰۳۸ ہے، اس میں ۲۱۳ ورق میں سن کتابت درج نہیں ہے۔ کسی قدر کرم خوردہ اور ناقص الاول ہے[1]۔ سنٹرل لائبریری کی فہرست میں فقہ حنفی کے عنوان کے تحت درج ہے اکثر فقہ کی کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں، حیرت الفقہ مصنفہ دیدار البنی ولد مولانا نجاتی جو عالمگیر اورنگ زیب کے عہد کی تالیف ہے میں خزانہ جلالی بطور ماخذ کے استعمال کی گئی ہے۔

۴۔ خزانہ جلالی کا ایک نسخہ کتب خانہ واں میانہ شریف (ضلع سرگودھا) میں ہے جو ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۳ء کا مکتوبہ ہے[2]۔

جواہر جلالی حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ بھی ایک ضخیم دفتر ہے اس کے مرتب فضل اللہ بن ضیاء العباسی ہیں، حضرت مخدوم کے مرید و خلیفہ ہیں، انہوں نے یہ کتاب ۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء میں مرتب کی ہے کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے:۔

"الحمد للہ الذی ھدانا طریقۃ الحق والصواب وعدنا علی العمل بالحسنات"

جواہر جلالی میں مندرجہ ذیل ابواب و فصول ہیں:۔

(۱) در عدد رکعات فرائض نماز شب و روز

(۲) واجب و سنت

---

[1] تذکرہ مخدوم ص ۵۱
[2] ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین اگست و نومبر ۱۹۵۲ء

(۳) فرائض اندر نماز

(۴) واجبات نماز

(۵) سنن نماز

(۶) مستحبات نماز

(۷) قرآن و احکام نماز

(۸) آداب نماز

(۹) کرامت نماز

(۱۰) قاطع نماز

(۱۱) اوراد و فرائض بامداد

ذکر دہم

۱۔ درودہا و دعاہا

۲۔ دعاء بعد پنج فرلضیہ

ذکر یازدہم نماز اشراق و کیفیت و فضائل

۱۲۔ در صلوٰۃ عید الضحیٰ و کیفیت ادعیہ

۱۳۔ بیرون آمدن مسجد

۱۴۔ تلاوت کلام پاک

۱۵۔ ذکر اللہ

۱۶۔ مراقبہ تفکر، شرائط و کیفیت

۱۷۔ خلوت و عزلت

۱۸۔ اسرار عارفان

۱۹- قیلوله و کیفیت

۲۰- نماز زوال و ادعیه

۲۱- نماز پیشیں

۲۲- صلوٰة العصر

۲۳- صلوٰة مغرب

۲۴- صلوٰة عشاء

۲۵- صلوٰة وتر و دعاء قنوت

۲۶- مشغولی باوراد

۲۷- سلام گفتن بر روح رسول ص و صحابه و مشائخ۔

۲۸- خواب کردن

۲۹- طعام خوردن

۳۰- آب خوردن

۳۱- ضیافت

۳۲- آداب دعوت

۳۳- جامه پوشیدن

۳۴- بناء خانها و عمارت

۳۵- حلق سر، شارب و ناخن

۳۶- جماعت کردن

۳۷- زکوٰة مال

۳۸- هدایا و فتوح

۳۹۔ تحیۃ وسلام

۴۰۔ دیدن ماہ نو

۴۱۔ ماہ ذی الحجہ

۴۲۔ تعریف، کیفیت، دعا و تکبیرات تشریق۔

جواہر جلالی کے مندرجہ ذیل نسخے ہمارے علم میں ہیں۔

۱۔ ہمارے پیش نظر جواہر جلالی کا جو نسخہ رہا ہے وہ نوبہار شاہ سجادہ نشین اوچ کی ملکیت ہے اس کے آخر میں ترقیمہ نہیں ہے، سائز $\frac{26}{8} \times 20$ اور ۳۷۹ اوراق ہیں ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں، خط نہایت پاکیزہ اور صاف ہے۔

۲۔ جواہر جلالی کا ایک نسخہ سنٹرل لائبریری حیدرآباد دکن میں بھی ہے جس کا نمبر ۳۲۸ ہے جس میں ۲۳۵ ورق ہیں۔

۳۔ جواہر جلالی کی ایک تلخیص خلیفہ اللہ داد خاں ساکن اوچ کے کتب خانہ میں ہے۔

مظہر جلالی حضرت مخدوم کے ملفوظات کا ایک مجموعہ مظہر جلالی کے نام سے ہے اس کا ایک نسخہ مخدوم نوبہار شاہ سجادہ نشین اوچ بخاری کے پاس ہے اس کا سائز $\frac{26}{8} \times 20$ ہے، اس میں ۳۲ ورق ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۵ سطریں ہیں، بوجہ عدیم الفرصتی کتاب کا تفصیلی جائزہ نہیں لیا جا سکا، مرتب کا نام بھی سرورق یا مقدمہ کتاب میں تحریر نہیں ہے، کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

"...... د فرط عوارف اضافت نعم و اضافت کرم.... خضر قدم"

اختتام یوں ہے:۔

.......فرعون الی الرسول فاخذ ناہ اخذ و

البلاء۔

کتاب مہر شدہ ہے مگر مہر پڑھی نہیں جا سکی، کتاب کے شروع کے کچھ عنوان درج ذیل ہیں:۔

ذکر اول در مقدمہ

۱۔ دربیان توحید

۲۔ دربیان فرض

۳۔ دربیان عزیمت ورخصت

۴۔ دربیان شریعت وغیرہ۔

ذکر دوم :۔ دربیان طہارت و وضو و غسل مشتمل بر پانزدہ فصل

۱۔ در آداب قضاء حاجت

۲۔ اگر در صحرا باشد.......

۳۔ در استنجا

۴۔ در کردن استنجا

۵۔ دربیان بیرون آمدن

۶۔ دربیان استبراء

۷۔ کیفیت وضو و بیان فرائض و سنن

۸۔ دربیان مسواک کردن و کیفیت آن

۹۔ دربیان مسح موزہ

۱۰۔ دربیان تیمم

۱۱۔ نواقض وضو

۱۲- دربیان فرائض وواجبات ومستحب غسل

۱۳- دربیان آبہاکہ وضو ساختن ازاں روانیست

۱۴- دربیان شانہ کردن در محاسن

۱۵- دربیان تحیت وضو وآداب وفضائل آں۔

ذکر سوم :- دربیان تہجد وفضائل وعدد رکعات وادعیہ

" دربانگ نماز وکیفیت وشرائط ومسائل آن

" :- دربیان صبح صادق وخواندن سورۃ وادعیہ وترتیب آن

" :- دربیان سنت بامداد وادعیہ آن

" :- دربیان مسجد رفتن وکیفیت ادعیہ آن

" :- دربیان شروع کردن نماز بامداد وشرائط وکیفیت ــ مشتمل بردو فصل است

فصل اول :- درکیفیت سلام گفتن

فصل دوم :- دربیان اقامت کردن

اس کتاب کا نسخہ اور کہیں نہیں ملا، البتہ اس کے حوالے تاریخ الاولیاء مولفہ امام الدین (مطبوعہ بمبئی ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۵ء) میں ملتے ہیں، جواہر جلالی سے زیادہ ضخیم تر ہے، بعض عنوان مشترک معلوم ہوتے ہیں۔

مناقب مخدوم جہانیاں حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ مجموعہ بہت نادر ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) کی لائبریری میں ہے، دو کتابوں کے ناقص نامکمل ملفوظات ایک ہی جلد میں باندھ دیئے گئے ہیں، پہلی کتاب "وظائف شاہی" ہے جو جعفر بن جلال الدین درویش سے متعلق ہے اور دوسری کتاب مخدوم جلال الدین بخاری کے ملفوظات ہیں، مرتب

فہرست نے دونوں کو ایک کتاب سمجھ لیا ہے۔ ۱۵۹ ویں ورق کے بعد دونوں کتابوں کا کاغذ اور خط بدل جاتا ہے اور ۱۶۰ صفحہ سے مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات چھیالیسویں مجلس سے شروع ہوجاتے ہیں، افسوس کہ اس قابل قدر کتاب کا معتدبہ حصہ گم ہے اور سترھویں مجلس کے درمیان ختم ہوجاتی ہے، یہ کتاب سلطان فیروز شاہ کی وفات کے انتقال کے بعد مرتب ہوئی ہے کیونکہ اس کو سلطان مرحوم لکھا گیا ہے۔

یہ ملفوظات بہت اہم ہیں، اس میں عہد فیروزی کے اکثر سیاسی واقعات مہم ٹھٹہ اور بغاوت گجرات وغیرہ کا ذکر ہے، اکثر عمال و امراء و عمائدین کے نام ملتے ہیں۔ مرتب نے دریائے ستلج میں بذریعہ کشتی اوچ تک سفر کرنے کا ذکر کیا ہے، مرتب ملفوظات نے سامانے کے جنوب میں ایک گاؤں نظام پور آباد کیا ہے ممکن ہے اس گاؤں کا نام اس نے اپنے نام پر رکھا ہو، اس نایاب نسخے کے ضروری اقتباسات ہمیں ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب کے ذریعہ ملے جس کے لئے ہم ان کے شکر گذار ہیں۔

ترجمہ فارسی رسالہ مکیہ شیخ قطب الدین دمشقی اپنے زمانہ کے نامور صوفی شیخ تھے، انہوں نے تصوف کے مسائل پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ مکہ شریف میں تالیف کیا اور اس لئے اس رسالہ کا نام رسالہ مکیہ رکھا اور رسالہ کی تکمیل دمشق میں ہوئی[1]۔ رسالہ مکیہ اگرچہ مختصر ہے مگر اس کو رسالہ عوارف المعارف رسالہ قشیریہ اور کشف المحجوب کے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ اس مدرسہ کے نامور استاد شیخ عبداللہ یافعی باقاعدہ رسالہ مکیہ کا درس دیتے تھے[2]۔ حضرت مخدوم کو یہ رسالہ خود مصنف شیخ قطب الدین دمشقی نے بھیجا تھا، قطب الدین دمشقی کی تصنیفات میں معیار المریدین

---

[1] الدر المنظوم ص ۲۴۳، ۶۷، ۲۰۲ [2] ایضاً

لوسالعقائد، ضیاء الفوائد کے نام بھی ملتے ہیں[1]

مخدوم صاحب کا بیان ہے کہ قطب الدین دمشقی کا انتقال ۷۸۰ھ / ۱۳۷۸ء میں ہوا[2]

حضرت مخدوم کے یہاں رسالہ مکیہ کا باقاعدہ درس ہوتا تھا، مخدوم صاحب نے اس مفید رسالہ کا عربی سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا، رسالہ مکیہ کے فارسی ترجمہ کے قلمی نسخے کیمبرج یونیورسٹی، پرنسٹن یونیورسٹی (امریکہ) وغیرہ میں ہیں، پرنسٹن یونیورسٹی کے کیٹالاگ میں اس کا نام رسالہ مکیہ جلالیہ" درج ہے۔ فارسی ترجمہ کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

"بسم اللہ...... الحمد للہ الذی کرم الطالب لطلب قربہ و تواہم بطریق حبہ مقتضی کہ انک کسے را نگزارد کہ بروے دست باید ہر کرا سعادتے ہنادہ آید"

یہ رسالہ آخر سے ناقص ہے، سترھویں صدی کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہے۔ ۲۰ ورق ہیں، ہر صفحے میں ۱۹ سطریں ہیں، عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں[3]

رسالہ مکیہ سے ہند و پاکستان میں کافی، اعتناء کیا گیا، شیخ سعد الدین خیر آبادی[4] (ف ۹۲۲ھ / ۱۴۷۷-۸ء) نے رسالہ مکیہ کی شرح "مجمع السلوک" کے نام سے عربی زبان میں مکمل کی اور اس میں اپنے شیخ حضرت مینا لکھنوی (ف ۸۸۴ھ / ۱۴۷۹ء) کے ملفوظات و حالات بھی

---

[1] معجم المصنفین از مولانا محمود حسین خاں ٹونکی۔ (طبع بیروت)

[2] کشف الظنون میں ان کے انتقال کی تاریخ ۵۹۱ھ / ۱۱۹۵ء درج ہے۔

[3] ڈسکرپٹو کیٹالاگ آف دی گیرٹ کلیکشن، پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری ص ۲۰۴ مرتبہ محمد ای نفادم کی (لندن ۱۹۳۹ء)

[4] شیخ سعد الدین خیر آبادی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ علماء ہند ۲۱۷

شامل کردئے ہیں، مجمع السلوک کے جزء "ملفوظات شاہ مینا" کا فارسی ترجمہ قاضی ارتضیٰ خاں گوپاموی (ف ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء) نے فوائد سعدیہ کے نام سے کیا اور اس میں اپنے سلسلہ کے شیوخ کے حالات شامل کردئے ہیں، فوائد سعدیہ ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ میں طبع ہو چکا ہے۔ فوائد سعدیہ کا اردو ترجمہ و تلخیص "مخدوم شاہ مینا" کے نام سے ہمارے مخلص بزرگ مولوی خصلت حسین صابری ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر مدارس نے کیا ہے، یہ کتاب عنقریب آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس (کراچی) کی طرف سے شائع ہونے والی ہے۔

رسالہ مکیہ کا فارسی ترجمہ حافظ محمد ضامن تھانوی (ش ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء) کی تحریک پر مولانا رشید احمد گنگوہی (ف ۱۹۰۵ء) نے بھی کیا جو امداد السلوک کے نام سے ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں مراد آباد سے طبع ہوا ہے، امداد السلوک کا اردو ترجمہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے معیار السلوک کے نام سے کیا ہے جو متعدد بار چھپ چکا ہے۔ ابھی حال میں امداد السلوک کا از سر نو ترجمہ پروفیسر عبد المغنی صاحب جے پوری نے کیا ہے۔ جو نہایت صاف، سلیس اور رواں ہے۔ ابھی یہ ترجمہ طبع نہیں ہوا ہے۔

اربعین صوفیاء

الدر المنظوم کے مقدمہ میں مولوی ذوالفقار احمد نے جامع العلوم کے مرتب علاء الدین علی کا قول نقل کیا ہے کہ اربعین صوفیاء حضرت مخدوم نے مکہ مبارکہ میں مرتب کی تھی [۱]

"اربعین صوفیاء کہ مخدوم در مکہ مبارک جمع کردہ بودند"

یہ کتاب حضرت مخدوم کے یہاں باقاعدہ درس میں رہتی تھی۔

---

[۱] الدر المنظوم جلد اول (مقدمہ ص ۱۴۲)

حضرت مخدوم سے منسوب ترجمہ قرآن کریم

یو۔ پی کے مشہور بزرگ حضرت شاہ محمد ابراہیم مراد آبادی (المتوفی ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء) کی اولاد میں مولوی احسان الحق صاحب[1] مراد آبادی کے پاس قرآن کریم کا ایک قلمی نسخہ ہے جو خط بہار میں تحریر ہے۔ قرآن کریم میں کوئی ترقیمہ شامل نہیں ہے، جس سے کاتب یا سنہ کتابت وغیرہ کا حال معلوم ہوتا مگر مولوی احسان الحق صاحب کے تایا زاد بھائی سلطان الحق بن شمس الحق کی روایت ہے کہ یہ قرآن کریم حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے قرآن کریم کے طرفین کے کئی سیپارے نہیں ہیں، درمیان میں بھی بعض سیپارے نامکمل ہیں، رسم الخط اور کاغذ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ آٹھویں صدی ہجری کا ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں فارسی ترجمہ بھی ہے اور ترجمہ سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ ترجمہ میں حسب ضرورت بعض مقامات پر مختصر سی تشریح بھی ہے، قرآن کریم کا یہ فارسی ترجمہ برصغیر پاک و ہند کے قدیم ترجموں میں سے ہے، آخر میں عم یتساءلون کے سیپارہ کا کچھ حصہ بغیر ترجمہ کا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے سیاہ روشنائی سے قرآن کریم تحریر کیا گیا ہے اور اس کے بعد سرخ روشنائی سے ترجمہ لکھا گیا ہے، یہاں سورہ نساء کی چند ابتدائی آیات کا ترجمہ بطور نمونہ نقل کیا جاتا ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء واتقوا اللہ

---

[1] احسان الحق صاحب ڈاکٹر سید معین الحق صاحب جنرل سکریٹری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) کے بڑے بھائی ہیں۔

الذی تساءلون به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا وآتو الیتامی اموالهم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالهم الی اموالکم، انه کان حوبا کبیرا، وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی، فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ، او ما ملکت ایمانکم، ذٰلک ادنی الا تعولوا، وآتوا النساء صدقاتهن نحلۃ فان طبن لکم عن شیء منه نفسا فکلوه هنیئا مریئاه

بنام خدائے مهربان بخشاینده:۔ ای مردمان بترسید از خداوند خود، آن خدائی که بیافرید شما را، از یک نفس یعنی از آدمؑ، وبیافرید از پهلوئے آدمؑ جفت او را حوّا، وبراگند از آدم حوّا، مردان بسیار، وزنان و بترسید از خدائی که از یک دیگر می خواهید...... بحق او...... وبترسید از رحم، بدرستی که خدای هست بر شما نگاه بان وبدهید یتیمان را مالهاء شان، وبدل مکنید مال حرام بحلال یعنی بجائے حلال حرام مخورید، مالهائے یتیمان را با مالهائے خود آمیخته که آں باشد گناهے بزرگ، واگر ترسید که عدل نتوانید کرد در مال یتیمان پس خواهید نکاح...... خوش آید شما را از زنان دوگان دوگان و سہ گان سہ گان یا چهارگان چهارگان، پس اگر ترسید عدل نتوانید کرد میان زنان یکی خواهید یا کنیزکی...... خرید و لعولی کنیزک خواهید این نزدیک تر است که ستم مکنید وبدهید زنان را، مهرهائے شان داریه اگر خوش آید زنان را که برای شما از چیزی از مهر بخشند بخورید اسنا گواران گوارنده

حضرت مخدوم کی ازدواجی زندگی اور اولاد

جامع العلوم میں حضرت مخدوم کی بیوی کا کئی جگہ ذکر ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم کی شریک حیات بھی نہایت عبادت گزار عابد اور زاہدہ بلکہ واصل حق تھیں، ایک مرتبہ ان کا ذکر کرتے ہوئے مخدوم نے فرمایا کہ ایک رات وہ عبادت میں مشغول تھیں کہ بے ہوش ہو کر سجدہ میں گر پڑیں، ہوش میں آئیں تو سجدہ سے اٹھیں جب ان سے وضو کرنے کے لئے کہا گیا تو فرمایا کہ مجھ کو بے ہوشی نہ تھی، میں نے دل کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کو دیکھا، اس لئے (دل نے) سجدہ کیا[1] تہجد کے لئے حضرت مخدوم سے پہلے اٹھتیں اور جب دو رکعات نماز ادا کر چکتیں تو حضرت مخدوم اٹھتے[2] شرح کبیر چہل اسم کا ورد فرماتیں[3] اور شرح کبیر کا ایک دفتر حرم محترم کے پاس تھا حضرت مخدوم کے پاس اگر کوئی شخص آتا اور وہ بیمار پڑ جاتا تو حرم محترم ان کی بیمارداری کرتیں[4] علم وفضل کا یہ عالم تھا عوارف المعارف کا باقاعدہ درس دیتی تھیں[5] حضرت مخدوم کے ملفوظات جامع العلوم میں مخدوم کی صرف ایک بیوی کا ذکر ملتا ہے[6] حضرت مخدوم کے تین صاحبزادے محمود (ناصر الدین) عبداللہ اور محمد بیان کئے جاتے ہیں[7]

لہ الدر المنظوم ص ۵۰۲

لہ الدر المنظوم ص ۱۳۱

لہ الدر المنظوم ص ۴۵۹، ۴۶۰

لہ الدر المنظوم ص ۴۸۱

لہ الدر المنظوم ص ۳۵۴، ۳۷

لہ سخاوت مرزا صاحب نے مخدوم کی تین بیویوں کا ذکر کیا ہے، تذکرہ مخدوم ص ۳۲

لہ تذکرہ مخدوم ص ۳۲

اور ایک صاحبزادی تھیں جو شرف الدین شہدی کو منسوب تھیں[1]، نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں کہ مخدوم زادہ عبداللہ کے کوئی اولاد نہ تھی وہ مقدم شریف کے پاس دہلی میں دفن ہیں[2]۔ مخدوم زادہ محمد صاحب اولاد تھے۔ لعل بیگ ان کے متعلق لکھتے ہیں[3]:

بعد از پدر سجادہ شیخیت بہ نشست ..... بس بزرگ و عالی مقدار بود۔	اپنے باپ کے بعد سجادگی کی مسند پر بیٹھے بڑے بزرگ اور عالی مرتبہ تھے۔

جامع العلوم میں ناصر الدین محمود کا کئی جگہ ذکر ملتا ہے، ایک مرتبہ ان کی طبیعت کچھ ناساز تھی اور اعضا شکنی کی شکایت تھی۔ حضرت مخدوم ان کو دیکھنے گئے[4]، دہلی کے سفر سنہ ۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء میں وہ ان کے ساتھ تھے۔ مخدوم زادہ محمود مقروض بہت زیادہ رہتے تھے ان کے مصارف زیادہ تھے، مخدوم قرض لینے سے منع کرتے تھے۔ مگر وہ باز نہیں آتے تھے[5]۔ ایک مرتبہ مخدوم کے پاس دو لونڈیاں اور پالنو تنکے فتوح میں آئے، انہوں نے حسن خادم سے فرمایا کہ ان کو خانگی چھوڑ دو مخدوم زادہ محمود نہ دیکھے ورنہ سب لیجائے گا[6]۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مخدوم زادہ محمود عیش و عشرت کی زندگی گزارتے تھے۔ ثمرات القدس میں ہے[7]:۔

---

[1] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۲۶۴

[2] الفرج النامی ص

[3] ثمرات القدس حصہ دوم، قلمی از لعل بیگ ورق ۸۵ الف مخزونہ نیشنل میوزیم کراچی۔

[4] الدر المنظوم ص ۲۳۶-۲۳۷

[5] ایضاً ص ۸۴۸ - ۸۴۹

[6] ایضاً ص ۶۸۱

[7] ثمرات القدس (قلمی) ورق ۱۰۲

وے را خارق و کرامات بسیار است می آرند کہ ہفصد و پنجاہ حرم داشت و یکصد فرزند ...... و عدد بنائر او بیرون از این است کہ در حصر آید۔	وہ بہت صاحب خارق و کرامات تھے کہتے ہیں کہ ان کے نو سو پچاس حرم تھیں اور ایک سو لڑکے ...... ان کے پوتے تو شمار سے باہر ہیں۔

مولف تاریخ اوچ لکھتے ہیں کہ ناصر الدین محمود کی منکوحہ ازواج کے علاوہ ایک سو چالیس مملوکہ کنیزیں تھیں[1] حرم اور اولاد کی تعداد میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر کثیر الازواج اور کثیر الاولاد ضرور تھے۔ بعض نے ان کے فرزندوں کی تعداد بیس اور بعض نے اٹھارہ لکھی ہے۔ مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب نے ناصر الدین محمود کی تاریخ پیدائش ۲ ذیقعد ۷۴۱ھ ۱۳۴۱ء اور تاریخ وفات ۲۲ رمضان ۸۰۰ھ ۱۳۹۸ء لکھی ہے۔[2]

ناصر الدین محمود کے ایک فرزند حامد تھے جنہوں نے تحصیل علم حضرت مخدوم سے کی تھی، جامع العلوم میں ان کا اکثر ذکر ہے بلکہ انہوں نے قرآن کریم اور علوم تفسیر و فقہ حضرت مخدوم ہی سے پڑھے تھے۔[3]

حضرت مخدوم کی اولاد و احفاد میں بہت برکت ہوئی اور یہ خاندان خوب پھلا پھولا، ہند و پاکستان کا شاید ہی کوئی مرکزی شہر ایسا ہو جہاں حضرت مخدوم کی اولاد نہ ہو۔ حضرت مخدوم کی اولاد نے ہند و پاکستان میں علوم و فنون اور ارشاد و تبلیغ کے بڑے کارنامے انجام دئے ہیں جن کے بیان کے لئے ایک علیحدہ جلد کی ضرورت ہے۔

---

[1] تاریخ اوچ ص ۱۰۰
[2] ایضاً
[3] الدر المنظوم ص ۴۷۹

حضرت مخدوم کی اولاد و احفاد کے سلسلہ میں ایک بہت بڑا ذخیرہ خلیفہ اللہ داد خاں صاحب ساکن اوچ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے اور اس سلسلہ میں :-

۱۔ خلاصۃ السادات مولفہ مولوی خلیفہ غلام محمد خاں (تالیف سنہ ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۱ء)

۲۔ ذکر سادات بخاری و سادات بھکری و سادات رسول دار (تالیف سنہ ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء)

۳۔ شجرہ سادات کرام اوچ شریف بخاری مولفہ مولوی خلیفہ محمد رمضان (تالیف سنہ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۳۶ء)

۴۔ کشکول قلمی مولوی خلیفہ غلام محمد خاں

۵۔ شجرہ انساب سادات عظام (قلمی)

۶۔ اصل السادات بخاری (قلمی)

۷۔ خلاصۃ الانساب بخاری۔

۸۔ شجرہ محمدی نقل کردہ مولوی محمد رمضان (مرتبہ سنہ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء)

وغیرہ ایسی کتابیں ہیں جن سے حضرت مخدوم کے اولاد و احفاد کا مکمل اور واضح شجرہ اور حالات مرتب ہو سکتے ہیں۔

اگرچہ ان میں بعض کتابیں تھوڑے سے اضافہ کے ساتھ ایک دوسرے کی نقل ہیں پھر بھی یہ ایک قابل قدر ذخیرہ ہے، البتہ مطالعہ و استفادہ کے وقت احتیاط و نقد کی ضرورت ہے۔ ہمیں یہ نوادر خلیفہ اللہ داد خاں صاحب کے فرزند جناب غلام شبیر صاحب کے ذریعہ سے دیکھنے کو ملے جن کے لئے ہم ان کے شکرگزار ہیں۔

خانقاہ بخاری کے سجادہ نشین

حضرت مخدوم کے بعد ان کے برادر خورد صدرالدین راجو قتال (ف سنہ ۸۲۷ھ / ۱۳۲۴ء) سجادہ نشین ہوئے، مگر ان کے بعد ان کی اولاد کے باوجود فضل الدین بن ناصر الدین محمود سجادہ نشین ہوئے، ان کے عہد میں غازی خاں والی ڈیرہ غازی خان نے حضرت

مخدوم کے مزار پر مقبرہ تعمیر کرایا جس کی تعمیر کا سال ۸۵۷ھ ۱۴۵۳ء ہے ان کی اولاد میں
رکن الدین ابو الفتح بہت مشہور ہوئے ہیں، ان کے بیٹے مخدوم محمد کیمیا تھے، مخدوم محمد
کیمیا کے فرزند حامد بڈھا تھے جو شاہ حسین ارغون کے خوف سے اوچ سے کوچ کر کے عیسیٰ
خیل (ضلع میانوالی) کی طرف چلے گئے اور ان کے بیٹے محمد راجن اپنے باپ کے جانشین
ہوئے. ان کے بعد ان کے پوتے مخدوم حسن جہانیاں یعنی زین العابدین جانشین ہوئے
جنہوں نے اپنے دادا محمد راجن کے حکم سے رحمت اللہ شاہ چاندنہ چراغ سجادہ نشین خانقاہ
حضرت جلال سرخ پر اپنے مریدوں کے ساتھ حملہ کیا اور ان سے مزار مبارک چھین کر خود سجادہ
نشین ہو گئے اور رحمت اللہ شاہ اوچ چھوڑ کر کھر در لال عین چلے گئے، مخدوم حسن جہانیاں
کے بعد ان کے فرزند مخدوم ناصر الدین ثانی سجادہ نشین ہوئے اور انہوں نے اوچ کی جاگیر
دربار اکبر شاہی سے اپنے نام منتقل کرالی. مخدوم ناصر الدین کے بعد ان کے فرزند مخدوم نوبہار
کلاں سجادہ نشین ہوئے. ان کے وقت میں حضرت جلال سرخ کی دفن شدہ خاک
پاک مقبرہ شیخ صدر الدین راجو قتال سے جنگ و جدال کے بعد نکالی گئی اور چبوترے موقعہ
پر (جہاں اس وقت خانقاہ بنی ہے) منتقل کی گئی اور مقبرہ تیار کیا گیا اور مسجد بنوائی گئی
تاریخ بناء مسجد ۱۰۲۷ھ ۱۶۱۸ء ہے. مخدوم نوبہار کے بعد ان کے بیٹے مخدوم حسن جہانیاں ثانی
سجادہ نشین ہوئے وہ لاولد تھے، اس لئے ان کے بعد ان کے بھائی مخدوم ناصر الدین ثالث
وجانشین ہوئے مگر کچھ عرصہ بعد وہ اپنے چھوٹے بھائی شیخ راجو کے حق میں دستبردار ہو گئے
ان کے بعد ان کے فرزند شیخ ناصر الدین رابع سجادہ نشین ہوئے پھر ان کے فرزند مخدوم
راجن نے جگہ لی، وہ شکار کے بہت شوقین تھے، چونکہ لاولد تھے اس لئے ان کے بعد ان
کے بھتیجے مخدوم حامد نوبہار ثانی بن لال قلندر سجادہ نشین ہوئے وہ بھی لاولد تھے اس لئے
ان کی وفات کے بعد ان کے دامادوں میں سجادگی کا جھگڑا ہوا اور مخدوم محمد ناصر الدین

خامس بن غلام شاہ کلاں بن امیر شاہ بن غلام علی شاہ بن مخدوم حامد نوبہار کلاں اپنے خسر کے جانشین ہوئے یہ بڑے با اخلاق تھے ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے ان کو عوام ساڑھی والے پیر کہتے تھے ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔

مخدوم حامد نوبہار ثالث بن مخدوم ناصر الدین خامس اپنے والد کے جانشین ہوئے نوبہار ثالث خواجہ نور محمد مہاروی (ف ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۱ء) کے مرید تھے ان کے بھائی مخدوم قلندر بخش نے ان کے ملازم دایہ یارا کے ہاتھ سے ان کو زہر دلایا ان کے دو بیٹے جنیدوڈہ شاہ اور غلام شاہ تھے، مخدوم قلندر بخش نے نواب محمد بہاول خاں، ثانی والی بہاول پور سے خانقاہات اوچ کی تولیت حاصل کرلی اور حامد نوبہار ثالث کی بیوی کو قتل کرکے ان کے بیٹے غلام شاہ کو اوچ میں نظر بند کر دیا۔

جنیدوڈہ شاہ نے سندھ میں بالغ ہو کر ایک طوائف گوہر خاتون سے نکاح کرلیا اور میر سہراب خاں کی تربیت و صحبت کے اثر سے شیعہ مسلک اختیار کرلیا اور ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوچ میں پہنچا اور مخدوم ناصر الدین سادس کے لقب سے خانقاہ جلال بخاری کا سجادہ نشین بن گیا۔ قلندر بخش احمد پور شرقیہ چلے گئے مولوی حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں کہ[1]

> جنیدوڈہ شاہ پہلا سجادہ نشین اوچ بخاری ہے جس نے سندھ سے مسلک شیعہ لاکر اوچ اور ریاست بہاول پور میں مروج کیا .... اور اپنے بزرگان کے مذہب سنت جماعت اور حنفی مشرب اور طریقہ سہروردی

---

[1] تاریخ اوچ ص ۱۱۲

کو ترک کر کے مسلک شیعہ اختیار کیا اور رسم تعزیہ داری کا اُوچ میں رواج ڈالا۔

ناصر الدین سادس (جندوڈہ شاہ) ۹ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء کو فوت ہوا، پھر اس کے فرزند محمود شاہ حامد نوبہار رابع کے لقب سے جانشین ہوئے جو سیر و شکار اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے ۲ ذیقعدہ ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۵ء کو خدا بخش ملو اور مہاراسی نے ان کو قتل کردیا، کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس کے بعد محمود ناصر الدین سابع بن غلام راجن شاہ بن ناصر الدین سادس سجادہ نشین ہوئے، ان کو شکار، کشتی اور شطرنج کھیلنے کا بہت شوق تھا، ان کی متواتر کوششوں سے نواب محمد صادق خاں رابع والی بہاولپور نے وہ معافی کسور جو بعوض خدمات لشکری دو پشت تک محدود تھی تا قیام خانقاہ منظور کی۔ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں فوت ہوئے ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حضور بخش مخدوم نوبہار خامس کے لقب سے سجادہ نشین ہوئے ۶ شعبان ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء کو ان کا انتقال ہوا اور دو بیٹے حسین بخش اور غلام عباس یادگار چھوڑے۔ حسین بخش مخدوم ناصر الدین ثامن کے لقب سے ۱۵ شعبان ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء کو سجادہ نشین ہوئے۔ اور ۱۹۴۴ء/۱۳۶۲ھ میں فوت ہوئے آج کل ان کے فرزند نوبہار شاہ سادس کے لقب سے سجادہ نشین خانقاہ اوچ بخاری ہیں، نہایت مرنجان و مرنج شخص ہیں، ان کے تین بیٹے غلام اکبر، غلام اصغر اور غلام عون ہیں، غلام اکبر صاحب کو سجادہ نشینی کے لئے نامزد کیا ہے[1]

---

[1] یہ تمام حالات تاریخ اوچ ص ۱۱۲ تا ۱۱۸ سے ماخوذ ہیں۔

حضرت مخدوم کے مریدین و خلفاء اور سلسلہ کی اشاعت

حضرت مخدوم کا سلسلہ بیعت دارشاد بہت وسیع تھا، صاحب ثمرات القدس لکھتے ہیں۔[۱]

وے را یک لک و ہفتاد ہزار و دو لیست و ہشتاد و شش مرید بود و ے حنفی المذہب بود مریدان نیز تمام مذہب وے را داشتند۔

ان کے ایک لاکھ ستر ہزار دو سو چھیاسی مرید تھے وہ حنفی مذہب رکھتے تھے اور ان کے تمام مرید بھی اسی مذہب کے پیرو تھے۔

حضرت مخدوم کے مندرجہ ذیل بیالیس مریدین و خلفاء کے نام الدر المنظوم وغیرہ میں ملتے ہیں۔[۲]

(۱) فخر الدین ترمذی
(۲) ابو عبد اللہ علاء الدین علی
(۳) مولانا بدر الدین
(۴) مولانا کبیر الدین
(۵) مولانا شمس الدین
(۶) اسماعیل
(۷) بہو
(۸) بشیر
(۹) شیخ محمد تقی گازرونی
(۱۰) شمس الدین مسعود عراقی
(۱۱) صدر الدین محمود
(۱۲) شرف الدین
(۱۳) راستیں
(۱۴) رکن الدین راجا
(۱۵) رفیع الدین
(۱۶) معین الدین
(۱۷) فرید الدین
(۱۸) مولانا مختار

۱۔ ثمرات القدس (قلمی) ورق ۲۸۰ الف

۲۔ الدر المنظوم ۳، ۱۷۸، ۲۶۷، ۲۹۳، ۳۵۵، ۴۱۵، ۶۵۷

(۱۹) مولانا تاج الدین محمد
(۲۰) مولانا نجم الدین شیخ زادہ
(۲۱) مولانا حسام الدین بھکری
(۲۲) مولانا تاج الدین مانک پوری
(۲۳) مولانا مسعود جھونی
(۲۴) مولانا محمد جھونی
(۲۵) مولانا نظام الدین ابراہیم
(۲۶) خواجہ بدرالدین بہزاد
(۲۷) مسعود درویش
(۲۸) خواجہ خسرو دہلوی
(۲۹) خواجہ مظفر سامانی
(۳۰) خواجہ نصرت
(۳۱) ملک زادہ نصیر الدین
(۳۲) مولانا رکن الدین دیپال پوری
(۳۳) مولانا علاء الدین مانک پوری
(۳۴) ملک زادہ شہاب الدین
(۳۵) خواجہ مسعود باخرزی
(۳۶) مولانا خواجگی
(۳۷) مولانا سالار سرسی
(۳۸) شیخ زادہ معظم
(۳۹) جمشید
(۴۰) شرف الدین
(۴۱) محمد ظفاری۔

حضرت مخدوم کے بہت سے مریدین و طالبین خانقاہ میں رہ کر سلوک کے منازل طے کرتے اور ایک معینہ مدت کے بعد خرقۂ خلافت حاصل کر کے سلسلہ کی اشاعت میں مشغول ہو جاتے اس طرح حضرت مخدوم کے ذریعہ سے سہروردی سلسلہ تمام برصغیر پاک وہند میں خوب پھیلا، حضرت مخدوم کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء پنجاب، سندھ، یو۔پی۔ بہار، بنگال، گجرات، کاٹھیاواڑ، دکن، مدراس وغیرہ میں پھیل گئے اور ان علاقوں کے اکثر مقامات پر حضرت مخدوم کی اولاد امجاد کا سلسلہ بھی پھیلا، حضرت مخدوم کے بعض ممتاز خلفاء کا مختصر ذکر درج ذیل ہے:۔

سید صدرالدین راجو قتال حضرت مخدوم کے برادر حقیقی تھے بڑے صاحب جلال

تھے ۸۲۷ھ ۱۴۲۴ء میں دہلی میں وصال ہوا، مزار اوچ میں ہے، حضرت راجو قتال سے سلسلہ کی خوب اشاعت ہوئی۔

شیخ اخی راجگیری بھی حضرت مخدوم کے خلیفہ تھے "اخی" حضرت نے خطاب دیا تھا، موضع زہرا پرگنہ دریاآباد سرکار اودھ کے رہنے والے تھے، خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے قنوج کو اصلاح وتبلیغ کا مرکز بنایا، موضع راجگیر میں سکونت اختیار کی۔[1]

شیخ علم الدین ترمذ کے رہنے والے تھے قنوج وطن تھا حضرت مخدوم نے ان کو جونپور بھیجا، سلطان ابراہیم شرقی کے دربار میں رہے جاگیر بھی ملی صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں[2]:-

"از کامل ترین خلفاء و مریداں حضرت مخدوم جہانیان است"

مولانا شیخ سراج الدین حضرت مخدوم کے امام تھے، حضرت نے ان کے پیچھے نماز پڑھی، حافظ قرآن تھے ۸۳۰ھ ۱۴۲۷ء میں وصال ہوا، مزار کالپی میں ہے۔

حضرت جہانگیر اشرف سمنانی ماوراء النہر سے سمرقند آئے بعدہٗ وہاں سے اوچ پہنچے حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضری دی حضرت مخدوم نے فرمایا[3]

"فرزند بسیار مردانہ برآمدہ، مبارک بادہ، زود قدم درراہ نہ"

جہانگیر اشرف سمنانی نے حضرت مخدوم سے روحانی فیض اور خرقہ خلافت پایا وہاں سے

---

[1] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۶۳

[2] خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۶۴

[3] لطائف اشرفی جلد دوم ص ۹۴

دہلی آئے جہانگیر اشرف سمنانی کا وصال ۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء میں کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد) میں ہوا وہیں آپ کا مزار ہے۔

سید شرف الدین مشہدی، شیخ تاج الدین بھکری، سید محمود شیرازی، سکندر بن مسعود، علاء الدین علی (مرتب جامع العلوم) شرف الدین اور مولانا عطاء وغیرہ حضرت مخدوم کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔

صوبہ بہار میں حضرت مخدوم کے خلفاء کے ذریعہ سلسلہ سہروردیہ کی خوب اشاعت ہوئی، مولانا حسن پھلواروی صاحب لکھتے ہیں[1]:-

"(صوبہ بہار) میں خاص شہابیہ سہروردیہ سلسلہ کہیں حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور ان کے خلفاء کے ذریعہ اور کہیں دیگر شیوخ سلسلہ سہروردیہ کے وسائط سے جاری و رائج ہوا"

صوبہ بہار کی مشہور خانقاہ پھلواری کے شیخ المشائخ شاہ محمد مجیب اللہ المتوفی ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء حضرت مخدوم کے واسطے سے سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے وہ اس طرح کہ حضرت مجیب اللہ بیعت تھے۔ شاہ عتیق اللہ سے اور وہ شاہ عبد المقتدر سے اور وہ شیخ عبد النبی سے اور وہ محمد شیر سے اور وہ عزت شاہ سے اور وہ سید برہان سے اور وہ سید شاہ عالم سے اور وہ مخدوم عبد اللہ سے اور وہ سید ناصر الدین محمود سے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے[2] اسی طرح بہار کے مشہور بزرگ حضرت سید محمد عرف حضرت پیر دمڑیا عظیم آبادی

---

[1] تذکرہ حضرت ابو النجیب عبد القاہر السہروردی از مولانا حسن پھلواروی ص ۷۶ مطبوعہ مطبع مولوی فتح محمد تائب لکھنؤ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء

[2] تذکرہ ابو النجیب ص ۷۵، ۷۶

بھی جلالی سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے، صاحب "تذکرہ حضرت ابوالجنیب" تالیف محمدی کے حوالہ سے لکھتے ہیں[1]:۔

سید محمد قدس سرہ المشتہر بہ پیر دمڑیا، آں بزرگوار مشرب سہروردیہ داشت و نعمت از خاندان جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ یافتہ"۔

قصبہ منیر (بہار) کے مشہور شیخ شاہ محمد مبارک بھی حضرت مخدوم کے واسطہ سے سہروردی سلسلہ میں بیعت تھے، اس طرح کہ شیخ محمد مبارک نے خرقہ خلافت شاہ نعمت اللہ بن شاہ عطاء اللہ فیروز پوری سے پایا اور انہوں نے محمد مقبول عالم سے اور انہوں نے اپنے والد جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے محمد شیر سے اور انہوں نے عزت شاہ سے اور انہوں نے سید برہان سے اور انہوں نے سید شاہ عالم سے اور انہوں نے مخدوم عبداللہ سے اور انہوں نے سید ناصر الدین محمود سے اور انہوں نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے[2]۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے فیوض و برکات اودھ میں شیخ قیام الدین قوام (ف ۸۲۰ھ/۱۴۱۷ء) کے مرید اور حضرت صدر الدین راجو قتال کے خلیفہ شیخ سارنگ (ف ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء) کے ذریعہ سے پھیلے شیخ قیام الدین، حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے خلیفہ تھے، شیخ سارنگ ہندو مذہب چھوڑ

---

[1] تذکرہ ابوالجنیب ص ۶۷

[2] تذکرہ ابوالجنیب ص ۶۸

[3] شیخ قیام الدین کے حالات کے لئے دیکھئے سبع سنابل ص ۴۷ تا ۵۷، و فوائد سعدیہ از قاضی ارتضا علی خاں ص ۳ تا ۶ (مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۳۰۲ھ)

کر مشرف باسلام ہوئے اور عہد فیروز شاہی میں شاہی امیر اور منصب دار تھے پہلے یہ شاہ قیام الدین کے مرید ہوئے اور بعد کو اجازت و خلافت حضرت راجو قتال سے ملی۔ شیخ سارنگ کا مزار موضع مجھگواں ضلع بارہ بنکی میں ہے۔[1] شیخ سارنگ کے بعد اودھ میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کو ان کے خلیفہ مخدوم شاہ مینا (ف ۸۸۴ھ / ۱۴۷۹ء) اور ان کے خلیفہ شیخ سعد خیرآبادی (ف ۹۲۲ھ / ۱۵۱۶ء) اور ان کے خلیفہ شیخ عبدالصمد معروف بہ مخدوم شاہ صفی (ف ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء) کے ذریعے سے بڑا فروغ ہوا۔[2] حضرت شیخ عبدالصمد کے دو نامور خلفاء بندگی شیخ مبارک اور شیخ حسین محمد سکندرآبادی ہوئے اول الذکر کی آٹھویں پشت میں نامور صوفی شیخ خادم صفی محمدی صفی پوری (ف ۱۲ رجب ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء) ہوئے جن کے مشہور خلیفہ منشی ولایت علی خاں معروف بہ عزیز صفی پوری (ف ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء) مشہور صاحب نسبت و تصنیف بزرگ گزرے ہیں اور شیخ حسین محمد کے مشہور و نامور خلیفہ میر عبدالواحد بلگرامی (ف ۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء) ہوئے جن کی کتاب سبع سنابل مشہور و معروف ہے۔

رسول شاہیوں کا ایک سلسلہ سہروردیہ بھی حضرت مخدوم جہانیاں گشت کے واسطے سے جاری ہے وہ اس طرح کہ عبدالرسول شاہ عرف رسول شاہ الوری بیعت تھے حضرت شاہ نعمت اللہ دہلوی سے اور وہ شاہ داؤد مصری سے اور وہ شاہ سخی حبیب سے

---

[1] شیخ سارنگ کے لئے ملاحظہ ہو سبع سنابل ص ۳۷ تا ۴۰، و فوائد سعدیہ ص ۶ تا ۸ و مخدوم زادگان فتحپور حصہ اول از مسعود علی محوی ص ۳۷ تا ۴۱

[2] ملاحظہ ہو مخزن الولایت (ملفوظات شاہ خادم صفی) مرتبہ منشی محمد ولایت علی خاں اردو ترجمہ از محمد خصلت حسین صابری) ص ۱۵-۲۰ (پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء)

اور شاہ اسمٰعیل سے اور وہ شاہ مرتضیٰ سے اور وہ شاہ عبدالرزاق سے اور وہ شاہ اللہ داد سے اور وہ شاہ پیرن بندگی سے اور وہ شاہ سجن گوشہ نشین سے اور وہ شاہ محمد سے اور وہ شاہ محمد اسحٰق سے اور وہ شاہ داؤد طائی سے اور وہ شاہ راجو قتال سے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے[1]

امروہہ (یو پی) کے مشہور چشتی بزرگ شاہ امانت علی امروہوی سہروردی سلسلہ میں حضرت مخدوم کے واسطے سے منسلک تھے وہ اس طرح کہ شاہ امانت علی بیعت تھے، حافظ موسیٰ مانک پوری سے اور وہ سید اعظم رودولوی سے اور وہ شاہ سالم رودولوی سے اور وہ سید بھیک میراں سے اور وہ شاہ ابوالمعالی انبیٹھوی سے اور وہ شیخ داؤد گنگوہی سے اور وہ شیخ صادق گنگوہی سے اور وہ شاہ ابوسعید گنگوہی سے اور وہ خواجہ نظام الدین بلخی سے اور وہ مولانا جلال الدین تھانیسری سے اور وہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے اور وہ شیخ درویش اودھی سے اور شاہ بدھن بہرائچی سے اور وہ شاہ اجمل بہرائچی سے اور وہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے[2]۔

---

[1] تذکرہ اہل دہلی (سر سید احمد خاں) مرتبہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی ص ۳۹ (انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۵۵ء)

[2] شجرہ کلاں سلاسل عالیہ حسینیہ حسینیہ مرتبہ احمد سعید کاظمی مطبوعہ نوبہار الیکٹرک پریس ملتان ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۷ء و تذکرۃ الکرام (معروف بہ تاریخ امروہہ جلد دوم) از مولوی محمود احمد عباسی ص ۱۸۸-۱۹۱ مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی ۱۹۳۲ء۔

کشمیر میں حضرت مخدوم کے سلسلہ کے بزرگ جمال الدین بخاری دہلوی نے اسلام کی شمع روشن کی اور گجرات وکاٹھیاواڑ میں شیخ برہان الدین قطب عالم اور ان کی اولاد امجاد نے اسلام کی تبلیغ واشاعت فرمائی۔

گجرات میں بخاری پیروں کے ذریعہ سہروردی سلسلہ کی بڑی تبلیغ واشاعت ہوئی حضرت مخدوم کی اولاد و احفاد میں بڑے نامور اور مشہور صاحب سلسلہ بزرگ گذرے ہیں۔

کتابیات

۱ - آبِ کوثر: - شیخ محمد اکرام لاہور سنہ ۱۹۵۲ء

۲ - آثارِ بدایوں: - حافظ فضل اکرم (وکٹوریہ پریس بدایوں سنہ ۱۹۱۵ء)

۳ - آثار الصنادید: - سر سید احمد خاں (لکھنؤ سنہ ۱۸۹۵ء)

۴ - اخبار الاخیار: - شیخ عبد الحق دہلوی (مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۳۲ھ)

۵ - اخبار الصنادید (جلد دوم) حکیم نجم الغنی (لکھنؤ سنہ ۱۹۱۸ء)

۶ - اردو نثر کا آغاز و ارتقاء: - ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ (مجلس تحقیقات اردو، حیدر آباد دکن)

۷ - ارمغان ہندوستان: - محبوب حسن (ادارہ برہانیہ حیدر آباد دکن سنہ ۱۳۱۱ھ)

۸ - اسلامی دنیا دسویں صدی عیسوی میں: - (اردو ترجمہ احسن التقاسیم) خورشید احمد فارق (ندوۃ المصنفین، دہلی سنہ ۱۹۶۳ء)

۹ - اشاراتِ فریدی (ملفوظات خواجہ غلام فرید) حاجی محمد رکن الدین۔ بہاحل پریس لاہور

۱۰ - اصل السادات بخاری (قلمی) مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۱۱ - الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی: - حکیم شمس اللہ قادری (حیدر آباد دکن)

۱۲ - الفرع النامی عن الاصل السامی :۔ نواب صدیق حسن (مطبع صدیقی، بھوپال سنہ ۱۳۰۱ھ)

۱۳ - الفہرست :۔ ابن ندیم (مکتبہ تجاریہ کبریٰ، قاہرہ)

۱۴ - الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم (جلد اول و دوم) علاء الدین علی حسین (اردو ترجمہ مولوی ذوالفقار احمد) (مطبع انصاری، دہلی سنہ ۱۳۰۹ھ)

۱۵ - الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم (قلمی) مکتوبہ غلام حسین قریشی سنہ ۱۲۹۶ھ) شمس العلماء نذیر حسین دہلوی (مملوکہ مولانا عطاء اللہ حنیف، لاہور)

۱۶ - آئین اکبری :۔ ابوالفضل (بہ تصحیح سرسید احمد خاں) (دہلی سنہ ۱۲۷۲ھ)

۱۷ - آئینہ حقیقت نما :۔ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (کراچی سنہ ۱۹۵۸ء)

۱۸ - بزم صوفیہ :۔ صباح الدین عبدالرحمٰن (دارالمصنفین، اعظم گڑھ سنہ ۱۹۴۹ء)

۱۹ - بزم مملوکیہ :۔ صباح الدین عبدالرحمٰن (دارالمصنفین اعظم گڑھ سنہ ۱۹۵۴ء)

۲۰ - پنجاب میں اردو :۔ حافظ محمود خاں شیرانی (لاہور، طبع سوم)

۲۱ - تاریخ الاولیاء :۔ امام الدین (بمبئی سنہ ۱۲۹۱ھ)

۲۲ - تاریخ ادب اردو (جلد اول) مرتبہ ڈاکٹر عبدالقیوم (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی سنہ ۱۹۶۱ء)

۲۳ - تاریخ اوچ :۔ مولوی حفیظ الرحمٰن (دہلی سنہ ۱۹۳۱ء)

۲۴ - تاریخ اودھ (جلد چہارم (لکھنؤ سنہ ۱۹۱۸ء)

۲۵ - تاریخ تبلیغ اسلام :۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی (قادیان سنہ ۱۹۵۸ء)

۲۶ - تاریخ جلیلہ :۔ غلام دستگیر نامی (لاہور سنہ ۱۹۶۰ء)

۲۷ - تاریخ سلسلۂ فردوسیہ :۔ معین الدین دردائی (بہار شریف، پٹنہ سنہ ۱۹۴۷ء)

۲۸۔ تاریخ سندھ :۔ مولانا ابوظفر ندوی (دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء)

۲۹۔ تاریخ گجرات :۔ مولانا ابوظفر ندوی (ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۵۸ء)

۳۰۔ تاریخ فرشتہ :۔ محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ (بمبئی ۱۸۳۲ء)

۳۱۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم (اردو ترجمہ) (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۳۳ء)

۳۲۔ تاریخ فخر الدین مبارک شاہ :۔ مرتبہ اڈورڈ ڈینیسن روس (لندن ۱۹۲۷ء)

۳۳۔ تاریخ فیروز شاہی :۔ ضیاء الدین برنی (کلکتہ ۱۹۶۰ء)

۳۴۔ تاریخ فیروز شاہی :۔ سراج عفیف (بہ تصحیح مولوی ولایت حسین
(کلکتہ ۱۸۹۱ء)

۳۵۔ تاریخ فیروز شاہی (سراج عفیف) (اردو ترجمہ فدا علی) (دار الترجمہ
حیدرآباد دکن ۱۹۳۸ء)

۳۶۔ تاریخ مبارک شاہی :۔ یحییٰ بن احمد بن عبداللہ سرہندی (بہ تصحیح محمد
ہدایت حسین) (کلکتہ ۱۹۳۱ء)

۳۷۔ تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت :۔ سید ہاشمی فرید آبادی۔
(انجمن ترقی اردو، کراچی)

۳۸۔ تاریخ معصومی :۔ محمد معصوم بھکری (بہ تصحیح و مقدمہ شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد
داؤد پوتہ) (پونا ۱۹۳۸ء)

۳۹۔ تاریخ معصومی :۔ محمد معصوم بھکری (بہ تصحیح و حواشی ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ)
اردو ترجمہ اختر رضوی (سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۹ء)

۴۰۔ تاریخ ملتان :۔ جیلانی شاہ (لاہور غالباً ۱۹۳۶ء)

۴۱۔ تاریخ ہندی قرون وسطیٰ :۔ قاری بشیر الدین پنڈت (علی گڑھ ۱۹۴۹ء)

۴۲ ۔ تاریخ یمینی :۔ (اردو ترجمہ مولوی وکیل احمد سکندر پوری) (کانپور ۱۳۰۵ھ)

۴۳ ۔ تبصرۃ الخوارقات (قلمی، تالیف خواجہ من اللہ (مملوکہ مولوی انور حسین نفیس رقم، لاہور)

۴۴ ۔ تحفۃ الکرام :۔ علی شیر قانع ٹھٹوی (بہ تصحیح و حواشی مخدوم امیر احمد و ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ) اردو ترجمہ اختر رضوی (سندھی ادبی بورڈ۔ کراچی ۱۹۵۹ء)

۴۵ ۔ تحقیقات چشتی :۔ نور احمد چشتی (لاہور ۱۳۲۴ھ)

۴۶ ۔ تذکرہ اہل دہلی (سر سید احمد خاں) مرتبہ قاضی احمد میاں اختر (انجمن ترقی اردو، کراچی ۱۹۵۵ء)

۴۷ ۔ تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ جلد دوم) مولوی محمود احمد عباسی (دہلی ۱۹۳۲ء)

۴۸ ۔ تذکرۃ الواصلین :۔ رضی الدین بسمل (نظامی پریس، بدایوں ۱۹۳۵ء)

۴۹ ۔ تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی :۔ نور احمد خاں فریدی (قصر الادب، جگووالہ ۱۹۵۲ء)

۵۰ ۔ تذکرہ حمیدیہ :۔ شیخ شہر اللہ لانگاہ ملتانی (اردو ترجمہ غلام دستگیر نامی) (لاہور ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء)

۵۱ ۔ تذکرہ جواہر زواہر (جلد اول) محمد ابرار حسین فاروقی (آماوہ ۱۹۵۹ء)

۵۲ ۔ تذکرہ حضرت ابو النجیب عبد القاہر السہروردی :۔ مولانا احسن پھلواروی (لکھنؤ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء)

۵۳ ۔ تذکرہ شاہ رکن عالم :۔ نور احمد خاں فریدی (قصر الادب، جگووالہ ۱۹۶۱ء)

۵۴ ۔ تذکرہ صدر الدین عارف (جلد اول) نور احمد خاں فریدی
(قصر الادب، جگو والہ سنہ ۱۹۵۸ء)

۵۵ ۔ تذکرہ صوفیائے سندھ:۔ اعجاز الحق قدوسی (کراچی سنہ ۱۹۵۹ء)

۵۶ ۔ تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) مترجمہ و مرتبہ محمد ایوب قادری
پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی سنہ ۱۹۶۱ء)

۵۷ ۔ تذکرہ کاملان رامپور:۔ حافظ احمد علی خاں (دہلی سنہ ۱۹۲۹ء)

۵۸ ۔ تذکرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت:۔ سخاوت مرزا
(حیدر آباد دکن سنہ ۱۹۶۲ء)

۵۹ ۔ ثمرات القدس (قلمی) لعل بیگ
(مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی)

۶۰ ۔ جغرافیہ خلافت مشرقی:۔ جے۔ لی۔ اسٹرینج (اردو ترجمہ جمیل الرحمن)
(دار الترجمہ حیدر آباد دکن سنہ ۱۹۳۲ء)

۶۱ ۔ جمعات شاہی (قلمی، مکتوبہ سنہ ۱۰۰۸ھ) مرتبہ مقبول عالم (مخزونہ کتب
خانہ انجمن ترقی اردو، کراچی)

۶۲ ۔ جواہر فریدی (اردو ترجمہ) محمد علی اصغر چشتی (اللہ والے کی قومی
دوکان، لاہور)

۶۳ ۔ چچ نامہ:۔ علی بن حامد کوفی (مرتبہ شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ)
مجلس مخطوطات فارسیہ حیدر آباد دکن سنہ ۱۹۳۹ء)

۶۴ ۔ حدیقۃ الاولیاء:۔ غلام سرور لاہوری (مطبع نامی نول کشور کانپور)

۶۵ ۔ خزانتہ الفوائد الجلالیہ (خزانۂ جلالی) (ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت) مرتبہ احمد المدعو بہاء بن یعقوب (مخزونہ گیلانی لائبریری، اوچ)

۶۶ ۔ خزینتہ الاصفیاء (جلد اول و دوم) غلام سرور لاہوری (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۴ء)

۶۷ ۔ خلاصتہ التواریخ ۔ سجان رائے بھنڈاری (مرتبہ مولوی ظفر حسن) (دہلی ۱۹۱۸ء)

۶۸ ۔ خلاصتہ الانساب بخاری (قلمی) (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۶۹ ۔ خلاصتہ السادات (قلمی، تالیف ۱۳۶۶ھ) خلیفہ غلام محمد خاں (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۷۰ ۔ دعوت اسلام (اردو ترجمہ پریچنگ آف اسلام از آرنلڈ) عنایت اللہ دہلوی (علی گڑھ ۱۸۵۸ء)

۷۱ ۔ دیوان مطہر کڑہ (قلمی) (حبیب الرحمٰن کلیکشن، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

۷۲ ۔ ذخیرۃ الخوانین (قلمی) شیخ فرید بھکری مخزونہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی)

۷۳ ۔ ذکر سادات بخاری و سادات بھکری و سادات رسول دار (قلمی، تالیف ۱۳۰۹ھ) (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۷۴ ۔ ذکر کرام :۔ مولوی حفیظ الرحمٰن (بہاول پور سنہ ۱۹۳۸ء)

۷۵ ۔ رسالہ در حالات و معاملات شیخ صفی الدین گازرونی (قلمی) تالیف سنہ ۸۱۱ھ
ناصر الدین بن جہانگیر
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۷۶ ۔ ریاض الانوار :۔ حافظ محمد عمر عرف سراج الحق (دہلی سنہ ۱۳۰۲ھ)

۷۷ ۔ سبع سنابل :۔ میر عبد الواحد بلگرامی
مطبع نظامی کانپور سنہ ۱۲۹۹ھ

۷۸ ۔ سراج الھدایہ (قلمی) (ملفوظات مخدوم جہانیاں جہاں گشت)
تاج الدین احمد برنی معین سیاہ پوش
(مملوکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی، علی گڑھ)

۷۹ ۔ سراج الھدایہ :۔ (قلمی) تاج الدین احمد برنی
ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ)

۸۰ ۔ سرور ریاض (سیر دہلی) شیخ ریاض الدین امجد (مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین
احمد آرزو) (علی گڑھ سنہ ۱۹۶۲ء)

۸۱ ۔ سفرنامہ ابن بطوطہ (جلد اول) (اردو ترجمہ عطاء الرحمٰن)
(بک لینڈ کراچی سنہ ۱۹۶۱ء)

۸۲ ۔ سفرنامہ جہانیاں جہاں گشت :۔ اردو ترجمہ محمد عباس
(مطبع احمدی، دہلی سنہ ۱۸۹۹ء)

۸۳ ۔ سفرنامہ جہانیاں جہاں گشت :۔ اردو ترجمہ محمد عباس
کانپور سنہ ۱۹۴۷ء)

۸۴ ۔ سفر نامہ جہانیاں جہاں گشت :۔ اردو ترجمہ محمد عباس
(کلکتہ سنہ ۱۹۶۲ء)

۸۵ ۔ سفرنامہ جہانیاں جہاں گشت (فارسی)
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں ۔ اوچ)

۸۶ ۔ سفینۃ الاولیاء :۔ شہزادہ داراشکوہ (اردو ترجمہ از محمد علی لطفی)
(کراچی سنہ ۱۹۵۹ء)

۸۷ ۔ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات :۔ خلیق احمد نظامی
(ندوۃ المصنفین دہلی سنہ ۱۹۵۶ء)

۸۸ ۔ سیر الاولیاء :۔ مبارک العلوی
(مطبع محب ہند، دہلی سنہ ۱۳۰۲ھ)

۸۹ ۔ سیر العارفین :۔ حامد بن فضل اللہ جمالی
(مطبع رضوی، دہلی سنہ ۱۳۱۱ھ)

۹۰ ۔ سیر محمدی (قلمی) مرتبہ محمد علی سامانی (تالیف سنہ ۸۳۱ھ)
مملوکہ صوفی عبدالرحیم، دکن دارالاشاعت کراچی)

۹۱ ۔ شجرۃ الانساب سادات عظام (قلمی)
مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، قلمی)

۹۲ ۔ شجرہ سادات اوچ شریف بخاری (قلمی)
مولوی خلیفہ محمد رمضان
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۹۳۔ شجرۂ سہرورد (قلمی، تالیف ۱۰۰۵ھ) احمد خاں اکبر شاہی
(مخزونہ رضا لائبریری، رام پور)

۹۴۔ شجرۂ کلاں سلاسل عالیہ :۔ احمد سعید کاظمی (ملتان ۱۳۷۷ھ)

۹۵۔ شجرۂ محمدی (قلمی، تالیف ۱۲۷۶ھ) مکتوبہ مولوی محمد رمضان
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۹۶۔ صحیفۂ زریں
(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۲ء)

۹۷۔ طبقات ناصری :۔ منہاج سراج (بہ تصحیح ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی)
(لاہور ۱۹۵۲ء)

۹۸۔ عجائب الاسفار (ابن بطوطہ)
اردو ترجمہ مولوی محمد حسین) (دہلی ۱۹۱۳ء)

۹۹۔ علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول مرتبہ محمد ایوب قادری
(آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۶۰ء)

۱۰۰۔ عوارف المعارف (اردو ترجمہ) مولوی ابوالحسن فرید آبادی
(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۳ء)

۱۰۱۔ عوارف المعارف (اردو ترجمہ) حافظ رشید احمد ارشد
(کتاب منزل لاہور ۱۹۶۲ء)

۱۰۲۔ فتوح البلدان :۔ احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری
(بیروت ۱۹۵۷ء)

۱۰۳ - فتوح السلاطین :- عصامی (مرتبہ محمد یوشع)
(مدراس سنہ ۱۹۴۸ء)

۱۰۴ - فتوحات فیروز شاہی فیروز تغلق
(علی گڑھ ایڈیشن)

۱۰۵ - فوائد سعدیہ :-
قاضی ارتضا علی خاں (نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۳۰۲ھ)

۱۰۶ - فوائد الفواد (اردو ترجمہ) (ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاءؒ بدایونی)
(حسن سجزی (اللہ والے کی قومی دوکان، لاہور سنہ ۱۹۵۶ء)

۱۰۷ - فوائد الفواد (قلمی) حسن سجزی (مملوکہ محمد ایوب قادری)

۱۰۸ - مرأت جلالی (جلد اول) خلیل احمد منڈاردی
(اسرار کریمی پریس الہ آباد سنہ ۱۹۱۸ء)

۱۰۹ - کشکول (قلمی)
خلیفہ غلام محمد خاں (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں اوچ)

۱۱۰ - کلیات حبیب ولیہ فی احوال اولیاء اللہ (تحفۃ الابرار، جلد چہارم)
مرزا آفتاب بیگ
(مطبع رضوی، دہلی سنہ ۱۳۲۳ھ)

۱۱۱ - کنز التاریخ :- رضی الدین بسمل
(نظامی پریس، بدایوں سنہ ۱۹۰۷ء)

۱۱۲ - لباب الالباب :- محمد عوفی (مرتبہ سعید نفیسی)
(طبع ایران سنہ ۱۳۳۳ھ خورشیدی)

۱۱۳ - لطائف اشرفی ملفوظات جہانگیر اشرف سمنانی
مرتبہ نظام یمینی (نصرت المطابع، دہلی ۱۲۹۹ھ)

۱۱۴ - مآثر صدیقی (سوانح عمری نواب صدیق حسن خاں
نواب علی حسن خاں
(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۴ء)

۱۱۵ - مآثر لاہور حصہ اول سید ہاشمی فرید آبادی
(ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۵۶ء)

۱۱۶ - مآثر لاہور :- محمد دین فوق (مرتبہ محمد عبداللہ قریشی
مشمولہ نقوش لاہور نمبر ۱۹۶۲ء

۱۱۷ - مثنوی دول رانی خضر خاں امیر خسرو (بہ تصحیح رشید احمد سالم
(علی گڑھ ۱۹۱۷ء)

۱۱۸ - مجموعہ تکبیرات راجو قتال (قلمی) صدر الدین راجو قتال
(مخزونہ رضا لائبریری، رام پور)

۱۱۹ - مخدوم زادگان فتح پور :- مسعود علی محوی
(حیدر آباد دکن ۱۹۴۳ء)

۱۲۰ - مخزن الولایت (ملفوظات مخدوم شاہ خادم صفی
مرتبہ منشی محمد ولایت علی (اردو ترجمہ محمد خصلت حسین صابری)
(پاک اکیڈمی ۱۹۶۳ء)

۱۲۱ - مرآت العالم (قلمی) بختاور خاں
(مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی)

۱۲۲ - مرأۃ سکندری :۔ شیخ سکندر بن محمد
مطبع فتح الکریم بمبئی سنہ ۱۳۰۸ھ)

۱۲۳ - مرقع اکبر آباد :۔ سعید احمد مارہروی
(آگرہ سنہ ۱۹۳۱ء)

۱۲۴ - مرقع دہلی :۔ درگاہ قلی خاں (بہ تصحیح حکیم مظفر حسین)
تاج پریس حیدرآباد دکن

۱۲۵ - معجم المصنفین
مولانا محمود حسن ٹونکی
(بیروت سنہ ۱۳۴۴ھ)

۱۲۶ - مفتاح التواریخ :۔ طامس ولیم بیل
(نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۸۶۷ء)

۱۲۷ - مقدمہ تاریخ زبان اردو :۔ پروفیسر مسعود حسن خاں
مطبوعہ لکھنؤ

۱۲۸ - سفرنامہ (قلمی)
(مجموعہ مکاتب مخدوم جہانیاں جہاں گشت)
مرتبہ تاج الدین احمد
(سبحان اللہ کلیکشن، مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ)

۱۲۹ - مکمل سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (اردو ترجمہ)
(اللہ والے کی قومی دوکان، لاہور)

۱۳۰ ۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز :۔ (اردو ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہابی و
مولوی محمد علی (کراچی سنہ ۱۹۶۰ء)

۱۳۱ ۔ مناقب الاصفیاء :۔ شعیب فردوسی
(مطبع نور الآفاق کلکتہ، سنہ ۱۸۹۵ء)

۱۳۲ ۔ مناقب الاصفیاء (قلمی) حاجی عبداللہ اوچی
(مملوکہ خلیفہ غلام محمد اوچ)

۱۳۳ ۔ مناقب الولایت (قلمی) حامد گنج بخش
(مملوکہ خلیفہ اللہ داد خاں، اوچ)

۱۳۴ ۔ مناقب مخدوم جہانیاں (قلمی)
(مخزونہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ)

۱۳۵ ۔ منتخب التواریخ :۔ ملا عبدالقادر بدایونی
(اردو ترجمہ مولوی احتشام الدین مرادآبادی)
(لکھنؤ سنہ ۱۸۷۴ء)

۱۳۶ ۔ نتف من شعر ابی عطاء السندی
مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ
(سندھی ادبی بورڈ، کراچی سنہ ۱۹۶۱ء)

۱۳۷ ۔ نزہۃ الخواطر (جلد اول) حکیم عبدالحی
(حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۴۷ء)

۱۳۸ ۔ نفحات الانس :۔ عبدالرحمٰن جامی
نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۸۸۵ء

۱۳۹۔ نقوش سلیمانی۔ مولانا سلیمان ندوی کراچی ۱۹۵۱ء)

۱۴۰۔ واقعات دارالحکومت دھلی جلد دوم وسوم) مولوی بشیرالدین آگرہ ۱۹۱۹ء

۱۴۱۔ ھندوستان عربوں کی نظر میں دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء

۱۴۲۔ یادگار دھلی۔ سید احمد ولی اللہی (مطبوعہ دہلی)

رسائل

۱۔ اردو اپریل ۱۹۵۱ء کراچی

۲۔ اردو جنوری، اپریل ۱۹۵۳ء کراچی

۳۔ اردو ادب جولائی، ستمبر ۱۹۵۴ء علی گڑھ

۴۔ اردو نامہ جنوری ۱۹۶۳ء کراچی

۵۔ اورنٹیل کالج میگزین فروری ۱۹۳۳ء لاہور

۶۔ اورنٹیل کالج میگزین (ضمیمہ) اگست، نومبر ۱۹۵۲ء لاہور

۷۔ آستانہ زکریا جنوری ۱۹۶۳ء ملتان

۸۔ بصائر جنوری ۱۹۶۳ء کراچی

۹۔ جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی جولائی اکتوبر ۱۹۶۰ء کراچی

۱۰۔ معارف جنوری تا مارچ ۱۹۶۰ء اعظم گڑھ

۱۱۔ نقوش لاہور نمبر ۱۹۶۲ء لاہور

ENGLISH BOOKS

1. Administration of the Saltunate of Delhi by Dr. I. H. Qureshi (Lahore, 1944).
2. Ancient Geography of India by A. Cunningham (London, 1871).
3. A History of Bahram Shah of Ghaznin by Dr. Ghulam Mustafa Khan (Lahore, 1955).
4. Barani's History of the Tughluqs by Dr. S. Moinul Haq (Karachi, 1959).
5. Catalogue of the Delhi Museum of Archaeology by J. Ph. Vogal (Calcutta, 1908).
6. Descriptive Catalogue of the Garrit Collection of Persian, Turkish and Indian Manuscripts in the Prinston University Library by Mohamad E. Moghadam Yahya (London, 1939).
7. Gazetteer—Badaun (Allahabad, 1907).
8. Gazetteer—Bijnore (Allahabad, 1928).
9. India's Contribution to the Study of Hadith Literature by Dr. M. Ishaq (Dacca, 1955).
10. Islamic Culture, Hyderabad (Dn.) October, 1948.
11. List of Muhammadan and Hindu Monuments, vol. II (Calcutta, 1919).
12. Memoir of the Archaeological Survey of India—"The Jama Masjid at Badaun" by J. F. Blakiston (Calcutta, 1926).
13. Muslim Contribution to Geography by Nafis Ahmad (Lahore, 1947).
14. Medieval India Quarterly, Aligarh, July, October, 1957.
15. Persian Literature by C. A. Storey, Vol. I, Part II (London, 1953).
16. Sind by J. Abbott (Bombay, 1924).
17. The Proceedings of the Pakistan Historical Records and Archives Commission (Karachi, 1957).
18. The Proceedings of the Pakistan History Conference (First Session held at Lahore, 1951) (Karachi, 1962).
19. The History of India by M. Elphinston (London, 1889).
20. Webster's Geographical Dictionary, Spring Field Mass, U.S.A., 1949.

اشاریہ (اعلام)

ابراحسین فاروقی ۲۴۲،
ابراہیم شرقی سلطان ۲۷۳،
ابراہیم قاضی ۱۶۰،
ابن العربی ۷۱،
ابن بطوطہ سیاح ۵۷، ۵۸،
۱۱۳، ۱۱۴، ۱۲۰، ۱۲۴، ۲۲۴
ابن تیمیہ امام ۵۶،
ابو سحاق گازرونی، ۱۰۵، ۱۲۱
ابوالحسن فرید آبادی ۶۴
ابوالحسین علی شیخ ۷۴
ابوالعطاء سندھی ۴۱
ابوالفرج رونی ۴۵
ابوالفضل علامی ۶۰، ۱۰۱
ابو سحاق گازرونی ۷۴،
ابو جعفر منصور ۳۶،
ابو حنیفہ رحؒ امام ۱۹۲، ۲۰۶
ابو حنیفہ قاضی ۷۸
ابوریحان بیرونی ۴۴
ابو سعید تبریزی ۶۶
ابوبکر صدیقؓ ۱۸۳، ۱۸۴،
۱۸۵، ۱۸۷،
ابو ضلع سندھی ۴۱
ابو ظفر ندوی ۲۰۹،
ابو علی حسن شیخ ۴۷
ابو عبد الملک ۴۱
ابو عبیدہ بن الجراح ۱۸۴
ابو محمد خلف بن سالم ۴۱
ابو محمد منصوری ۴۱
ابو معشر سندھی ۴۱
ابو موسیٰ اسرائیل ۴۰
ابو نجیب عبد القاہر ۶۳
ابو نصر سندھی ۴۱
احسان الحق مراد آبادی ۲۶۲
احمد المدعو بہ بہار ۱۴۹
احمد برنی ۲۱۴، ۲۴۰، ۲۴۱
احمد تھانیسری ۵۸
احمد شاہ بادشاہ ۲۲۲، ۲۲۳
احمد کبیر ۷۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴،
۸۵، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۳۵
احمد کبیر رفاعی ۱۰۵
احمد معشوق شیخ ۷۱
احمد نہروالی شیخ ۶۵، ۶۶
اخی ساج گیری شیخ ۲۷۳
ادورڈ ڈینیسن روس ۴۸
ادھم باگی ۲۲۳
ارتضا خاں گوپاموی ۲۶۱
آرنلڈ ٹی۔ ڈبلیو ۵۹، ۶۰
اسحاق ۴۱
اسٹوری، سی، اے ۱۱۷
اسماعیل ۱۷۱
اسماعیل محدث شیخ ۴۵
اسماعیل شہید ۲۱۳
اشرف الدین رفاعی ۲۱۵
اللہ داد خاں خلیفہ ۲۵۶،
۲۶۷
الہ یار ملا ۲۴۸
المعتضد باللہ ابوبکر ۲۱۵
الفنسٹن ۴۳
امام شافعی ۱۵۳
امام مالک ۱۴۸
امام الدین ۱۲۲
امام الدین شیخ ۱۰۵
امام الدین راج گیری ۱۹۸
امانت علی امروہوی ۲۷۷
امر سنگھ ۶۲
امیر خسرو ۵۵
امیر روحانی ۵۰
امیر الدین حافظ ۲۲۱
امین الدین شیخ ۱۲۲، ۱۵۳،
۱۶۳
انر ۱۳۷
اوحد الدین حسینی ۱۰۵
ایانہ ۴۴
بایزید بسطامی ۱۷۷
باہنبیہ ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۰،
۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳
بدر چاچ ۵۷
بدر الدین غزنوی ۵۰
بدر الدین بہزاد خواجہ ۲۷۲
بدر الدین مولانا ۲۷۱
بدر الدین صدر الدین ۷۷، ۸۲
بدر الدین موئے تاب خواجہ ۶۵
بدر الدین فردوسی ۶۸
بردو کلمات ۶۳

برہان الدین بزاز ۵۲
برہان الدین قطب عالم ۲۷۸
برہان الدین محمود ۵۲
بزرگ بن شہریار ۳۹
بشاری مقدسی ۴۰
بشیر احمد خاں چودھری ۲۰۷
بشیر الدین پنڈت ۵۱
بشیر ۲۷۱
بصال فقیہہ قطب عالم ۴۰،
۱۱۸
بلاذری ۳۵
بوترابی حاجی ۱۴۴
بوعلی شاہ قلندر ۵۳، ۵۵،
۵۸، ۶۲
بہاءالدین ۸۲
بہاءالدین اوشی ۴۷
بہاءالدین علی ۵۰
بہاءالدین زکریا ملتانی ۵۸،
۶۴، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۸،
۷۹، ۸۰، ۸۵، ۹۰، ۱۰۱، ۱۰۲،
۱۰۳، ۱۲۵، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۵۳،
۱۹۶،
بہاءالدین قاضی ۹۱، ۹۲، ۹۳
بہاءالدین قاضی ۲۱۵
بہاول خاں ثانی نواب ۲۶۹
بہاول خاں ثالث ۸۱
بہرام شاہ ۴۴
بہنو ۲۷۱
پھٹا شیخ ۱۹۹
تاج الدین سنگریزی ۵۰، ۵۱
تاج الدین معین سیاہ پوش
۹۹، ۱۳۱ و ۲۴۳
تاج الدین مانک پوری ۲۷۲
تاج الدین محمد مولانا ۱۶۲، ۲۷۲
تسلیم الدین سلیم نارنولی ۲۴۹
تلک ۴۳
جام بانبھہ ۱۲۶
جام تماچی ۱۴۴
جام جونا ۱۲۶، ۱۳۸، ۱۴۰،
۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳
جام علاءالدین
جان مارشل ۵۷۲
جاوید خاں خواجہ سرا ۲۴۳،
جعفر ۷۹، ۸۲،
جعفر بن جلال الدین ۲۵۸
جلال سرخ بخاری ۷۹، ۷۷،
۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲،
۸۳، ۸۴، ۹۲، ۲۶۸،
جلال مجرد سلہٹی ۸۵
جلال الدین تبریزی ۵۰، ۵۸،
۶۶، ۶۷
جلال الدین خلجی ۵۲
جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں
جہاں گشت ۵۵، ۵۷،
۵۸، ۶۸، ۶۹، ۷۱، ۷۳،
۷۷، ۷۸، ۸۲، ۸۳، ۸۶،
۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۴، ۹۶، ۹۷،
۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۲۱،
۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۳۶،
۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۳،
۱۶۱، ۱۶۳، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۴،
۲۰۶، ۲۱۱، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۵۸،
۲۶۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵،
۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸
جلال الدین کیچی ۲۲۴
جمال الدین محمد ۴۷
جمال الدین ۲۲۸
جلیم بن بشان ۳۶
جمال الدین معبری مولانا ۱۵۳
جمال خنداں رو شیخ ۷۱، ۸۲،
۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷،
۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۸، ۱۱۸،
۱۳۶، ۱۳۷،
جمال الدین بسطامی ۵۰
جمال الدین بخاری ۲۷۸
جمشید ۲۷۲
جمعیت حاجی ۲۱۸
جمیل حاجی ۲۱۸
جندوڈہ شاہ ۲۶۹، ۲۷۰
جہانگیر اشرف سمنانی ۸۹، ۹۰،
۲۷۳، ۲۷۴
جے پال ۴۲
جاچڑ شیخ ۲۰۷
حامد بخاری ۱۹۱
حامد بڈھا ۲۶۸
حبیب اللہ خاں غضنفر ۲۷۱،
حجاج بن یوسف ۳۴، ۳۶
حسام الدین مولانا ۱۵۹
حسام الدین بھکری ۲۷۲
حسام الدین ملتانی ۷۱
حسام الدین راشدی پیر ۲۰۱
حسن بصری ۴۰، ۱۸۲، ۱۸۳،

حسن پھلواروی مولانا ۲۷۴
حسن جہانیاں مخدوم ۲۶۸
حسن جہانیاں ثانی ۲۶۸
حسن خادم ۱۵۰، ۲۲۷، ۲۴۸، ۲۶۵
حسن نظامی نیشاپوری ۴۷
حسین بن علیؓ ۱۸۳
حسین محمد سکندر آبادی ۲۷۶
حسین زنجانی شیخ ۴۵
حسین بخش ناصر الدین ثامن ۲۷۰
حضور بخش نوبہار خاص ۲۷۰
حفیظ الرحمٰن مولوی ۴۷، ۷۶، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۲۰۲
حمد اللہ مستوفی ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۹، ۱۲۴
حمید حسینی ۱۰۵
حمید الدین حاکم ۷۳
حمید الدین صوفی سوالی ۵۸
حمید الدین ناگوری قاضی ۵۰، ۵۸، ۶۴، ۶۵، ۶۶
حمید الدین ۴۷
حوا ۱۸۵
خادم صفی محمدی شیخ ۲۷۶
خان جہاں وزیر اعظم ۱۴۱، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۰
خدمت پرست خاں ۲۱۸
خسرو ۵۵
خسرو بن بہرام شاہ ۴۴، ۴۵
خسرو دہلوی خواجہ ۲۷۲
خصلت حسین صابری ۲۶۱
خضر علیہ السلام ۱۰۵

خلیق احمد نظامی پروفیسر ۲۴۲
خواجگی مولانا ۵۸، ۲۷۲
خواجہ نصرت ۲۷۲
داتا گنج بخش ہجویری ۴۵، ۵۸
درگاہی شاہ ۲۲۰
داؤد بن نصر ۳۸
داہر، راجہ ۳۳، ۳۴
دیدار النبی ۲۵۳
دیو سنگھ ۸۰
ذوالفقار احمد ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۶۱
راستین ۲۷۱
ربیع بن صبیح ۴۰
رحمت اللہ شاہ چاند ۲۶۸
رسن تاب شیخ شاہی ۶۵
رسول شاہ (عبد الرسول شاہ) ۲۷۶
رشید احمد ارشد ۲۴
رضی الدین گنج علم ۸۷
رفیع الدین ۲۷۱
رکن الدین ۵۱
رکن الدین ملتانی شیخ ۵۳، ۵۵، ۵۹، ۷۱، ۷۳، ۸۳، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۱
رکن الدین ساماتوی ۵۲
رکن الدین فردوسی ۷۰
رکن الدین دیپال پوری، ۲۷۲

رکن الدین مانک پوری ۱۴۷
رکن الدین ابو الفتح (بخاری) ۲۶۸
رکن الدین راجا ۲۷۱
رکن الدین بن آدم ۲۷۹
ریاض احمد شیخ ۲۲۱
ریاض الاسلام ڈاکٹر ۱۳۷، ۱۴۴، ۲۵۹
زاہد حسن پیرجی ۲۲۱
زبیرؓ ۱۸۳
زین العابدین ۱۸۲، ۱۸۳
سادھو ۲۰۸
سارنگ شیخ ۲۷۵، ۲۷۶
سالارسی ۲۷۲
سبکتگین امیر ۴۲
سخی سرور سلطان ۴۶
سراج الدین مولانا ۱۵۲
سراج الدین شیخ مولانا ۲۷۳
سراج الدین ابوبکر ۵۲
سعدؓ ۱۸۳
سعد الدین خیر آبادی ۲۶۰، ۲۷۶
سعیدؓ ۱۸۳
سکندر اعظم ۷۳
سکندر شیخ ۲۰۹
سکندر بن مسعود ۲۱۰
سلطان الحق بن شمس الحق ۲۶۲
سلیمان ندوی سید ۲۰۰
سلیم الدین ۲۱۹
سندھی بن صدقہ ۴۲
سوبندرائے ۴۳

سہراب خاں میر ۲۶۹
سید احمد شہید ۲۱۳
سید ہاشمی فریدآبادی ۶۰، ۲۱
سیدی مولا، ۵۲
شاہ بغدادی عبداللہ ۲۲۰
شاہ حسین ارغون ۲۸۶
شاہ عالم ۲۷۴
شاہ محمد ۲۷۷
شاہ محمد خاں ۷۴
شرف الدین ۲۷۲
شرف الدین ۲۷۱
شرف الدین دیوانجی ۵۲
شرف الدین محتسب ۹۸
شرف الدین محمود ۹۶، ۱۰۴،
۱۰۷، ۱۱۹، ۱۲۰،
شرف الدین مشہدی ۲۶۵،
۲۷۴،
شرف الدین یحییٰ منیری ۴۸، ۲۲۵،
۲۲۶،
شمس اللہ قادری ۶۳
شمس الدین تاسن مخدوم ۲۵۲
شمس الدین حاجی ۲۱۵
شمس الدین مولانا ۲۷۱
شمس الدین ۱۴۷
شمس الدین مولانا ۹۱
شمس الدین خوارزمی ۵۲
شمس الدین شیرازی ۷۸،
شمس الدین سبزواری ۳۶،
شمس الدین ملتانی ۸۹
شمس الدین التتمش ۴۸،
۴۹، ۵۰، ۵۱، ۶۴، ۶۶،
۶۹، ۷۶، ۸۰،

شمس الدین مسعود عراقی ۱۷۱
شمس الدین یحییٰ ۵۴
شہاب الدین احمد صامت ۱۵
شہاب الدین دولت آبادی
۵۸،
شہاب الدین خلجی ۱۲۷،
شہاب الدین سہروردی ۶۳،
۶۴، ۶۶، ۹۶، ۱۰۴، ۱۰۷،
۱۱۹، ۱۵۹، ۱۹۴،
شہاب الدین ملک زادہ ۲۷۲
شہاب الدین حمرہ ۵۱
شہر اللہ بن احمد بداکونی ۲۴۱
شیرداں خاں ابن ریحاں خاں
۲۱۴
صادق محمد خاں رابع ۸۲،
صدرالدین عارف ملتانی ۵۹،
۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۹، ۸۲، ۸۳،
۹۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۳۶،
صدرالدین راجہ قتال ۱۸۱، ۳۶
۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۷، ۲۶۷، ۲۶۸،
۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۶
صدرالدین محمود ۲۷۱
صدرالدین پانہیبنہ ۱۳۸
صدرالدین شیخ الاسلام ۱۳۸
صدیق حسن خاں نواب ۸۲،
۲۳۸، ۲۶۵۔
صفی الدین گازرونی ۴۶، ۷۳،
۷۴،
ضیاءالدین ۷۱
ضیاءالدین برنی ۵۴، ۵۷،
ضیاءالدین نخشبی ۵۷
طلحہؓ ۱۸۳

ظفر حسن خاں بہادر ۵۷،
۲۱۴،
ظفر خاں خان اعظم ۱۲۱،
۱۲۵، ۲۴۰،
ظفر خان شہزادہ ۱۴۸،
عائشہ صدیقہؓ ۱۸۵
عاشق الٰہی میرٹھی ۲۶۱،
عالمگیر اورنگ زیب ۲۵۳
عبداللہ الاشتر علوی ۳۶
عبداللہ بن عمر ۳۹
عبداللہ مطری ۹۳، ۹۴،
۹۵، ۹۶، ۱۰۴، ۱۱۸، ۱۵۰،
۱۹۴۔
عبداللہ یافعی ۹۴، ۹۶، ۱۰۴،
۱۰۵، ۱۱۸، ۲۲۷، ۲۵۹،
عبداللہ حنفی ۷۸
عبداللہ گجراتی ۱۹۳، ۲۰۵
عبداللہ بخاری ۲۶۴، ۲۶۵
عبدالحق محدث شیخ ۷۴، ۹۷،
۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۹، ۱۲۸، ۲۱۶
عبدالرحمٰن ظفاری ۱۸۲، ۱۹۳،
۱۹۴۔
عبدالرحمٰن بن عوفؓ ۱۸۴
عبدالرحیم ذاکر ۶۷
عبدالسلام ۲۰۵
عبدالشکور عنبردار ۲۲۱
عبدالصمد شیخ ۲۷۶،
عبدالعزیز حافظ ۲۱۷
عبدالعزیز مہیمن علامہ ۱۴۱،
عبدالعزیز دہلوی شاہ ۲۱۶
عبدالقادر رام پوری ۲۱۳
عبدالقادر بدایونی ملا ۳۵،

عبدالقادر جیلانی شیخ ۱۰۷، ۱۰۸
عبدالکریم ڈاکٹر ۶۷
عبدالمقتدر دہلوی قاضی ۵۸
عبدالمقتدر شاہ ۲۷۴
عبدالمغنی پیر فقیر ۲۶۱
عبدالواحد بلگرامی ۲۷۶
عثمان خواجہ ۶۵
عزالدین ملک ۲۰۹
عشرت علی خاں ۲۲۲
عصامی ۵۷، ۷۲
عطاء الرحمٰن شیر ۲۵۲
علاء الدین اجودھنی ۵۵، ۱۵۵
علاء الدین شیخ ۱۱۶
علاء الدین جہاں سوز ۱۲۴
علاء الدین مانک پوری ۲۷۲
علاء الدین جام جرنا ۱۳۸، ۱۴۴،
۱۴۵
علاء الدین خلجی ۵۲، ۵۳، ۵۴،
۵۵، ۷۲، ۱۲۷
علاء الدین علی ۹۷، ۱۴۶، ۱۴۹،
۱۵۱، ۱۵۴، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۹۳،
۱۹۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۶۱، ۲۷۱
علاء الملک ۵۳
علم الدین شیخ ۲۷۳
علی کرم اللہ وجہہ ۱۲۴، ۱۸۳،
۱۸۴، ۲۲۲، ۲۲۳
علی ۷۹، ۸۲
علی (بدایونی) ۶۷
عمر فاروق ۱۸۳، ۱۸۴
عمر بن عبدالعزیز ۳۹،
عمر بن محمد داؤد پوتہ ۷۶، ۱۳۷،
عمر بن حفص ۳۶

عنصری ۳۴
سدید الدین عوفی ۴۵، ۷۵،
۸۰،
عین الملک وزیر ۷۵، ۷۶
عین الملک ماہرو ۱۳۷
غازی خاں ۲۶۷
غلام احمد اختر ۲۵۲
غلام اصغر ۲۷۰
غلام اکبر ۲۷۰
غلام حسین ۲۰۵
غلام سرور لاہوری ۸۰، ۸۶،
۸۹، ۱۰۹
غلام شاہ ۲۶۹
غلام شبیر ۲۶۷
غلام عباس ۲۷۰
غلام عون ۲۷۰
غلام فرید خواجہ ۱۱۴
غلام محبوب سبحانی حکیم ۲۳۹
غلام محمد خلیفہ ۲۰۵، ۲۶۷
غیاث الدین بلبن ۵۱، ۵۲،
غیاث الدین تغلق ۵۵، ۱۲۷،
فاطمہؓ ۱۸۵
فتح خاں شہزادہ ۱۵۱، ۲۱۰،
۲۱۱، ۲۱۵، ۲۱۶،
فخر الدین ترمذی ۱۶۳، ۲۷۱
فخر الدین گازرونی ۹۱، ۱۶۴،
۱۹۳، ۲۲۸،
فخر الدین عراقی ۷۱
فخر الدین ناقلہ ۵۲
فخر الملک عطائی ۵۰
فردوسی ۳۴
فرض اللہ مولانا ۲۴۲

فرید الدین مولوی ۲۱۴
فرید الدین ۲۷۱
فرید الدین گنج شکر ۵۴، ۶۱،
۱۵۵، ۲۰۴،
فضل اللہ بن ضیاء العباسی
۲۵۳
فضل الدین بن ناصر الدین ۲۶۷
فیروز تغلق ۵۷، ۱۰۶، ۱۲۶،
۱۲۷، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹،
۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۵،
۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۱، ۱۵۲،
۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۷، ۱۹۶،
۱۹۹، ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۴،
۲۱۵، ۲۱۶، ۲۲۴، ۲۵۸،
فیض محمد خاں چودھری ۲۰۷
قبلہ بن بہتر ابج ۳۷
قدسیہ بیگم نواب ۲۲۲
قطب الدین ایبک ۴۶، ۴۴،
۵۱،
قطب الدین بختیار کاکی ۹۴،
۵۰، ۵۸، ۶۴، ۶۶، ۱۰۷
قطب الدین منور شیخ ۱۰۴
قطب الدین دمشقی ۱۹۵، ۲۵۹،
۲۶۰،
قطب الدین کاشانی ۵۰، ۷۶
قطب الدین مبارک شاہ ۷۲،
۱۲۷،
قلندر بخش ۲۶۹
قوام الدین سہروردی ۱۰۴
قیام الدین قوام ۱۹۹، ۲۷۵،
۲۷۶،
کافور خواجہ ۲۱۵، ۲۱۶

کبیر الدین مولانا ۲۷۱
کرن راجا ۲۰۵
کریم الدین مولانا ۲۲۸
کشاجم سندھی ۴۲،
کلب علی خاں نواب ۲۱۹
کمال الدین مولانا ۷۶
کمال الدین کوبلی مولانا ۵۴
کمال الدین زاہد علامہ ۵۲
کنور پال راجا ۲۱۰
گوہر خاتون طوائف ۲۶۹
گیسو دراز بندہ نواز خواجہ ۲۲۴،
۲۲۵،
رگھو راجا ۸۰
مبارک شاہ فخر مدبر ۴۷، ۴۸
مبارک العلوی ۶۱
مبارک خاں شہزادہ ۴۷، ۱۴۸،
۱۲۵،
مبارک شیخ بندگی ۲۷۶
متوکل علی اللہ ۲۱۵
مجد الدین حاجی ۵۰
مجد الدین مولانا ۹۳
مجدود ۴۴
مجیب اللہ شاہ محمد ۲۷۴
مجاہد نوبہار اول ۸۱
محمد بخاری ۱۰۰، ۱۰۴
محمد غوری سلطان ۴۵، ۴۶،
محمد ابراہیم مراد آبادی ۲۶۲
محمد ابوبکر المتوکل علی اللہ ۲۱۵
محمد اکرام شیخ ۷۰، ۷۱، ۸۰،
۲۰۴، ۲۰۷،
محمد بن علی کوفی ۷۶،

محمد بن قاسم ۳۳، ۳۴، ۳۵،
۳۶، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۲، ۴۴
محمد تغلق ۵۵، ۵۶، ۵۷،
۷۲، ۹۴، ۱۰۶، ۱۱۱، ۱۲۷،
۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۳۹،
۱۴۰، ۱۹۹،
محمد تقی گازرونی ۲۷۱
محمد حاجی ۲۱۵
محمد راجن ۲۶۸
محمد رمضان خلیفہ ۱۹۵، ۱۹۶،
۲۶۷،
محمد شاہ بادشاہ ۲۳۲
محمد صادق خاں رابع نواب
۲۷۰،
محمد صدیق راؤ ۲۰۶،
محمد ضامن تھانوی ۱۶۱
محمد ظفاری ۱۵۴، ۱۸۲،
۱۹۳، ۲۷۲
محمد عباس ۱۱۷
محمد عمر حافظ ۲۱۴، ۲۱۷
محمد غوث ۸۲
محمد کیمیا ۲۶۸
محمد مبارک ۲۷۵
محمود شمس ۲۱۶،
محمود بن جہانیاں جہاں گشت
دیکھئے ناصر الدین محمود
محمود خاں شیرانی ۲۰۰،
محمود خاں شہزادہ ۱۴۷
محمود شاہ حامد نوبہار شاہ رابع
۲۷۰،
محمود غزنوی ۴۲، ۴۳، ۴۴،
۱۲۴،

محی الدین کاشانی قاضی ۵۴،
مختار مولانا ۲۷۱
مردان دولت ۱۵۴
مریم ۱۸۵
مسعود غزنوی ۴۴
مسعود باخرزی ۲۷۲
مسعود حسین خاں ۲۰۰،
مسعود جھونی ۲۷۲
مسعود سعد سلمان ۴۵
مطہر ۱۴۲
مظفر سامانی خواجہ ۲۷۲
معاویہؓ ۱۸۵، ۱۸۶
معز الدین شیخ ۲۴۳
معز الدین رسولدار ۱۹۳
معظم شیخ زادہ ۲۷۲
معین الدین ۲۷۱
معین الدین عمرانی ۵۷،
معین الدین چشتی خواجہ ۵۸،
۶۰،
مغیث الدین قاضی ۵۳، ۵۴،
مفضل بن مہلب ۴۰
مقبول عالم ۱۹۷
منہاج سراج قاضی ۵۰، ۵۲،
۷۵،
موسیٰ شیخ ۹۳،
موسیٰ بن یعقوب ثقفی ۴۰
موسوی خاں ۲۲۳
مولائے دیبلی ۳۷، ۳۸،
مہدی خلیفہ ۳۹،
مہردک بن رائک ۳۹،
مینا لکھنوی شاہ ۱۹۹، ۲۶۰،
۲۶۱، ۲۷۶

ناتھ ۴۳
ناصر الدین قباچہ ۶۹، ۷۴، ۷۵،
۷۶، ۷۷،
ناصر الدین خسرو ۱۲۷
سلطان ناصر الدین محمود ۵۱
ناصر الدین محمود ۱۹۴، ۲۴۸،
۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶
ناصر الدین ثانی مخدوم ۲۶۸
ناصر الدین ثالث ۲۶۸
ناصر الدین رابع ۲۶۸
ناصر الدین محمد خامس ۲۶۹
ناصر الدین سادس ۲۶۹، ۲۷۰
ناصر الدین محمود سابع ۲۷۰
ناصر الدین دوا نداس ۲۱۵
ناصری ۵۰
نبی بخش خاں بلوچ ۱۴۱، ۱۴۷،
۲۰۱،
نجم الدین اصفہانی شیخ ۱۰۵
ہوڈی تالا بیڈنیئر ۲۰۱
ہیثم ۳۶

نجم الدین شیخ مولانا ۲۷۲
نجم الدین صغریٰ ۶۶
نجم الدین کبریٰ سہروردی ۱۰۴
نجم الدین قریشی ۲۱۶،
نجم الدین عبد العزیز ۵۲
نجم الغنی رام پوری ۲۱۹
نذیر حسین میاں ۲۱۴
نصر الدین ملک زادہ ۲۷۲
نصیر الدین چراغ دہلی ۵۸، ۹۵،
۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۳۵،
۱۳۶، ۲۲۴، ۲۷۵،
نصیر الدین حیدر ۲۱۹ ح
نظام الدین اولیاء بدایونی ۵۳
۵۵، ۵۸، ۶۵، ۷۲، ۷۴، ۱۰۶
نظام الدین بلخی
نظام الدین شیخ ۱۰۴
نظام الدین کرہ شیخ ۱۱۲
نظام الدین ابراہیم مولانا ۲۷۲
یزید ۱۸۶
یزید بن ابی کبشہ ۴۰

نواہون ۲۲۹، ۲۳۳
نور احمد خاں فریدی ۸۶
نور الحق دہلوی شیخ ۵۳
نور الدین ۹۴، ۱۰۳
نور الدین شیخ ۱۰۵
نور الدین منشی ۲۲۷
نور الدین مبارک غزنوی ۵۰،
۶۴، ۶۶،
نو بہار کلاں مخدوم ۲۶۸
نور بہار شاہ سادس سجادہ نشین
۲۵۲، ۲۵۶، ۲۷۰
نور محمد مہاروی خواجہ ۲۶۹،
نیال تگین ۴۴
وجیہہ الدین پائلی ۵۴
وجیہہ الدین نسائی ۷۳
ولایت حسین ۲۰۲
ولایت علی خاں منشی ۲۷۶
ہارون عبداللہ ۴۲
یوسف شاہ ۲۱۹
یوسف حسینی راجو قتال
یوسف گردیزی ۴۶،

ہستنا پور ۲۰۵
ہندوستان ۳۵، ۳۹، ۴۰،
۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۹
۵۰، ۵۵، ۵۶، ۵۸، ۵۹، ۶۲
۶۴، ۶۵، ۶۸، ۷۷، ۷۹، ۸۲
۸۶، ۹۱، ۹۶، ۱۱۴، ۱۲۲، ۱۲۵،

(بقیہ مقامات)

۱۶۲، ۱۸۰، ۱۹۹، ۲۱۵،
۲۱۶، ۲۱۷، ۲۲۲، ۲۶۰،
۲۶۶
یمن ۱۱۸
یو۔ پی ۲۰۶، ۲۱۹، ۲۶۲،
۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۷

کتب

آب کوثر ۲۰۴
ابو داؤد ۱۹۲
احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ۳۶، ۴۰
احیاء العلوم ۲۴۹
اخبار الاخیار ۲۱۶، ۲۴۹،
اربعین صوفیہ ۲۶۱
ارشاد المریدین ۲۴۹
اسرار الدعوات ۱۹۳، ۱۹۴
اصل الساداتِ بخاری ۲۶۷
الاستشفاع والتوسل بآثار الصالحین وسید الرسل ۲۱۴
الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم ۱۲۸، ۱۶۳، ۲۳۹، ۲۶۱، ۲۷۱،
الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم ۲۱۳،
امداد السلوک ۲۶۱
اوراد شیخ شہاب الدین ۱۹۲
اوراد شیخ کبیر ۲۴۹
بحر الانساب ۴۸
بخاری صحیح ۹۶، ۱۹۲
برہان محکم علی خذلان من نفی اثر القدم ۲۱۳
بزدوی ۹۱، ۹۲، ۹۳
تاج المآثر ۴۷
تاریخ اوچ ۸۰، ۸۴، ۸۷، ۱۹۸، ۲۳۵، ۲۶۶
تاریخ فرشتہ ۷۹-۹۷
تاریخ فخر الدین مبارک شاہ ۴۸
تاریخ الاولیاء ۲۵۸
تاریخ فیروز شاہی (برنی) ۵۴، ۵۷، ۲۱۲
تاریخ فیروز شاہی (عفیف) ۲۱۲، ۲۱۵،
تحفۃ الکرام ۷۹
تذکرہ حضرت ابو النجیب ، ۲۷۵،
تذکرہ صدر الدین عارف ۸۱
ترغیب الصلوٰۃ ۲۴۹
ترمذی ۱۹۲
تعریف جدولی ۷۰،
تفسیر کشاف ۱۹۱
تفسیر مدارک ۱۹۱، ۱۹۲، ۲۳۸،
ثمرات القدس ۲۳۲، ۲۱۵، ۲۷۱
جامع العلوم ۱۱۳، ۱۲۶، ۱۵۰، ۱۵۴، ۱۶۱، ۱۹۳، ۱۹۶، ۲۱۳، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۶۵،
جامع الفتاویٰ ۲۳۸
جامع صغیر ۲۳۸، ۲۴۹
جامع الکبیر ۲۴۹
جامع الحکایات و لوامع الروایات ۷۵،
جواہر جلالی ۱۱۳، ۱۶۳، ۲۱۲، ۲۵۳، ۲۵۶، ۲۵۸
حج نامہ ۳۵، ۳۷، ۷۶، ۸۰
خزانۂ جلالی ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۳۴، ۲۱۲، ۲۳۹، ۲۵۱، ۲۵۲،
خزینۃ الاصفیاء ۷۹، ۱۰۲، ۲۳۹، ۲۷۳
خلاصۃ الانساب بخاری ۲۶۷
خلاصۃ التواریخ ۱۰۲
خلاصۃ السادات ۲۶۷
خیر المجالس ۲۳۷
در مختار ۲۴۹
ذکر سادات بخاری و سادات بھکری و سادات رسولدار ۲۶۷
رسالہ امین الدین گازرونی ۲۴۹
رسالہ قشیریہ ۲۵۹
رسالہ مکیہ ۱۹۲، ۱۹۵، ۲۳۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱،
رسالہ مولانا ضیاء الدین ۲۴۹
روضۃ الریاحین ۲۴۹
رونق المجالس ۲۴۹
سبع سنابل ۲۷۶
سراج الہدایہ ۱۲۱، ۱۳۱، ۱۴۲، ۱۵۶، ۱۶۲، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲،
سیر الصغیر (سرخسی) ۲۴۹
سیر العارفین ۱۰۵، ۱۱۱، ۲۴۹
سیرت فیروز شاہی ۲۱۲
سیر نامہ ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۲۱۴،
سیف المسلول علی من انکر قدم الرسول ۲۱۳،
شجرہ انساب سادات عظام ۲۶۷
شجرہ سادات کرام اوچ شریف بخاری ۲۶۷
شجرہ محمدی ۲۶۷
شرح اوراد کبیر ۲۳۸
شرح عزیزی ۲۳۸
شرح کبیر جلد اسم ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۳۸، ۲۶۲،

شرح لوونہ نام تبریزی ۲۴۹
شرح لوونہ نام ۱۹۲، ۲۳۸
ضیاء الفوائد ۲۶۰،
طبقات ناصری ۵۲، ۷۵،
۸۰،
طوالع شموس ۶۵
عقائد نسفی ۱۹۲، ۲۳۸،
عجائب الہند ۳۹،
عوارف المعارف ۶۳، ۶۴،
۹۱، ۹۶، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۶۴،
۱۶۶، ۱۸۲، ۱۹۴، ۲۳۸،
۲۵۹، ۲۶۴،
عین العلم ۲۴۹
فتاوی سراجی ۲۴۹
فتاوی ظہیری ۲۴۹
فتاوی کامل ۲۳۸
فتاوی مسعودی ۲۴۹
فتاوی ناصری ۲۴۹
فتوحات فیروز شاہی ۲۱۲
فتوح البلدان ۳۵
مناقب الولایت ۲۳۱، ۲۳۲،
۲۳۴، ۲۳۵،
مناقب مخدوم جہانیاں ۲۵۸
منشآت ماہرو ۱۳۸

فقہ اکبر ۱۹۲، ۲۳۸، ۲۴۹،
فقہ کافی ۲۳۸
فوائد السالکین ۲۴۹
فوائد الفواد ۲۳۷، ۲۴۹،
فوائد سعدیہ ۲۶۱
قانون مسعودی ۴۴
قصیدہ لامیہ ۱۹۲، ۱۹۴،
۲۳۸،
قوت القلوب ۲۳۸، ۲۴۹
کتاب الہند ۴۴
کتاب عمدہ ۲۴۹
کتاب متفق ۱۹۲، ۱۹۴،
۲۳۸، ۲۴۹،
کشف المحجوب ۴۵، ۲۵۹،
کشکول مولوی غلام محمد ۲۶۷
کنوز الفوائد ۱۷
لباب الالباب ۴۵، ۷۵،
۸۰،
مآثر صدیقی ۹۷،
مجمع السلوک ۲۶۰، ۲۶۱
منہاج العابدین ۲۴۹
نور العقائد ۲۶۰
واقعات دار الحکومت دہلی
۲۱۶،

مجموعہ تکبیرات راجوتال ۲۳۶
مرآۃ الاسرار ۱۰۱، ۱۶۴
مرآۃ العالم ۲۳۲
مسلم (صحیح) ۱۹۲
مشارق الانوار ۹۱، ۱۶۶، ۱۹۲،
۲۳۸، ۲۴۹،
مشکوٰۃ المصابیح ۹۱، ۹۸،
۱۲۰، ۱۶۶، ۱۹۲، ۱۹۵، ۲۳۸
مظہر جلالی ۱۱۳، ۱۶۲، ۲۱۲،
۲۵۶،
معیار السلوک ۲۶۱
معیار المریدین ۲۵۹
مفتاح الہدایہ و مفتاح الکفایہ
مقرر نامہ ۹۳، ۱۷۸، ۲۱۲،
۲۴۳، ۲۴۸، ۲۴۹
مکتوبات وصیت (منیری) ۲۲۷
مکتوبات سہ صدی (منیری) ۲۲۶
مکتوبات یک صدی (منیری) ۲۲۶
مناقب الاصفیاء ۲۲۶
وظائف شاہی ۲۵۸
ہدایہ ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۱۹۲
یواقیت المواقیت ۲۴۹

مقامات

اجمیر ۴۶، ۶۰، ۶۱
اجودھن ۱۴۰، ۱۵۵
احمد پور شرقیہ ۲۶۹
اڑیسہ ۲۲۰

افغانستان ۱۲۴
آگرہ ۲۱۸، ۲۱۹
الور ۳۸، ۴۰، ۱۲۵
امروہہ ۲۷۷

آنولہ ۲۳۱، ۲۳۲
اوباوڑہ ۸۱
اودھ ۴۰، ۴۶، ۵۰، ۶۹، ۷۱،
۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۹،

۸۰، ۸۱، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۸، ۱۱۸، ۱۲۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۱، ۱۵۴، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۹۲، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۹، ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۵۴، ۲۵۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۳،
ایران ۴۹، ۸۱، ۲۱۸،
بارہ بنکی ۲۷۶
بدایوں ۴۸، ۵۰، ۵۱، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۷۳،
بجنور ۵۱،
بحرین ۱۲۳
بخارا ۶۸، ۷۷، ۷۹، ۸۳، ۱۱۰، ۱۶۴
بریلی ۲۲۱
بصرہ ۱۲۰
بغداد ۳۶، ۴۱، ۶۳، ۶۸، ۱۱۰،
بلخ ۱۱۰
بنگال ۵۵، ۵۹، ۶۷، ۸۵، ۱۳۸، ۲۰۳، ۲۷۲،
بہار ۶۸، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴
بہاولپور ۲۰۳، ۲۳۹، ۲۴۹، ۲۷۰،
بھکر ۷۷، ۷۹، ۱۲۵، ۱۳۰
بیت المقدس ۱۱۰، ۱۱۷،
بیتھو واہی ۸۱
پاک پتن ۶۱
پانی پت ۶۲
پرنسٹن یونیورسٹی ۲۶۰
پنجاب ۴۲، ۶۱، ۱۳۰، ۱۳۴، ۲۰۴، ۲۰۷، ۲۷۲
پشاور ۴۲
تبریز ۱۲۱
ترکستان ۴۹
ترور ۱۶۳، ۲۷۳
تلونڈی رائے ۲۰۷
ٹھٹھہ ۵۷، ۱۰۶، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۹۹، ۲۱۶، ۲۴۰، ۲۵۹،
ٹھٹھہ گھلواں ۸۱
جلالپور ۲۰۶
جونپور ۲۷۳
جھنڈ میانی ۸۱
جھنگ سیالاں ۲۰۴
جے پور ۲۱۹، ۲۳۹
جیسلمیر ۲۰۷
چچا وطنی ۲۰۷
چناب رسول پور ۸۱
خوٹالہ ۸۱
حجاز ۱۸۰
حیدرآباد دکن ۱۱۷، ۲۳۹، ۲۴۹، ۲۵۳، ۲۵۶،
خانواہ ۸۱
خراسان ۶۸، ۱۱۰، ۱۲۱، ۱۳۲
خیرآباد ۲۱۹
دکن ۵۳، ۵۶، ۱۳۵، ۲۷۲
دمشق ۴۱، ۱۱۹، ۲۵۹،
دہلی ۴۶، ۴۹، ۵۰، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۸، ۶۰، ۶۶، ۷۲، ۷۵، ۷۶، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۳۶، ۱۲۷، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۴، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۸۰، ۱۸۵، ۱۹۶، ۱۹۸، ۲۰۶، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۴، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۳۳، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۴۲، ۲۶۵، ۲۷۳،
دریا آباد ۲۷۳
دمشق
دیبل ۳۷، ۴۰
دیوبند ۲۲۱، ۲۲۲
دیوتلہ ۶۷
دیپالپور ۱۵۵
دیوگڑھ ۸۰
دیوگیر ۵۶
راج گیر ۲۷۳
رام پور ۱۱۷، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۳۶، ۲۳۹، ۲۴۱
رتن پور ۱۲۵
رحیم یار خان ۲۰۳
رسول پور ۲۲۱
روہڑی ۱۲۵
زہرا موضع ۲۷۳
سامانہ ۱۴۶
ستلج دریا ۲۵۹
سرگودھا ۲۵۳
سدھا کنڈ پور ۸۱
سکندرہ ۲۱۸

سلہٹ ۸۵
سمرقند ۱۳۱، ۲۷۳
سنبل ترائنیر ۲۰۶
سنجرپور ۲۰۲
سندھ، ۳۳، ۳۶، ۳۹، ۴۱، ۴۳،
۶۹، ۷۱، ۱۲۵، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۵
۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۵، ۱۶۱، ۱۹۹،
۲۰۳، ۲۰۴، ۲۲۲، ۲۷۲
سہارنپور ۲۲۱
سہرورد ۶۳
سیتاپور ۲۱۹
سیوستان ۵۷، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۴۰،
سیونگ بیلا ۸۱
شام ۱۱۰
شادکوٹ ۳۶
شاہ گنج ۲۱۸
شوکارہ ۹۶، ۱۱۹، ۱۳۰، ۱۴۰،
شیراز ۱۲۰، ۱۴۳، ۱۶۲
صبراہ ۸۱
عجم ۱۷۳
عدن ۱۱۸
عراق ۳۵، ۹۶، ۱۱۰، ۱۶۳
عراق عجم ۶۳
عرب ۱۸۰
علی گڑھ ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۸
عیسیٰ خیل ۲۶۸
غزنین ۴۲، ۴۳، ۴۵، ۴۶،
۱۲۴
فاران ۳۳
فیض آباد ۲۷۴
قسطنطنیہ ۱۱۵
قصدار ۴۰

قطیف ۱۲۳
قنوج ۲۷۳
کابل ۴۲، ۱۲۴
کاٹھیاواڑ ۲۰۹، ۲۷۲، ۲۷۸
کالپی ۲۷۳
کامرنیپ ۸۵
کٹک ۲۲۰
کچھوچھہ ۲۷۴
کراچی ۲۶۱
کرم علی والہ ۸۱
کڑہ ۱۱۲، ۱۲۹
کشمیر ۳۹، ۲۷۸
کلکتہ ۲۰۲، ۲۳۹، ۲۵۸
کوٹ کروڑ ۶۸
کوفہ ۱۲۰
کیرج ۳۵
کیمبرج یونیورسٹی ۲۶۰
گازرون ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳،
۱۲۴
گجرات ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۰،
۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۷، ۲۰۸،
۲۵۹، ۲۷۲، ۲۷۸،
گنجہ ۱۲۴
لاہرہ ۱۲۵
لاہور ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶،
۱۱۷، ۲۱۸، ۲۲۲،
لائل پور ۲۰۵
لدھیانہ ۲۰۷
لبنان ۱۱۹
لکھنؤ ۱۱۷، ۱۹۹، ۲۱۹، ۲۶۱
لندن ۸۴، ۱۱۷،
لہسہ ۱۴۳

مانچسٹر ۱۱۷
مانگرول ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰
ماوراء النہر ۳۹، ۲۷۳
مجھگواں موضع ۲۷۶
مدائن ۱۱۳، ۱۱۹
مدراس ۲۷۲، ۱۱
مدینہ منورہ ۹۵، ۹۶، ۱۱۰،
۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۳۲، ۱۸۰
مرادآباد ۲۶۱
مصر ۱۱۰، ۱۱۴، ۱۲۱
مظفرگڑھ ۲۳۶
مکہ معظمہ ۹۳، ۹۵، ۹۶، ۱۰۵
۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۳۲، ۱۸۰،
۲۱۱، ۲۵۹،
ملتان ۳۶، ۳۸، ۴۰، ۴۴، ۶۸،
۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۶، ۷۷،
۷۸، ۷۹، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۶، ۹۹،
۱۰۰، ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۳۷، ۱۳۹،
۱۴۵، ۱۵۷، ۱۶۱، ۲۰۴، ۲۴۳،
۲۳۶، ۲۳۹،
ملک پور ۸۱
منٹگمری ۲۰۴، ۲۰۷
منڈاور ۵۱
منصورہ ۳۶، ۳۹، ۴۰، ۴۴
منیر ۲۷۵
مہران ۳۳
میانوالی ۲۶۸
میرپور ساکرو ۱۴۴
نظام پور ۲۵۹
نورپور ۲۰۷
واں میانہ شریف ۲۵۳
ہردوار ۲۰۶

باقی صفحہ ۳۰۰ پر

ادارہ کی دوسری پیشکش

روضات (اردو ترجمہ مع فارسی متن)
تصنیف : شیخ عبدالحق محدث دھلوی
ترجمہ : مولوی ثناالله ندوی
شیخ عبدالحق محدث دھلوی کی نایاب کتاب جو اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی تھی شریعت و طریقت پر ایک جامع و مانع تصنیف ہے (زیر ترتیب)

پاک اکیڈیمی کی مطبوعات

مولانا فیض احمد بدایونی: ازمحمد ایوب قادری ایم اے
قیمت ۷۵ پیسہ صرف : جنگ آزدی ۱۸۵۷ء کے ایک جانباز مجاھد کے حالات

حقوق الاسلام : تالیف : قاضی ثناء الله پانی پتی
اردو ترجمہ مولوی وحیدالدین سلیم پانی پتی
قیمت دو روپے صرف

تحقیق و حدت الوجود والشھود : معہ تفصیلی حالات مولانا شیخ محمد تھانوی محدث مرتبہ ثناء الحق ایم اے قیمت صرف دو روپے پچاس پیسے

مخزن الولایت : چشتیہ سلسلہ کے مشہور شیخ مخدوم صفی محمدی کے ملفوظات ترتیب : منشی محمد و لایت علی خاں
ترجمہ : محمد خصلت حسین صابری قیمت تین روپے

پاک اکیڈیمی ۱/۱۸/۱ وحید آباد کراچی نمبر ۱۸

قیمت غیر مجلد چھ روپے - قیمت مجلد سات روپے